متعہ اور اسلام

عمدۃ الاذکیا شرف العلماء ابو الحسنات
مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی زید مجدہم

مدرسہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام
کالج روڈ سرگودھا: 048-5724695

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ----------- متعہ اور اسلام
مصنف --- عمدۃ الاذکیاء علامہ محمد اشرف سیالوی
تعداد ------- 1100 سو
سن اشاعت ------- اگست 2007ء
طباعت ---------- بار دوم
قیمت ------ 150 روپے

ملنے کا پتہ

جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام کالج روڈ سرگودھا
فون نمبر: 048-3724695

☆ فہرست ☆

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	امابعد	1
2	گناہ طلاق اور خلع	2
3	مصالحتی کوشش	4
4	عورت کی طرف سے نشوز	4
5	طلاق رجعی کے بعد	5
6	منکوحات کی تحدید اور امتیاز نوع انسانی	5
7	متعہ اسلام، قرآن مجید اور سنت رسول کی روح کے خلاف ہے	8
8	متعہ کی حرمت از روئے قرآن مجید	9
9	شیعی ترجمہ مقبول	9
10	وجہ استدلال	9
11	شیعی ترجمہ مقبول، وجہ استدلال	10
12	شیعی ترجمہ مقبول، وجہ استدلال	12
13	قرآن کریم صرف تواتر سے ثابت ہے	20
14	علامہ کاشانی کا انحراف اول	23
15	علامہ کاشانی کا انحراف دوم	23
16	علامہ ڈھکو کا انوکھا استدلال	24
17	مفسرین اہل سنت نے یہی تفسیر کی ہے	24

18	علامہ ڈھکو صاحب کی فریاد	26
19	شیعہ ترجمہ مقبول	27
20	وجہ استدلال	28
21	عقد متعہ کے احکام قرآن حکیم میں مذکور نہیں	32
22	متعہ اور نکاح میں وجوہ فرق	33
23	ممتوعہ عورت لونڈیوں کی مثل ہے	39
24	مضحکہ خیز دعوی اور حقیقت پر پردہ ڈالنے کی مذموم کوشش	40
25	حرمت متعہ از روئے احادیث رسول واقوال صحابہ وائمہ اہلبیت	42
26	شیعہ کی عجیب وغریب منطق	48
27	فریب کاری کی انتہا	49
28	روایات میں اختلاف اور تعارض کا جواب	51
29	شیعی علامہ ڈھکو کی پھبتی	53
30	حضرت عبداللہ بن عباس کا نظریہ	58
31	حضرت عمران بن حصین کا نظریہ	65
32	حضرت جابر بن عبداللہ کا نظریہ	67
33	مضحکہ خیز اضافہ	68
34	حضرت علی کا نظریہ	69
35	اعتذار شیعہ اور اس کی لغویت	71
36	اجماع اہل بیت کے دعوی کی لغویت	72

37	شہادات اربعہ پر بے جواز تکیہ اور اعتماد	73
38	اعتراف جرم کس کا	75
39	متعہ کو حرام کرنے والا کون؟	78
40	عجیبیہ	80
41	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اعلان اور صحابہ کرام کی تصدیق وتائید	81
42	قول فیصل	84
43	کیا متعہ کی بندش بعض منافقین کی سازش کا نتیجہ ہے؟	85
44	حضرت اسماء بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی گستاخی	87
45	حضرت عبداللہ بن عباس اور دیگر صحابہ کرام کے متعلق شیعی نظریہ	94
46	متعہ کی ممانعت کتب شیعہ سے	100
47	شیعی تاویلات اور ان کی لغویت	103
48	حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ پر بہتان وافتراء	103
49	کیا اہل اسلام کی عزت وناموس کا تحفظ اسلام نہیں	105
50	ثواب متعہ والی روایات کا بطلان	108
51	ممنوعیت متعہ میں وارد پہلی روایت اور علامہ ڈھکو کی غلط بیانی	108
52	امام باقر رضی اللہ تعالی عنہ کا لا جواب ہونا	112
53	دریافت طلب امر	113
54	علامہ ڈھکو صاحب کا اضطراب	113
55	کثرت متعہ کی ممانعت	117

56	امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ کا متعہ کو حرام قرار دینا	119
57	روایات کی صحت کا اعتبار	120
58	عندالشیعہ روایات کی کثرت وقلت معیار حق نہیں	122
59	متعہ کے مفاسد کا بیان اور عقلا ناجائز ہونے کا ثبوت	123
60	لمحہ فکریہ	126
60	متعہ کا بطلان از روئے عقل	127
62	متعہ ذلت ورسوائی کا موجب ہے اور بے عقلی کی دلیل	127
63	متعہ پر راضی لڑکیاں بے عقل ہیں	129
64	لمحہ فکریہ	130
65	متعہ خالص زنا ہے	138
66	اس فتوی کی زد میں کون لوگ آتے ہیں	141
67	حصہ دوم کلمۃ التقدیم	143
68	**باب اول** متعہ کے بیان میں	148
69	متعہ کافر عورتوں سے جائز ہے مگر ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں	148
70	یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ جواز نکاح منسوخ	150
71	متعہ ہزار عورتوں سے بھی جائز ہے	151
72	نبی اکرم کی امت کے لیے حکم قرآنی	152
73	عقد متعہ میں باپ دادا کی اجازت ضروری نہیں	153
74	عقد متعہ میں گواہوں کی ضرورت نہیں	154

75	دو آدمیوں کے متعہ اور نکاح کا اجتماع ایک عورت کے ساتھ	156
76	عقد متعہ چھپانے کا حیلہ اور تجدید نکاح کا بہانہ	158
77	متعہ صرف عفیفہ عورتوں سے درست ہے	160
78	عفیفہ ہونے کی سند	160
79	اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت،	161
80	بیوی کی عفت اور خاوند کی عزت	162
81	کہ مستحق کرامت گناہگارانند	163
82	متوعہ کی عفت معلوم کرنے کا طریقہ	163
83	آئندہ احتیاط	164
84	متعہ میں مدت کی تعیین کس حد تک ہوسکتی ہے	165
85	متعہ دوریہ اور پچاس سال سے زائد عمر کی عورتوں کے لیے خصوصی رعایت	167
86	قاضی نوراللہ شوستری کی فریاد اور متعہ دوری کا اعتراف	168
87	متعہ دوریہ اور علامہ ڈھکو صاحب کا اعتراف	169
88	متعہ دوریہ والے اعتراض کا جواب	169
89	اعتراض کس پر	171
90	کیا آئسہ پر لزوم عدت کا قول خلاف عقل ونقل ہے	171
91	عدت کا شرعی حکم	173
92	قاضی نوراللہ کی خیانت اور غیر حائضہ کا متعہ دوریہ	178
93	مگر بدقسمت صرف وہ ہے	178

94	محرومی کا تدارک	179
95	عقد متعہ میں سخت بے احتیاطی	180
96	متعہ کی اجرت	183
97	متعہ کے سب شرائط معاف ہو گئے	185
98	شیعی تاویل وتوجیہ	187
99	متعہ کی اجرت کس وقت اور کتنی دینی لازم ہے	187
100	متعہ کے لیے ایڈوانس بکنگ	189
101	تبصرہ بیک وقت دو مردوں کے ساتھ عقد متعہ کا جواز	189
102	فما استمتعتم بہ منھن اور شیعی استدلال کا بطلان	190
103	قراءت شاذہ الی اجل مسمی کا حقیقی مفہوم	191
104	فائدہ ضروریہ	192
105	شیعہ کا متمتعات کا ساتھ سلوک اور اجرت واپس لینے بلکہ نفع	193
106	کمانے کا حیلہ	
107	عقد متعہ کی صورت میں عدت	199
108	انوکھا عقد متعہ	203
109	تحلیل لواطت کی مصلحت	204
110	متعہ خلاف فطرت ہے	205
111	اپنی آنکھ کا شہتیر کیوں نظر نہ آیا	205
112	حنفی مذہب کیا ہے	210

113	متعہ کا اجر وثواب اور فضائل ودرجات	211
114	متعہ کا منکر کافر ہے	225
115	اجرت متعہ بخش دینے والی کا اجر عظیم	225
116	شیعی تاویلات	227
117	الزامی جواب	236
118	لطیفہ	238
119	کہیں ناک کان کٹنے کا بھی ذکر ہے	238
120	کیا مذہب شیعہ اہل بیت کا مذہب ہے	239
121	**باب دوم**	240
122	عاریۃ الفرج یعنی لونڈی کے مالک سے بغرض جماع مانگ لینا	240
123	ائمہ کرام کا اپنی لونڈیوں کے فروج مومنین کے لیے مباح ٹھہرانا	242
124	دو تحلیل اور عاریت سے تجاوز کا حکم اور زنا کی حلت	242
125	کسی لونڈی سے زنا کرنے کے بعد مالک سے معافی لے لینے	243
126	پر مژدہ بخشش	
127	مقام غور	244
128	زنا کار لونڈی کا دودھ پاک کرنے کی ترکیب اور حیلہ	245
129	شیعہ حضرات کے لیے عجیب سہولت	247
130	استبراء سے آزادی اور چھٹکارا	248
131	خریدی ہوئی لونڈی کے ساتھ محل کے بوجود جماع جائز	249

132	مالک اور خاوند کا لونڈی سے باری باری استفادہ	251
133	قابل غور امر	252
134	**باب سوم** استحلال محارم	254
135	عذر گناہ بدتر از گناہ	255
136	فائدہ عظیمہ	260
137	اسماعیلیہ شیعہ کا مدعا اصلی	262
138	تاویلات اسماعیلیہ	263
139	فائدہ مہمہ	269
140	**باب چہارم**	271
141	لواطت اور مذہب شیعہ	271
142	امام جعفر صادق کا استدلال امام ابوالحسن کا جواب	276
143	امام جعفر صادق سے متضاد روایات	277
144	لواطت کے دلدادگان کا اضطراب اور توجیہات فائدہ	279
145	اصولی بات	281
146	شیعہ کی قوم لوط علیہ السلام سے سبقت	281
147	اہل سنت کا مذہب	281
148	حقیقت حال	282
149	صاحب منہج کا انوکھا استدلال اور بے خبری کی انتہا	283
150	عبرت انگیز فرمان	284
151	تنبیہ نبیہ	284
152	الغرض	286

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہِ الۡکَامِلِیۡنَ وَالتَّابِعِیۡنَ لَھُمۡ بِالۡاِحۡسَانِ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ﴾

﴿اَمَّا بَعۡدُ﴾

﴿فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ، بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ "ھُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ مِنَ الۡمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّصِھۡرًا﴾ (الفرقان ۵۴)

اللہ تعالیٰ نے آدم وحوا علیہما السلام کو پیدا فرمانے کے بعد نسل انسانی کا اجراء فرمایا اور خاوند بیوی کے درمیان ایسا مقدس رشتہ قائم فرمایا جس نے ان دونوں کو ہستی واحد ایک جان دو قالب کی طرح بنایا جس کے بعد خاوند کے ماں باپ بیوی کے ماں باپ کی مثل قرار پائے اور بیوی کے ماں باپ خاوند کے لئے مثل ماں باپ کے ٹھہرائے گئے بیوی کی اولاد خاوند پر مثل اپنی اولاد کے ٹھہرائی اور خاوند کی اولاد بیوی پر مثل اپنی اولاد کے ٹھہرائی جیسے کہ کلام مجید کے واضح ارشادات اس پر دلالت کرتے ہیں بیوی کی والدہ کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَاُمَّھٰتُ نِسَآئِکُمۡ﴾ (النساء ۲۳)

اور بیوی کی بچیوں کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَرَبَآئِبُکُمُ اللّٰتِیۡ فِیۡ حُجُوۡرِکُمۡ﴾ (النساء ۲۳)

اولاد پر باپ کی منکوحہ کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَلَا تَنۡکِحُوۡا مَا نَکَحَ اٰبَآؤُکُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ (النساء ۲۲)

اور باپ پر بیٹے کی بیوی اور بہو کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَحَلَآئِلُ اَبۡنَآئِکُمۡ﴾ (النساء ۲۳)

الغرض مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ ازدواجی تعلق کا دارومدار محض شہوت رانی پر نہیں بلکہ یہ

مقدس رشتہ اور تعلق ہے اور دور رس نتائج کا حامل ہے ایک دفعہ نکاح منعقد ہو جائے تو حتی الامکان اس تعلق کو برقرار رکھنا ضروری ہے بلا وجہ مرد کا طلاق دینا یا عورت کا خلع کرانا نگاہ شرع میں سخت ناپسندیدہ ہے۔

گناہ طلاق اور خلع

"فروع کافی جلد دوم" میں علامہ کلینی نے متعدد روایات ایسی درج کی ہیں جن سے طلاق کا اللہ تعالی اور رسول کریم ﷺ کے ہاں انتہائی مبغوض ہونا اور موجب لعنت ہونا واضح ہوتا ہے۔

(1) ﴿عن ابی عبد الله علیه السلام قال ان الله عز وجل یحب البیت الذی فیه العروس ویبغض البیت الذی فیه الطلاق وما من شیء ابغض الی الله عز وجل من الطلاق﴾

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ بیشک اللہ تعالی اس گھر کو پسند فرماتا ہے جس میں شادی شدہ عورت نکاح کر کے لائی گئی ہو اور اس گھر کو ناپسند فرماتا ہے اور اس سے بغض رکھتا ہے جس میں طلاق ہو اور کوئی بھی چیز اللہ تعالی کے ہاں طلاق سے زیادہ مبغوض اور قابل نفرت نہیں ہے۔

(۲) ﴿عن ابی عبد الله علیه السلام قال سمعت ابی یقول ان الله تعالی یبغض مطلاق﴾

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد گرامی امام محمد باقر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالی ہر اس شخص کو مبغوض رکھتا ہے جو بکثرت طلاق دینے والا ہے۔

(۳) ﴿عن ابی عبد الله علیه السلام قال ما من شیء مما احله الله ابغض الیه

من الطلاق وان الله یبغض المطلاق الذواق﴾

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا اللہ تعالی کے ہاں حلال فرمودہ اشیاء میں سے کوئی چیز طلاق سے بڑھ کر مبغوض اور ناپسندیدہ نہیں ہے اور یقیناً اللہ تعالی طلاقیں دینے والے شخص اور ذائقے بدلنے والے شخص کو ناپسند فرماتا ہے

(۴) امام محمد باقر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے۔

﴿فقال رسول الله ﷺ ان الله یبغض او یلعن کل ذواق من الرجال او ذواقة من النساء﴾

تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ تعالی بغض رکھتا ہے یا لعنت فرماتا ہے اس مرد پر جو لذت حاصل کرنے کے لئے پہلی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور اس عورت پر جو نئے خاوند سے لذت اٹھانے کے لئے پہلے خاوند سے علیحدگی اختیار کرتی ہے (خلع یا مبارات وغیرہ اختیار کرتی ہے)

(فروع کافی جلد دوم صفحہ ۲۷۹، ۲۸۰)

اسی مضمون کی روایات کتب اہل سنت والجماعت میں بھی بکثرت موجود ہیں صرف ایک روایت درج کی جاتی ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

﴿ایما امرأة سالت زوجها طلاقا فی غیر ما باس فحرام علیها رائحة الجنة﴾

(مشکوٰۃ باب الخلع والطلاق ۲۸۳ بحوالہ ترمذی ج ۱ ص ۱۴۲، ومسند احمد ج ۲ ص ۲۱۸، وابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۱، وابن ماجہ ص ۱۴۸، والدارمی ج ۲ ص ۱۶۲)

جو عورت اپنے خاوند سے بلا ضرورت طلاق کا مطالبہ کرتی ہے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے الغرض فریقین کی روایات سے یہ بات قطعی طور پر محقق ہے کہ طلاق اور خلع بلا ضرورت

سخت ناپسندیدہ ہے۔

کلام مجید نے ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ﴾ (البقرۃ ۲۲۹) میں اس شرط کے ساتھ خلع کو مشروط ٹھہرایا کہ اگر زوجین کو یہ خطرہ لاحق ہو کہ وہ دونوں حدود اور احکام خداوند تعالی پر قائم نہ رہ سکیں گے تب عورت کچھ فدیہ دے دے تو اس میں حرج نہیں یہ واضح کر دیا کہ اس قسم کے خطرہ کے اندیشہ کے بغیر خلع اور فدیہ دینا حرج سے خالی نہیں ہے اختلافات پیدا ہو جانے پر وقوع طلاق سے قبل حتی المقدور مصالحت کا ذکر کر کے بھی کلام مجید نے طلاق کے مبغوض اور ناپسندیدہ ہونے کو واضح کر دیا ہے ارشاد خداوندی ملاحظہ ہو۔

مصالحتی کوشش

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا﴾
(النساء ۳۵)

اگر تم (اے حکام) خاوند اور بیوی کے درمیان اختلاف اور ازدواجی تعلقات کے بگڑنے کا خطرہ محسوس کرو تو ایک حکم اور ثالث خاوند کی طرف سے اور اس کے اہل کی طرف سے اور دوسرا عورت کی طرف سے اور اس کے اہل کی طرف سے مقرر کرو، اگر وہ دونوں اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں تو اللہ تعالی ان کے درمیان موافقت پیدا فرما دے گا۔

عورت کی طرف سے نشوز

اور عدم موافقت کا خطرہ درپیش ہو تو فوراً طلاق دینے اور فارغ کرنے کی بجائے اللہ تعالی نے یہ حکم دیا ہے۔

﴿وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ

اضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا﴾ (النساء ۳۴)

اور جن کی نافرمانبرداری کا تم کو خوف ہو تو ان کو نصیحت کرو اور ان کو بستروں میں علیحدہ چھوڑ دو اور ان کو مارو پیٹو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کر لیں تو ان پر بے جا زیادتی نہ کرو۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ حتی الامکان اس رشتہ کا برقرار رکھنا ضروری ہے اور اس کا قطع کرنا منشاء ایزدی کے خلاف ہے۔

طلاق رجعی کے بعد

اگر بالفرض اختلاف و نشوز کا انجام طلاق کی صورت میں ظاہر ہو لیکن طلاق ایسی ہو جس میں رجوع ہو سکتا ہے تو خاوند اور بیوی کے تعلقات بحال کرنے کا موقع دیتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ﴾ (البقرۃ ۲۲۸)

ان کے خاوندوں کو ان کی طرف رجوع کا زیادہ حق ہے یعنی بجائے نئے خاوند کے اگر سابقہ خاوند اس عورت کو دوبارہ بیوی بنا کر رکھنا چاہے تو پہلا حق اس کا ہے اگر عورت سابقہ خاوند کی طرف رغبت رکھتی ہے تو اس کے ورثاء کو رکاوٹ ڈالنے کا کوئی حق نہیں۔

﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ یَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ﴾ (البقرۃ ۲۳۲)

تو انہیں نہ روکو اس سے کہ وہ اپنے پہلے خاوندوں کے ساتھ نکاح کریں اس حکم خداوندی سے بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالی کا منشا یہی ہے کہ خاوند نئی نئی عورتیں عقد میں نہ لاتا رہے اور نہ ہی عورت نئے نئے خاوند بناتی رہے۔

منکوحات کی تحدید اور امتیاز نوع انسانی

ا۔ بقاء نوع انسانی کے لئے جہاں نکاح اہم ضرورت تھی اور اس کا جائز رکھنا منشاء ایزدی کے عین مطابق تھا وہاں عام حیوانات اور اشرف المخلوقات میں فرق کا ملحوظ رکھنا بھی لازمی تھا لہذا اسب

سے پہلے تو منکوحات کی تحدید فرما دی گئی ارشاد ربانی ہے۔

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء۳)

پس نکاح کر لو ان عورتوں سے جو تم کو پسند آ جائیں دو دو تین تین چار چار سے زیادہ کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیکر پھر ان میں باہم عدل وانصاف نہ کر سکنے کی صورت میں صرف ایک پر اکتفاء کرنے کا حکم دیا۔

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء۳)

اگر تمہیں اندیشہ لاحق ہو کہ متعدد بیویوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک کے ساتھ نکاح پر اکتفا کرو یا پھر حرائر اور آزاد عورتوں کی بجائے لونڈیوں کے ساتھ ازدواجی مقاصد کی تکمیل کر لو کیونکہ ان میں باہمی مساوات لازمی نہیں ہے۔

﴿اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾ (النساء۳)

یہ بات ناانصافی سے بچنے کے لئے زیادہ اقرب اور مناسب ہے اس کے برعکس سانڈ اور فعل حیوانی اور موثنات کے نہ ایک دوسرے پر واجب الاداحقوق اور نہ ہی انصاف وعدالت کی پابندی اور نہ ہی تحدید اناث ۔لہذا انسانیت کا شرف وفضل اس امر کا مقتضی ہے کہ مردوں کے لئے عورتوں کی حد معین ہو۔

۲۔نکاح کے لئے حق مہر لازمی ہے۔

﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ﴾ (النساء۲۴)

ان حرام عورتوں کے علاوہ سب عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں کہ تم مال خرچ کر کے ان کی خواستگاری کرو اور اس کے علاوہ عورت کے لئے نان ونفقہ ،لباس ،بستر اور مکان و رہائش گاہ بھی لازم ہے فرمان باری تعالی ہے۔

﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (البقرۃ۲۳۳)

خاوند پر بیویوں کے لئے نفقہ اور پرورش کے لئے معروف ومناسب طریقہ پر مہیا کرنا لازم ہے اور امر خداوند تعالی ہے۔

﴿وَاَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ﴾ (الطلاق۶)

ان کو وہیں ٹھہراؤ جہاں تم ٹھہرو اور سکونت اختیار کرو اور شیعہ سنی کی کتب تفاسیر اور کتب احادیث میں بصراحت یہ احکام واضح کر دئے گئے ہیں ۔لہذا انسان کو دوسرے حیوانات پر اس لحاظ سے بھی امتیاز حاصل ہے کہ وہ منافع بضع حاصل کرنے کے لئے اور مقصد نکاح کی تکمیل کے لئے ان امور کا بھی التزام کرے ۔محض فریقین کی رضامندی یا فقط حق مہر کا لزوم کافی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ ایسے امور نہیں جن میں انسان کو کوئی امتیاز حاصل ہو جائے باہمی تراضی اور رضامندی تو حیوانات میں بھی ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی جانور بھی کچھ نہ کچھ پیشگی دے ہی دیتے ہیں مرغ دانہ دانہ تلاش کر کے مرغی کو آواز دیتا ہے اور جب وہ اس کو کھا لیتی ہے تو مرغ جلدی اس کا بدلہ وصول کر لیتا ہے پھر مرغ میں اور انسان میں کیا فرق ہوا لہذا اس رشتہ کا تقدس اس امر کا مقتضی ہے کہ مرد بیوی کی جملہ ضروریات کا اس طرح کفیل ہو جیسے کہ اپنی ضروریات کا کیونکہ وہ اس مقدس رشتہ کے بعد بمنزلہ شیء واحد کے ہیں بلکہ ناگزیر وجوہ سے رشتہ نکاح منقطع ہو جانے پر بھی ایام عدت میں فی الجملہ خرچ اور مسکن لازم ہے کیونکہ اس کا تعلق بھی اسی ازدواجی مقدس رشتے سے ہے۔

۳۔خاوند اور بیوی کے درمیان وراثت کا جاری ہونا بھی اس رشتہ کے تقدس اور ان کے یک جان اور دو قالب ہونے کی دلیل ہے ارشاد خداوندی ہے۔

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ﴾ (النساء۱۲)

یعنی بیوی کے ترکہ میں سے خاوند کے لئے نصف ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو اور اولاد ہونے کی صورت میں خاوند کو چوتھائی حصہ ملے گا۔

﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ﴾ (النساء۱۲)

اور بیوی کے لئے تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی (۱/۴) حصہ ہوگا اگر تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر ان کو آٹھواں حصہ ملے گا جہاں نسبی اور خونی رشتہ کو موجب وراثت قرار دیا گیا ہے وہاں اس کسبی رشتہ کو بھی موجب وراثت قرار دیا گیا ہے۔ جس سے اس رشتے کا تقدس واضح ہے اور اس کا دوام واستمرار مطلوب عندالشرع ہونا ظاہر ہے

متعہ اسلام، قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ کی روح کے خلاف ہے

اس کے برعکس متعہ میں نہ نان ونفقہ لازم، نہ رہائش گاہ اور مکان مہیا کرنے کی پابندی نہ تعداد متوعات کا تعین۔ بلکہ ہزاروں سے بھی جائز نہ عدل وانصاف اور مساوات لازم نہ خلع اور طلاق کی ضرورت نہ مصالحت اور ثالثی کی گنجائش نہ نشوز اور نافرمانبرداری سے روکنے کے لئے مار پیٹ کی رخصت اور نہ ہی دوران عقد متعہ زوجین میں سے کسے کے مرنے پر وراثت جاری ہوتی ہے اسی طرح نہ دوران عدت نفقہ وغیرہ لازم۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ عقد عظمت انسانی کے مطابق نہیں اور اسے ایک مقدس رشتہ کو طور پر نہیں بلکہ حیوانات کی طرح محض شہوت رانی اور ہوائے نفسی اور خواہشات ردیہ رذیلہ کی تکمیل کے لئے اختیار کیا گیا ہے اس پر کسی ثواب اور درجہ کا ترتب تو دور کی بات ہے یہ بذات خود منشاء ایزدی کے خلاف ہے قران مجید اور سنت رسول ﷺ اور روح اسلام کے سراسر منافی ومخالف ہے اور اللہ تعالی کی نگاہ میں مبغوض ترین فعل ور موجب لعنت عمل ہے یہ صرف مرد اور عورت کے لئے ہر روز نئی لذت چکھنے اور اور ذائقہ رلنے کے لئے تیار کردہ ایک پروگرام ہے اور قوم کے بچوں بچیوں کو بے راہ رو اور غلط کار بنانے کے لئے ایک شیطانی چال ہے۔ ﴿نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ﴾

ان تمہیدی کلمات کے بعد ہم اب اس فعل وعمل اور نظریہ وعندیہ کی حرمت قرآن مجید

احادیث رسول ﷺ اور دلالت عقل وخرد سے ثابت کرتے ہیں۔

متعہ کی حرمت از روئے قرآن مجید

اہل سنت والجماعت اور روافض کے درمیان اگر کوئی دلیل متفق علیہ ہوسکتی ہے تو وہ صرف اور صرف کلام مجید ہے اگرچہ جمہور روافض کے نزدیک یہ قرآن اصلی نہیں اور اس میں تحریف اور تقدیم وتاخیر موجود ہے تاہم مجبوراً ان کو جو کچھ اس میں ہے تسلیم کرنا پڑتا ہے اور امام مہدی علیہ السلام کے ظہور تک مجبوراً انہیں اس قرآن مجید کے احکام پر عمل پیرا ہونا پڑے گا۔ مگر بعد میں بقول ان کے، اصلی امام مع اصلی قرآن کے ظہور پزیر ہوگا۔ لہذا اس وقت یہ قرآن ناقابل اعتبار ہوگا۔ لیکن بہرحال اس وقت تک تو یہی کلام مجید واجب العمل ہے۔ لہذا اس کی روشنی میں مسئلہ متعہ وغیرہ کی تحقیق وتدقیق ضروری ہے۔

ا۔ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾ (النساء ۳)

شیعی ترجمہ مقبول

تو عورتوں میں سے جو تم کو پسند آئیں دو دو تین تین چار چار سے نکاح کرلو پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ ان کے مابین بھی عدالت نہ کرسکو گے تو منکوحہ ایک ہی ہو یا لونڈیاں جو تمہاری ملکیت میں ہوں یہ بات ناانصافی سے بچنے کیلئے اقرب ہے۔

وجہ استدلال

جملہ حلال اور پسندیدہ عورتوں میں سے صرف دو یا تین یا چار کے ساتھ نکاح کو حلال

ٹھہرایا گیا ہے حالانکہ متعہ میں عوتوں کی تعداد متعین نہیں حتی کہ ہزار عورتوں کی ساتھ بھی بیک وقت متعہ شیعہ صاحبان کے نزدیک درست ہے لہذا ممتوعہ عورتیں ما طاب لکم من النساء میں داخل نہیں ہوسکتیں اور نہ ہی عقد متعہ کو نکاح شرعی قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ اس میں آخری حد جواز چار ہے اور متعہ میں یہ حد نہیں۔

نیز اندیشہ ناانصافی اور عدم مساوات کا ہوتو اس صورت میں ایک عورت کے ساتھ نکاح حلال ہے یا لونڈیوں اور مملوکہ باندیوں پر اکتفا کا حکم ہے حالانکہ متعہ میں مساوات اور عدل و انصاف لازم نہیں لہذا اس کا استثناء بھی لازم تھا یعنی اگر ناانصافی کا خطرہ درپیش ہوتو نکاح نہ کرو بلکہ متعہ کرلو یا ایک پر اکتفا کرو یا پھر صرف مملوکہ باندیوں کے ساتھ مباشرت پر اکتفا کرو۔ علی الخصوص جب کہ ایک بیوی کے ہوتے ہوئے بھی نان نفقہ وغیرہ میں ناانصافی ہوسکتی ہے اور لونڈیوں کا خرچ اور لباس وغیرہ بھی لازم ہے اس میں کوتاہی ہوسکتی ہے اور عقد متعہ میں صرف اجرت لازم ہے اور اس کی ادنی مقدار بھی متعین نہیں حتی کہ ایک مٹھی گندم یا مسواک پر بھی متعہ ہو سکتا ہے لہذا اس میں ناانصافی اور ظلم وزیادتی کا احتمال بہت کم بلکہ کالعدم تھا تو اس کا ذکر از حد ضروری تھا لہذا اس کو نظرانداز کرنا اور صرف دوصورتوں پر اکتفا کرنا دلیل حصر و تخصیص ہے۔

لہذا اس آیت مبارکہ کا صریح مفہوم اور واضح معنی اس امر کی بین دلیل ہے کہ قرآن مجید متعہ کی نفی کرتا ہے اور اس کو قطعاً جائز نہیں رکھتا۔

۲۔﴿وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ﴾ (النور ۳۳)

شیعی ترجمہ مقبول

اور جن کو تم میں سے نکاح میسر نہ ہو ان کو عفت برتنی چاہیے یہاں تک کے اللہ تعالی ان

کو اپنے فضل سے غنی کردے۔

وجہ استدلال

نکاح کے لوازمات میں مہر کے ساتھ ساتھ نان ونفقہ اور لباس ورہائش کا بندوبست بھی داخل ہیں لہذا ان لوازمات کا متحمل نہ ہونے کی صورت میں عورتوں سے الگ رہنے اور خواہشات نفس پر قابو رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور یسار اور وسعت مالی کا انتظار کرنے کا حکم دیا گیا ہے حالانکہ متعہ میں قلیل ترین اجرت ہی سے کام چل سکتا تھا۔

نہ نان ونفقہ نہ لباس وپوشاک اور بستر وغیرہ کا بوجھ نہ مکان نہ رہائش کی کلفت ایسی صورت میں استعفاف اور پاک دامنی کا حکم اور خواہشات نفس پر کنٹرول اور زنا سے اجتناب کا حکم دینے کا کیا معنی؟ صاف صاف بتادیا جاتا کہ نکاح کی طاقت نہ ہوتو متعہ کرلو اور اس کی طاقت نہ ہوتو کسی بھائی سے وقتی طور پر لونڈی بطور عاریت لے لیا کرنا لہذا ایسی ضرورت کے وقت بھی متعہ اور تحلیل فرج کا نام نہ لینا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ ان کا شرعا کوئی وجود نہیں اور عنداللہ ان کی کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔

ملا محسن فیضی ''تفسیر صافی ج۲ص۵۲'' میں لکھتا ہے۔

﴿المشهور في تفسيرها ليجتهدوا في قمع الشهوة وطلب العفة بالرياضة لتسكين شهوتهم كما قال النبي ﷺ يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فانه له وجاء﴾

شیعی مترجم مقبول حاشیہ قرآن میں اس کا ترجمہ کرتے لکھتا ہے۔

''تفسیر صافی'' میں ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں یہ امر مشہور ہے کہ جن لوگوں کو نکاح کا سامان یا ذریعہ میسر نہ ہو انہیں لازم ہے کہ شہوت کے قلع قمع کرنے میں بہت کوشش کریں۔ اور

طبیعت کے جوش کو ساکن کرنے کے لئے اور عفیف رہنے کے لئے زیادہ عبادت بجالائیں جب کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے نوجوانو! تم میں سے جسے شادی کرنے کی استطاعت ہو وہ ضرور شادی کرے اور جسے اسباب نکاح میسر نہ ہوں تو اسے لازم ہے کہ روزے رکھا کرے کہ روزہ رکھنا قاطع شہوت ہے۔ (صفحہ نمبر ۵٦۵، حاشیہ نمبر ۵)

۳۔﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَّلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ فَاِذَا اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (النساء ۲۵)

شیعی ترجمہ مقبول

اور جو تم میں سے اتنا مقدور نہ رکھتا ہو کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کر لے جو تمہارے قبضے میں ہوں اور اللہ تمہارے ایمان سے خوب واقف ہے تم ایک دوسرے کے ہم جنس ہو پس ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو اور ان کی مہر نیکی کے ساتھ ان کو دے دو (وہ) عفیفہ ہوں نہ بدکاریں اور نہ چوری چھپی آشنائی کرنے والیاں پھر جب وہ نکاح میں آجائیں اور بدکاری کریں تو ان کو آزاد عورتوں کی بہ نسبت آدھی سزا دی جائے گی یہ تجویز (یعنی لونڈیوں کے ساتھ نکاح کا جائز رکھنا) ان کے لئے ہے جو تم میں سے زحمت تجرد سے ڈرتے ہیں اور صبر کرنا تمہارے لئے بہت ہی اچھا ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

(مقبول ترجمہ، صفحہ نمبر ۹۷)

''العنت'' کا ترجمہ زحمت تجرد کرنے کے بعد حاشیہ میں لکھتا ہے ''العنت'' کے معنی ہیں [illegible]لے کے اور ہڈی کے ٹوٹ جانے کے اور استعارۃً ہر مشقت اور ضرر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے یہاں مطلب یہ ہے کہ ایسے گناہ سے ڈرتا ہو جس کا ارتکاب غلبہ شہوت سے ہو جائے۔

وجہ استدلال

جس شخص میں آزاد عورت کے ساتھ نکاح کی قدرت و استطاعت نہیں اس کے لئے مومن لونڈیوں کے ساتھ ان کے مالکوں کی اجازت سے اور مناسب اجرت اور حق مہر دے کر نکاح کرنا جائز رکھا گیا ہے تاکہ زنا کا ارتکاب نہ کر بیٹھے۔ اگر متعہ یا بطور عاریت فرج کا استعمال جائز ہوتا تو قطعاً خوف زنا کے پیش نظر لونڈیوں کے ساتھ نکاح جائز نہ رکھا جاتا کیونکہ متعہ میں صرف اجرت لازم ہے اور عاریت الفرج میں اجرت بھی لازم نہیں بلکہ صرف مالک کا بار احسان ہے کہ میں نے اپنی لونڈی تجھ پر حلال کردی اور بس۔ لہذا ان دونوں صورتوں کے جائز ہوتے ہوئے لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے اور اجرت و حق مہر دینے کی پابندی کیوں ہوتی؟ متعہ میں اجرت دینا پڑتی ہے تو عقد میں بھی حرہ اور آزاد عورت کو لایا جاتا ہے نہ کہ لونڈی کو کہاں آزاد عورت کا مقام اور کہاں لونڈی جس کی نہ صحیح ترتیب و تہذیب نہ حرمت و عزت نہ معاشرہ میں کوئی خاص مقام اور پھر اولاد پیدا ہوگی تو لونڈی والے کی غلام ہو جائے گی اور بغیر قیمت ادا کئے ان کو آزاد نہیں کرا سکے گا ایسی صورت میں حرہ عورت کے ساتھ متعہ کا جواز بہت بڑی نعمت ہوتا جس میں سوائے اجرت کے کوئی خرچہ وغیرہ بھی لازم نہ ہوتا اور اولاد بھی رقیق و غلام نہ بنتی لہذا متعہ کا ذکر نہ کرنا اور لونڈی کے فرج کا بطور عاریت حاصل کرنے کا ذکر بھی نہ کرنا جو نکاح اور حق مہر کے لزوم سے زیادہ سود مند صورت تھی اس امر کا واضح و بین ثبوت ہے کہ متعہ اور عاریت فرج کا قرآن کی نگاہ میں کوئی جواز نہیں ہے اور اللہ تعالی کے ہاں قطعاً یہ فعل جائز نہیں ورنہ ایسی مجبوری

اور اضطرار والے موقع پر اس کا ذکر ضرور کیا جاتا اور جب نہیں اور قطعاً نہیں تو معلوم ہوا کہ از روئے قاعدہ (السکوت فی معرض البیان بیان) حلال طریقے پر عقد کی دو صورتیں ہیں یا حرہ عورت کے ساتھ نکاح اور اس کی استطاعت نہ ہو تو کسی کی مومنہ لونڈی کے ساتھ نکاح اس کے علاوی تیسری صورت عقد کی موجود نہیں ہے اور نہ حلال و روا ہے علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

﴿وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ﴾ (النساء)

اور اگر صبر سے کام لو اور لونڈیوں سے نکاح بھی نہ کرو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے آزاد عورت سے تو نکاح کی طاقت نہیں تھی اور لونڈیوں سے نکاح نہ کرنا بھی بہتر تاکہ اولاد رقیق اور غلام نہ بن جائے اپنی لونڈی ہوتی تو دوسروں کی لونڈی سے نکاح کی ضرورت نہ ہوتی لہذا نہ آزاد عورت سے نکاح نہ اپنی لونڈی موجود رہی دوسروں کی لونڈی سے نکاح والی صورت تو اس سے بھی اجتناب بہتر۔ تو ایسی صورت میں متعہ اور عاریت الفرج جیسی آسان صورت اور نعمت خداوندی کا ذکر نہ کیا جانا اور صرف صبر کی تلقین کرتے جانا بھی اس امر کی بین دلیل ہے کہ وہ صورتیں شرعاً درست نہیں ہیں ورنہ ادھر ترغیب دلا کر زنا سے بچنے کی تلقین ضرور کی جاتی۔

﴿قال اللہ تعالیٰ: وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّاوَرَآءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ﴾

(النساء ۲۴)

اور ان حرام عورتوں کے علاوہ سب تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں کہ تم ان کی خواستگاری کرو اپنے مال خرچ کر کے درآنحالیکہ تم پاکدامنی حاصل کرنے والے ہو اور محض شہوت رانی تمہارا مقصد نہ ہو۔

وجہ استدلال

اس آیت مبارکہ میں محرمات کے علاوہ دیگر تمام عورتوں کا حلال ہونا بیان کر دیا گیا ہے

مگر اس صورت میں کہ مال خرچ کر کے ان کی خواستگاری کی جائے لہذا جس عورت میں محض بالکل حلال کہہ دینا کافی سمجھا گیا ہو تو اس کی حرمت بھی واضح ہو گئی جس کو روافض نے عاریت یا تحلیل الفرج کا نام دے رکھا ہے دوسرا اس خواستگاری کا مقصد احصان اور نفس کا تحفظ ہو محض مادہ منویہ کا ظرف خالی کرنا اور فقط حرارت نطفہ سے تسکین حاصل کرنا مقصود نہ ہو اور یہ امر ظاہر ہے کہ متعہ میں صرف اور صرف گرم پانی نکالنا اور اس کی حرارت اور ہیجان سے تسکین حاصل کرنا مقصد ہوتا ہے اور بالخصوص لواطت کا بھی یہی مقصد ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ خود روافض کے نزدیک متعہ موجب احصان نہیں ہوتا ورنہ زنا کا مرتکب ہونے کی صورت میں اس کو رجم کیا جاتا حالانکہ ہزار بار متعہ کرنے کے باوجود اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں عورتوں کے ساتھ متعہ کے باوجود اس شخص کو زنا کی صورت میں سنگسار نہیں کیا جا سکتا اور اس طرح عورت سینکڑوں مردوں کے ساتھ متعہ کرے پھر بھی محصنہ نہیں اس لئے بصورت زنا سنگسار نہیں ہو سکتی جب تک مستقل نکاح نہ کرلے لہذا واضح ہو گیا ہے کہ محصنین میں وہی لوگ داخل ہیں جن کا مقصد نکاح شرعی کے قلعہ میں نفس کو پابند کر کے اسے عفیف بنانا ہو جیسا کہ محصنات میں بھی وہی عورتیں ہیں جو مستقل نکاح کے ذریعے اپنے آپ کو عفیف بنا چکی ہوں کنواری عورت خواہ جتنی مرتبہ زنا کرے اس کو رجم نہیں کیا جا سکتا اس کو صرف سو کوڑے ہی لگائے جائیں گے اور یہی حکم متعہ کا بھی ہے لہذا یہ لوگ مسافحین میں داخل ہیں نہ کہ محصنین میں ۔ اور ﴿حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّهَاتُکُمْ وَبَنَاتُکُمْ﴾ میں تحریم کا تعلق ان عورتوں کے نکاح کے ساتھ تھا لہذا ﴿اُحِلَّ لَکُمْ مَّاوَرَآءَ ذٰلِکُمْ﴾ میں حلت کا تعلق بھی محرمات کے علاوہ دیگر عورتوں کے نکاح سے ہوگا اور قاعدہ یہ ہے کہ نفی و اثبات قیود کی طرف راجع ہوتے ہیں لہذا حلال وہی نکاح ہوگا جو موجب احصان ہو اور متعہ ایسا عقد نہیں جو موجب احصان ہو لہذا حلت کا بھی اس سے تعلق نہیں ہو سکتا بلکہ صرف اور صرف نکاح دائمی ہی حلال ٹھہرے گا۔

ف: اسی ضمن میں ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ﴾ کا معنی ومفہوم بھی واضح ہو جائے گا۔ کہ جب تمہارے لئے حق مہر کے ذریعے اور اموال صرف کر کے عورتوں کی خواستگاری اور ان سے نکاح حلال کر دیا گیا ہے تو اس حلال فعل پر عمل کی صورت میں مترتب نتائج واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم ان کے ساتھ نکاح کے ذریعے نفع اندوز ہو جاؤ اور ان سے لذت جماع حاصل کرلو تو نکاح میں ان کو مقرر حق مہر پورا پورا وہ جو اللہ کی طرف سے فرض کیا ہوا ہے محض نکاح کے حلال ٹھہرانے پر تو مہر دینا لازم نہیں تھا بلکہ صرف نکاح سے بھی پورا مہر لازم نہیں آتا تھا جب تک حقیقتاً یا حکماً مباشرت نہ پائی جائے اس لئے فرمایا کہ جب تم نے ان سے نفع حاصل کر لیا ہے تو ان کو ان کا مقرر حق دو مثلاً زنا حرام ہے مگر جب کوئی اس کا ارتکاب کرے گا تو سزا کا مستحق ہوگا اسی طرح نکاح محرمات کے ماسوا سے حلال ہے۔

اور مہر دینا لازم مگر اس وقت جب اس عقد سے کوئی منفعت بھی حاصل کر لے نہ کہ محض عقد سے پورا مہر لازم ہو جائے گا حتی کہ اگر قبل از مباشرت طلاق ہو جائے تو نصف مہر لازم ہوگا۔

کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ الحاصل اس آیت کریمہ میں ﴿اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ پر مترتب ہونے والے ایک اور نتیجہ اور متفرع ہونے والے ایک اور حکم کا بیان ہے جس پر ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ﴾ کی فاء صراحۃ دلالت کر رہی ہے۔ یعنی جن عورتوں کے ساتھ حق مہر کے ذریعے نکاح تمہارے لئے حلال ٹھہرایا ہے۔ جب تم ان سے جماع کے ساتھ متمتع ہو جاؤ تو پورا پورا حق مہر ان کو دو یہی معنی اس آیت کریمہ کا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے جیسے کہ ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور نحاس نے اپنے ناسخ میں نقل کیا ہے۔

﴿عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنهما فی قوله تعالی فما استمتعتم به

منهن فاتوهن اجورهن فريضة "يقول اذا تزوج الرجل منكم المرأة ثم نكحها واحدة فقد وجب صداقها كله والاستمتاع هو النكاح وهو قوله واتوا النساء صدقاتهن نحلة"﴾ (تفسیر در منثور جلد ۲ صفحہ ۱۳۹)

کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کریمہ ﴿فما استمتعتم﴾ الآیۃ کی تفسیر میں یوں منقول ہے کہ جب تم میں سے ایک شخص عورت کے ساتھ عقد کرے اور پھر ایک دفعہ اس سے مباشرت کرے تو پورا حق مہر اسے ادا کرنا لازم ہوگا اور اس استمتاع سے مراد جماع ومباشرت ہے اور یہ فرمان اللہ تعالیٰ کے اس دوسرے ارشاد کے بالکل مطابق ہے یعنی ﴿''اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً''﴾ کہ عورتوں کو ان کے حق مہر بطور عطیہ دو۔

نوٹ:۔ شیعہ صاحبان حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات کو بڑی اہمیت دیتے ہیں کیا ہم توقع رکھ سکتے ہیں کہ یہ روایت بھی شرف قبولیت پائے گی

سوال:۔ استمتاع کا لفظ جو قرآن مجید میں وارد ہوا ہے وہ عرف خاص اور اطلاقات شرع میں عقد متعہ کے معنی میں ہے اور اصل یہ ہے کہ کلمات قرآن کو معانی شرعیہ پر محمول کرنا چاہیے لہذا متعہ کا جواز قرآن مجید سے ثابت ہو گیا

جواب اول:۔ بیشک اصل یہی ہے کہ کلمات قرآنی کو معانی شرعیہ پر محمول کرنا چاہیے لیکن اس وقت جب اس کا سیاق وسباق اس سے مانع ہو اور اس آیت کریمہ سے پہلے ﴿''مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ''﴾ موجود ہے جو اس معنی کے منافی اور ممانع ہے جیسے کہ وجہ استدلال میں بیان کیا جا چکا ہے۔

جواب دوم:۔ معنی شرعی کا مراد ہونا خود شیعی قواعد وضوابط کے خلاف ہے ورنہ لازم آئے گا کہ محض عقد متعہ کی صورت میں پوری اجرت ادا کرنی لازم ہو حالانکہ شیعہ مذہب میں عورت نے اگر بلا عذر شرعی کے جتنے دن مرد کی خواہش پوری نہ کی اتنے دن کی اجرت کی حقدار نہیں ہوگی اور اگر

عورت اور اس کے اقارب رکاوٹ بنے رہے اور یونہی مدت عقد گزر گئی تو وہ عورت ایک پائی کی بھی حقدار نہ ہو گی جیسے کہ دوسری جگہ مفصل طور پر اسے بیان کیا گیا ہے اور اگر مباشرت اور جماع کے ذریعے تمتع اور نفع اندوزی مراد لی جائے تو یہ شرعی معنی نہیں بلکہ لغوی ہے لہذا جواز متعہ پر اس سے استدلال باطل ہو گیا رہا لغوی معنی کا مراد ہونا تو وہ نکاح دوام کے منافی نہیں ہے بلکہ اس میں بھی پورا حق مہر ادا کرنا اسی وقت لازم ہوتا ہے جب مباشرت حقیقی یا حکمی پائی جائے بلکہ نکاح دوام میں صرف ایک بار جماع سے پورا حق مہر ادا کرنا لازم ہوتا ہے جبکہ متعہ میں محض ایک مرتبہ جماع سے پوری اجرت ادا کرنی لازم نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے بعد عمداً کوتاہی کرنے پر بقیہ اجرت کا استحقاق ختم ہو جائے گا تو اس طرح استمتاع مطلق پر اجرت وحق مہر کی ادائیگی کا لزوم نکاح دوام مراد ہونے کا مرجح بن جائے گا نہ کہ عقد متعہ مراد ہونے کا قرینہ مرجحہ۔

سوال: ۔قول باری تعالیٰ میں ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ﴾ وارد ہے اور اجرت کا لفظ حق مہر پر نہیں بولا جاتا اور نہ نکاح دوام میں اس کا استعمال ہوتا ہے بلکہ عوض مالی کو نکاح دوام کی صورت میں مہر یا صدقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے لہذا ثابت ہوا کہ یہاں پر متعہ شرعی معنی میں ہے تو اس آیت کریمہ سے اسکا جواز ثابت ہو گیا۔

جواب: ۔ سراسر غلط تو ہم اور بے بنیاد شبہ ہے کہ لفظ اجرت حق مہر کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ اس آیت کے ذرا بعد لونڈیوں کے ساتھ ان کے موالی کی اجازت سے نکاح کرنے کی رخصت دیتے ہوئے میں فرمایا۔

﴿فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (النساء ۲۵) یعنی ان کے ساتھ ان کی موالی کی اجازت سے نکاح کرلو اور انہیں ان کی اجرتیں (حق مہر) معروف طریقہ پر ادا کردو۔ اس طرح حضرت شعیب علیہ السلام سے بطور حکایت کلام مجید میں وارد ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔

﴿اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ﴾ (القصص)

میں یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کروں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال تک اپنی خدمات بطور اجرت (حق مہر) پیش کرو لہذا یہاں بھی حق مہر کو اجرت کے ساتھ تعبیر فرمایا گیا ہے نیز خود سرور عالم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْۤ اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ﴾ (احزاب ۵۰)

اے نبی ﷺ ہم نے آپ کے لئے آپ کی وہ بیویاں حلال ٹھہرائی ہیں جن کی اجرتیں یعنی حق مہر آپ دے چکے لہذا نصوص قرآنیہ سے یہ دعوی باطل ہو گیا کہ حق مہر کو اجرت سے تعبیر نہیں کیا جاتا علاوہ ازیں مسلمہ قاعدہ ہے کہ علاقات مجاز میں جامعیت و واقعیت اور اطراد و انعکاس ہوتا ہے جہاں ایک جگہ ایک علاقہ اور مناسبت کے تحت لفظ کو حقیقت کی بجائے مجازی طور پر استعمال کیا جائے تو اس مناسبت کے تحت دوسری جگہوں میں بھی اس کو استعمال کیا جا سکتا ہے اور یہاں مجاز بالمشاکلت والا علاقہ موجود ہے جس طرح متعہ میں مرد کو عورت کے اندام مخصوص کو استعمال کرنے کے عوض مال ادا کرنا پڑتا ہے نکاح میں بھی مال ادا کرنا پڑتا ہے تو اس صوری مشاکلت اور مناسبت کے تحت اجرت کا لفظ حق مہر پر بھی استعمال ہو گیا لہذا اس میں استحالہ وامتناع کا توہم سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔

سوال: ۔ حضرت عبداللہ ابن عباس ابن جبیر ابی ابن کعب اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس آیت کریمہ کو اس طرح پڑھا ہے۔

﴿فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى﴾

یعنی جن عورتوں سے مدت مقررہ تک استمتاع کرو اور مدت کا تعین صرف عقد متعہ میں ہوتا ہے لہذا عقد متعہ قرآن مجید سے ثابت ہو گیا ملا فتح اللہ کاشانی نے تفسیر منہج الصادقین جلد ۲

صفحہ ۴۸۴ پر کہا۔

''واین صریح است در ارادۂ عقد متعہ'' وکذا فی مجمع البیان و برہان متعہ ص ۱۲ تا ۱۶۔ تجلیات صداقت ص ۲۹۸۔

اور علامہ فتح اللہ کاشانی نے منہج صفحہ ۴۸۷ پر کہا'' در قراءت شاذہ ابن عباس و ابن مسعود وابی ابن کعب وغیر ایشاں چنیں وارد است کہ ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ وایں قراءت نص است بر صحت متعہ زیرا کہ ﴿اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ یعنی مدت معین در غیر متعہ نمی باشد۔

جواب:۔ اولا یہ امر ذہن نشین رکھنا چاہے کہ قرآن مجید تواتر کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اخبار احاد اور قراءت شاذہ کے ساتھ اس کا ثبوت نہیں ہوسکتا اور اس قراءت کا شاذ اور خلاف متواتر ہونا خود شیعی علما کے نزدیک مسلم ہے جس طرح کے عبادت مذکورہ بالا میں تصریح ہے اور قراءت شاذہ کا قرآن نہ ہونا بھی شیعی علماء کے نزدیک مسلم ہے تو پھر اس استدلال کو نص قرآنی سے استدلال کہنا سراسر دھوکہ بازی ہے اور فریب کاری۔

قرآن کریم صرف تواتر سے ثابت ہوتا ہے

اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر اسے ذرا مفصل بیان کرتا ہوں شیعی علامہ ابوالحسن شعرانی نے تفسیر منہج الصادقین کے مقدمہ میں اس ضمن میں مفید اور کارآمد بحث کی ہے اور اپنے اکابر کی زبانی اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے لہذا قارئین کرام اس کی زبانی شیعی نقطہ نظر سنیں

''علمائے اہل سنت وشیعہ متفق اند کہ قرآن باید کہ بتواتر ثابت شود وآنچہ در اخبار آحاد وارد باشد قرآن نیست''

یعنی علمائے اہل سنت اور علمائے شیعہ کا اس پر اجماع واتفاق ہے کہ قرآن تواتر کے

بالکل ثابت ہونا چاہیے اور وہ جو اخبار آحاد میں وارد ہوتا ہے وہ قرآن نہیں ہے۔

مزید علامہ حلی کے تذکرہ باب القراءت اور نہایۃ الاصول اور دیگر علماء کی کتب سے نقل کرتے ہوئے کہا۔

''گویند ایں قول است کسی اثبات قرآن را بخبر واحد جائز ندانستہ'' یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ قول اجماعی ہے اور کسی نے قرآن مجید کا خبر واحد کے ساتھ ثابت کرنا جائز نہیں سمجھا سید ابو القاسم الخوئی نے ''تفسیر البیان'' کے مقدمہ میں کہا۔

﴿اطبق المسلمون بجميع نحلهم ومذاهبهم على ان ثبوت القرآن ينحصر طريقة بالتواتر﴾ (مقدمہ شعرانی، صفحہ ۴۷۳)

تمام مذاہب اور مکاتب فکر کے علماء باہمی اختلاف ونزاع کے باوجود اس امر پر متحد و متفق ہیں کہ قرآن مجید کا طریقہ ثبوت صرف اور صرف تواتر ہی ہے اور یہ حقیقت بھی مسلم کہ الی ﴿اجلٍ مُّسَمًّى﴾ قراءۃ شاذہ ہے تو ان دونوں مسلمہ امور سے واضح ہوگیا کہ نہ تو یہ لفظ قرآن ہے اور نہ اس پر مبنی استدلال قرآن مجید کے ساتھ استدلال ہوا لہذا یہ کہنا کہ متعہ قرآن مجید کی نص سے ثابت ہے سراسر خود فریبی ہے اور مسلم فریبی۔

ثانیا اس قراۃ شاذہ کا جو معنی ومفہوم شیعی علماء نے لیا ہے یعنی عقد متعہ وہ قراءت متواترہ میں وارد ان کلمات ﴿مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ﴾ سے باطل ٹھہرتا ہے لہذا متواتر کے برعکس شاذ قراءت سے حکم کا اثبات کیونکر جائز ہوسکتا ہے جب کہ نافی اور موجب حرمت قطعی ہے اور وہ قائل ہے۔

ثالثا عقد متعہ مراد لینا استمتاع کے لفظ پر مبنی ہو خوئی کی قراءت پر اجماع شیعہ کے خلاف ہے کہ محض عقد سے پوری اجرت لازم نہیں آتی اس لئے بھی یہ استدلال باطل ہوگیا۔

رابعا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ اور دیگر حضرات سے اس قراءت کا منسوخ

ہونا ثابت ہے جیسے کہ درمنثور میں طبرانی اور بیہقی کے حوالہ سے مذکور ہے کہ پہلے پہل صحابہ کرا[م] رضی اللہ تعالی عنہم اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے

﴿فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى.... حتى نزلت هذا الآي[ة] "حرمت عليكم امهاتكم الى آخر الاية فنسخ الاولى فحمت المتع[ة] وتصديقها من القرآن الا على ازواجهم او ما ملكت ايمانهم وما سوى هذ[ا] الخرج فهو حرام "﴾ (درمنثور جلد۲ صفحہ ۱۴۰)

یعنی ﴿اِلٰی اَجَلٍ مُسَمًّی﴾ کے اضافہ کے ساتھ (تا) حتی کہ یہ آیت کریمہ ناز[ل] ہوئی ﴿حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّهَاتُکُمْ ----﴾

تو اس نے پہلی کو منسوخ ٹھہرادیا اور متعہ حرام ہوگیا لہذا یہ قراءت ثابت بھی ہو تو منسوخ ہے اور متواتر نص جب منسوخ ہو تو اس سے استدلال درست نہیں تو شاذ اور منسو[خ] قراءت سے استدلال کیونکر درست ہوسکتا ہے اور اس روایت کی تائید اس روایت سے بھی ہو[تی] ہے جس کو ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے نقل کیا ہے کہ ابتداء اسلام میں متع[ہ] جائز تھا اور قراءت یوں کی جاتی تھی۔

﴿فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى، نسختها محصنين غير مسافحين﴾ (درمنثور جلد۲ صفحہ ۱۴۰، ۱۳۹)

پھر متعہ کو اس قول باری تعالی ﴿مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ﴾ نے نسخ کردیا مقصد اس عقد سے عزت وآبرو کا تحفظ ہو اور محض مادہ منویہ کا خارج کرنا مقصود نہ ہو۔ حالانکہ متع[ہ] بنیادی مقصد ہی یہی ہوتا ہے۔ لہذا ان دونوں روایتوں نے واضح کردیا کہ یہ قراءت منسوخہ ہے

علامہ کاشانی کا انحراف اول

الغرض استدلال کے اس ضعف اور سقم کو ملحوظ رکھتے ہوئے علامہ کاشانی نے پلٹا کھا[یا] اور کہا۔

ہرگاہ مثبت قرآن نباشد چہ مانع باشد از آنکہ بآں حکمے ثابت شود و ما قانعیم بخبر واحد د[ر] [این] صورت۔

یعنی قراءت شاذہ ہونے کی وجہ سے اگرچہ وہ قرآن نہ ہو اور متعہ کا اثبات قرآن سے نہ ہ[و] [تو] اس قراءت سے حکم جواز ثابت کرنے میں کون مانع ہے (قرآن نہ سہی خبر واحد سہی) اور ہم اس صورت یعنی جواز متعہ میں خبر واحد پر قناعت کرتے ہیں مگر علامہ کاشانی صاحب کو جب ی[ہ] خیال آیا کہ جب متواتر نص اس کے خلاف ہو اور ناسخ ہو تو پھر اس کو خبر واحد کے درجہ میں سمجھنے [سے] بھی استدلال کیونکر درست ہوسکتا ہے تو پھر دوسری قلابازی کھائی اور کہا۔

علامہ کاشانی کا انحراف دوم

"مشروعیت آں درایت است ونسخ آں روایت وما طرح نمی کنیم درایت را بروایت"

کہ متعہ کا جائز ہونا قیاس اور دلالت عقل سے ثابت ہے اور اس کا منسوخ ہونا مروی او[ر] منقول اخبار سے ثابت ہے اور ہم دلالت عقل اور درایت وقیاس کو روایت اور خبر کی وجہ سے نظر انداز نہیں کرسکتے الغرض نہ قرآن دلیل ہے اور نہ روایت واخبار بلکہ شیعی ملت کی عقل ہی متعہ کے جواز کی دلیل ہے باقی سب بہانے اور فریب کاریاں اور قرآن مجید کے کلمات طیبہ ﴿فما استمتعتم الی اجل مسمی﴾ اور ﴿اجورهن﴾ میں سے کسی کے ساتھ بھی استدلال درست نہیں ہے اور علماء شیعہ نے ائمہ کرام کی طرف سے اس طرح کے استدلال کی جو نسبت کی ہے جیسے تہذیب الاحکام وغیرہ میں ہے تو وہ سراسر کذب وافتراء ہے اور خلاف حقیقت واقعہ۔

علامہ ڈھکو صاحب کا انوکھا استدلال

اس آیت کریمہ ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ﴾ سے نکاح مراد لیا جائے تو تکرار لازم آتا ہے کیونکہ اس سے پہلے ﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ کہہ کر نکاح کا حکم بیان ہو چکا ہے لیکن اس سے عقد متعہ مراد لیا جائے اس طرح ایک نیا حکم معلوم ہوگا۔ علماء معانی و بیان کا اتفاق ہے:

﴿التاسیس اولی من التاکید﴾ تاسیس اور نئے معنی کو تاکید پر ترجیح ہوتی ہے۔

الجواب السدید بتوفیق اللہ المجید: قاعدہ مسلم کہ تاکیدی معنی بجائے نئے معنی والی صورت اولی ہوگی مگر اس طرح بھی اس کو متعہ کی حلت پر نص قطعی قرار دینا تو غلط ہو گیا علاوہ ازیں تاسیس صرف عقد متعہ میں ہی منحصر کیوں ہے بلکہ پہلے محرمات کے ساتھ نکاح کی حرمت بیان فرمائی پھر ان کے ماسواء کے ساتھ نکاح کا حق مہر کے بدلے جواز بیان کیا اور اس آیت کریمہ میں بطور تفریع عقد نکاح کے بعد استمتاع اور لطف اندوز ہونے کی صورت میں مہر کامل کا لزوم اور جلد از جلد اس سے سبکدوش ہونے کا حکم دیا اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ محض عقد متعہ سے شیعہ کے نزدیک اجرت لازم نہیں ہوتی بلکہ عقد کے بعد خود عورت یا اس کے اقربا دیدہ دانستہ اس شخص کو مباشرت کا موقع نہ دیں تو اس صورت میں عورت ایک پائی کی بھی حقدار نہیں ہوتی اور اگر چند دن موقع نہ دے تو اس کی اجرت کی حقدار نہیں ہوگی تو لامحالہ یہاں پر عملی طور پر ازدواجی منفعت کے حاصل کرنے پر حق مہر کے واجب الادا ہونے کا ذکر کیا گیا ہے نہ عقد متعہ کا۔

مفسرین اہل سنت نے یہی تفسیر کی ہے۔

امام سیوطی نے درمنثور میں اور امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اقوال کے ضمن میں مجاہد کا قول تو [illegible] کیا ہے لیکن اس کو ضعیف اور مرجوع تفسیر قرار دیا ہے درمنثور کے حوالہ جات گزر چکے

[illegible] مستند روایات کے حوالہ سے متعہ والے معنی کا ابطال کیا گیا ہے لہذا اس قسم کے اقوال [illegible] غلط ہے تفسیری قول وہی معتبر ہوگا جس کی تائید آیت کریمہ کے سیاق و سباق سے [illegible] علامہ سید محمود آلوسی بغدادی نے روح المعانی میں فرمایا۔

﴿هذاه الآية لا تدل على محل والقول بانها نزلت فى المتعة غلط [illegible] البعض لها بذلك غير مقبول لان نظم القرآن ياء باه حيث بين [illegible] اولا المحرمات ثم قال عز شانه (واحل لكم ماوراء ذلكم ان تبتغوا [illegible])وفيه شرطه بحسب المعنى فيبطل تحليل الفرج واعارة وقد قال بها [illegible] ثم قال تعالى "محصنين غير مسافحين" وفيه اشارة الى النفى عن كون [illegible] مجرد قضاء الشهوة وصب الماء واستفراغ اوعية المنى فبطلت المتعة [illegible] القيد" الخ﴾

یہ آیت کریمہ متعہ کی حلت پر دلالت نہیں کرتی اور یہ دعوی کہ یہ متعہ کے حق میں نازل [illegible] ہے اور بعض کا اس کی متعہ کے ساتھ تفسیر کرنا ناقابل قبول ہے کیونکہ قرآن کریم کی [illegible] اور نظم و ترتیب اس تفسیر کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالی نے پہلے محرمات کو بیان کیا پھر ان [illegible] ماسواء کی حق مہر کے عوض حلت بیان فرمائی جس میں باعتبار معنی کی شرطیت پائی گئی ہے کہ مال [illegible] شرط ہے لہذا اس سے شیعہ کا نظریہ تحلیل اور عاریت فرج باطل ہو گیا کیونکہ وہ مفت [illegible] اور [illegible] ہوتا ہے پھر فرمایا کہ احصان مقصود ہو محض قضاء شہوت، مادہ منویہ کا اخراج او[illegible] منویہ کو خالی کرنا مقصود نہ ہو تو اس قید سے متعہ باطل ہوگا کیونکہ اس کا مقصد گھر آباد کر[illegible] اور نہ اولاد کا حصول اور عزت و آبرو کا تحفظ۔ اسی لئے متعہ والی عورت ہر مہینہ نئے خاو[illegible] [illegible] ہوتی ہے اور ہر سال نئے نویلے خاوند کی گود میں۔ اسی لئے شیعہ صاحبان کو بھ[illegible] [illegible] ہے کہ عقد متعہ کے بعد اگر وہ شخص زنا کرے تو اس پر سنگساری کی سزا لاگو نہیں ہوگی ور[illegible]

نکاح دوام میں ایک مرتبہ مجامعت کر لینے کے بعد زنا کی صورت میں سنگسار کر دیا جائے گا

﴿ ثم فرع سبحانه على حال النكاح قوله عز من قائل (فاذا استمتعتم)وهو يدل على ان المراد بالاستمتاع هو الوطى والدخول لا الاستمتاع بعنى المتعة التي يقول بها الشيعة. ﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے حالت نکاح پر بطور تفریع وطی اور مجامعت کا ذکر فرما کر اس کا لازمی نتیجہ بیان فرمایا یعنی مہر کامل کا لزوم اور وجوب الاداء نہ وہ متعہ جس کے شیعہ قائل ہیں (ورنہ ایک ہی آیت میں تعارض پیدا ہو جائے گا) پہلا حصہ ﴿مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾ متعہ کو حرام ٹھہراتا ہے اور آخری اگر اس کو جائز کر دے تو صریح تعارض و تناقض پیدا ہوگا اور وہ بھی ایک ہی آیت میں جس کو کوئی شخص بھی جائز اور ممکن نہیں سمجھ سکتا اور اسی لئے علامہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ متعہ اور نکاح کے متعلق وارد دونوں تفسیروں میں اولی وانصب بلکہ صحیح صواب نکاح والی تفسیر ہے اور جماع و مباشرت والی کیونکہ قرآن وحدیث کی رو سے نکاح اور ملک یمین کے علاوہ سب صورتیں عقد و جماع کی ممنوع اور حرام ہیں۔

﴿قال ابو جعفر اولى التاويلين فى ذلک والصواب تاويل من تاويله .﴾

علامہ ڈھکو صاحب کی فریاد

''قابل غور بات یہ ہے کہ جب اوائل اسلام میں متعہ کے جواز پر سب اہل اسلام کا اتفاق ہے تو اگر اس آیت سے متعہ کا جواز ثابت نہ ہو تو پھر دوسرے مسلمان ہی بتلائیں کہ یہ جواز کس دلیل پر مبنی ہے؟ (تجلیات صفحہ ۲۹۸)

﴿الجواب الصواب بتوفيق ملهم الصدق والسداد :﴾

ڈھکو صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ شراب بھی ابتدائے اسلام میں حلال تھی اور سب کا

اس پر اتفاق ہے تو اس کا جواز کونسی آیت سے ثابت کیا گیا تھا مدینہ منورہ میں قبلہ بیت المقدس کو بنایا گیا اس کی دلیل کونسی آیت تھی۔ لہذا ہر کام صریح آیت سے ثابت کرنا لازم نہیں ہے بلکہ احادیث سے بھی حلت و حرمت ثابت ہوتی ہے اور وہ بھی مدار احکام ہیں تو متعہ حلال ہونا بھی احادیث سے ثابت ہے اور اسکا حرام ہونا قرآن مجید اور حدیث سے بھی ثابت ہے جس طرح بیت المقدس کا قبلہ ہونا سنت سے ثابت اور اس کا منسوخ ہونا قرآن مجید سے بھی اور سنت سے بھی ثابت ہے۔

نیز واقعہ یہ ہے کہ عقد متعہ دور جاہلیت سے چلا آرہا تھا سرور عالم ﷺ نے اس کو ابتداء میں ممنوع نہ ٹھہرایا جس طرح شراب نوشی کی عادت دور جاہلیت سے چلی آرہی تھی اسلام میں اس کو فوری طور پر منع نہیں کیا گیا بلکہ تدریجا اور آہستہ آہستہ اس کو ممنوع قرار دیا علاوہ ازیں قانون اور قاعدہ یہ ہے کہ حلت محتاج دلیل نہیں کیونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہوتی ہے بلکہ حرمت محتاج دلیل ہوا کرتی ہے لہذا دوسرے مسلمان تو یہی سمجھتے ہیں اور یہی بتلاتے ہیں کہ حلت اباحت اصلیہ کی وجہ سے ثابت تھی اور ابتداء اسلام میں اس سے تعرض نہ کرنے کی وجہ سے مگر ڈھکو صاحب اسے تسلیم کریں بھی تو ورنہ بتلانے کا فائدہ کیا؟

﴿قال الله تعالى :وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ .اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ.﴾ (مومنون ۷،۶،۵۔ المعارج ۳۱،۳۰،۲۹)

شیعی ترجمہ مقبول

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں سوائے اپنی ازواج کے یا اپنے ہاتھ کے مال (لونڈیاں) کہ اس کی صورت میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں پس جو اس کے سوا خوا

کرے پس وہی تو زیادتی کرنے والے ہیں۔

وجہ استدلال

اللہ تعالیٰ نے فلاح پانے والے اہل ایمان کے اوصاف کمال گنواتے ہوئے یہ صفت بھی بیان فرمائی کہ وہ مومن فلاح پائیں گے جو اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھنے والے ہوں گے اور ان کو استعمال کریں گے تو صرف اور صرف اپنی زوجات اور لونڈیوں میں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بطور عاریت لی ہوئی عورت کو زوجہ کہہ سکتے ہیں یا مملوکہ؟ قطعاً نہیں لہذا اس تحلیل و عاریت کی صورت بھی واضح ہوگئی اور اس طرح متوعہ عورت کو مملوکہ اور لونڈی نہیں کہہ سکتے اور یہ بالکل واضح ہے زوجہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں اگر نظر صحیح سے کام لیں اور عقل سلیم اور فہم مستقیم کو بروئے کار لائیں تو اس میں بھی تردد کی گنگائش نہیں کہ متوعہ کو زوجہ نہیں کہہ سکتے جس کے کئی وجوہ ہیں متوعہ زوجہ نہیں

1۔ زوجیت کے لوازم میں میراث طلاق عدت نفقہ لباس اور سکنی وغیرہ اور متوعہ میں ان میں سے کوئی بھی متحقق نہیں اور انتفاع لوازم انتفاء ملزوم کی دلیل و علامت ہوتا ہے لہذا ثابت ہوا کہ متوعہ زوجہ نہیں ہے۔

نوٹ: مفصل بحث متوعہ اور منکوحہ کے وجوہ کے فرق کی اور متوعہ میں لوازم زوجیت کی نفی کی بعد میں ذکر کی جائے گی۔

2۔ قرآن مقدس میں زوجہ کا لفظ جہاں بھی وارد ہوا دائمہ نکاح وارتباط کے معنی میں ہی مستعمل ہوا ہے مثلاً ﴿ یَا آدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ ﴾ میں حضرت حوا علیہا السلام کو زوجہ کہا گیا ہے۔

﴿یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾ میں بھی پردہ کا حکم نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات بنات طیبات اور مومنین کی ازواج ونساء کے لئے ہے

یہاں بھی کسی دوسرے معنی کا تصور نہیں ہوسکتا۔

﴿وَلَا تَنْکِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ اَبَدًا﴾ (الاحزاب ۵۳)

میں بھی فقط یہی معنی مراد ہے۔

﴿وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ﴾ (الدخان ۵۴) میں بھی دائمی ارتباط اہل جنت کا حورعین سے مراد ہے۔

﴿فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَهَا﴾ (الاحزاب ۳۷)

میں بھی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت زید بن حارثہ کی طرف سے طلاق ملنے کے بعد آنحضرت ﷺ کے ساتھ دائمی نکاح میں دینے والا معنی مراد ہے الغرض کلام مجید میں عورتوں پر زوجہ کا اطلاق اور مردوں کے ساتھ تزویج کا استعمال نکاح دائم میں ہی ہے اور محاورات عرب میں بھی ایک دفعہ جماع یا ایک دن کے لئے اجرت پر لی ہوئی عورت کو زوجہ کہنا ثابت نہیں لہذا یہاں بھی وہی متعارف معنی مراد ہوگا اور شرمگاہوں کے ازواج کے اور باندیوں کے علاوہ استعمال کی نفی اور صرف ان میں استعمال کے حصر کی وجہ سے متعہ اور عاریت الفرج وغیرہ کی حرمت واضح ہوجائے گی۔

3۔ شیعہ کتب میں منقول اقوال ائمہ سے بھی یہی ثابت ہے کہ متوعہ عورتیں متاجرات ہیں اور بمنزلہ اماء اور لونڈیوں کے ہیں (تہذیب الاحکام جلد ۷ صفحہ ۲۵۹) پر امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے ﴿"تزوج منهن الفافا نهن مستاجرات ..."﴾ متوعہ عورتوں میں سے ہزار کے ساتھ عقد متعہ کرلو کیونکہ وہ اجرت پر لی ہوئی ہیں اور امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے ﴿"وانما هی مستاجرة قال وعدتها خمسة واربعون لیلة"﴾ متوعہ عورت اجرت پر لی ہوئی اور اس کی عدت پینتالیس دن ہے۔ اور ابوجعفر طوسی صاحب نے یہی عنوان قائم کیا ہے ﴿"لاباس بان یتمتع الرجل متعة ما شاء لا نهن

بمنزلہ الاماء'' (تہذیب جلد ۷ ص ۲۵۶) الغرض جب وہ مستاجرہ ہیں اور لونڈیوں کی مثل تو ان کو ازواج میں داخل کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی حقیقی لونڈیاں ہوتیں تو ان کی بیع وشراء اور ہبہ واعتاق وغیرہ درست ہوتا جب وہ نہیں تو از روئے حکم لونڈیوں میں داخل ہو گئیں اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ لونڈیوں کا حکم الگ ہے اور ازواج کا حکم الگ ہے لہذا ایک قسم کو دوسری قسم میں داخل کرنے کا کوئی جواز نہیں ہو سکتا تو قطعا ثابت ہو گیا کہ متوعات ازواج نہیں ہیں اور مملوکہ باندیاں بھی نہیں جیسے کہ حصر کا مقتضاء مدلول ہے۔

سوال :۔ یہ آیت جن دو سورتوں میں موجود ہے وہ دونوں مکی ہیں اور متعہ بقول اہل سنت خیبر کے موقع پر حرام کیا گیا یا اوطاس اور فتح مکہ کے سال لہذا مکی آیت سے حرمت متعہ پر استدلال غلط ہو گیا۔

جواب اول :۔ مکی و مدنی کے اندر اصطلاحات کئی طرح کی ہیں ایک یہ ہے کہ جو ہجرت سے قبل نازل ہوئیں وہ مکی اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں وہ مدنی دوسری جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں وہ مکی اور جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں وہ مدنی تیسری جن میں خطاب کفار اور اہل مکہ سے ہے وہ مکی خواہ مدینہ منورہ میں ہی نازل کیوں نہ ہوئی ہوں اور جن میں خطاب اہل ایمان سے ہے وہ مدنی ہیں خواہ مکہ مکرمہ میں ہی نازل ہوئی ہوں ان دونوں آیات میں اہل ایمان مخاطب ہیں اور ان کی فلاح و بہبود اور اخروی کامیابی کا بیان ہے اگرچہ بصورت خبر ہے لہذا دوسری اور تیسری اصطلاح کے مطابق ان آیات و سور کا مکی ہونا متعہ کی حرمت کے خلاف نہیں۔ مثلا مکہ مکرمہ میں فتح مکہ کے موقع پر ان آیات کا نزول ہو تو آیت مکی بھی ہو گئیں اور متعہ کی حرمت بھی واضح ہو گئی پھر والذین ھم للزکوۃ فاعلون کا ذکر بھی اس کا مؤید ہے کیونکہ زکوۃ کی فرضیت مدینہ میں نازل ہوئی اور ہجرت کے بعد۔ لہذا پہلی اصطلاح کے مطابق آیات کو مکی ماننے کی صورت میں زکوۃ کا حکم بھی قبل از ہجرت ماننا پڑے گا جو خلاف واقعہ و حقیقت ہے۔

جواب دوم ۔ اگر پہلی اصطلاح کے مطابق بھی ان دونوں آیات کو مکی تسلیم کر لیا جائے تو پھر جواب یہ ہے کہ آیات کے مکی ہونے سے حکم کا بھی مکی ہونا ضروری نہیں بعض آیات مکیہ ہیں مگر حکم [illegible] ہے اور بعض آیات مدنی ہیں مگر حکم مکی ہے۔ دیکھیے وضو کی فرضیت جس آیت کریمہ سے [illegible] ہوئی ہے وہ مدنی ہے حالانکہ کہ حکم مکی ہے کیونکہ نماز کی فرضیت معراج کے موقع پر ہوئی تو [illegible] بھی اسی وقت سے فرض تھا نہ کہ پہلے بلا وضو نماز جائز رہی اور بعد ازاں وضو فرض کیا گیا اسی طرح آیت الجمعہ مدنی ہے حالانکہ فرضیت جمعہ کا حکم مکہ مکرمہ میں نازل ہوا اسی طرح زکوۃ کی فرضیت مکی سورتوں میں موجود ہے حانکہ حکم مدنی ہے اور اس کی ادائیگی اور وصولی صرف مدینہ منورہ میں ہوئی اسی طرح ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ﴾ (القمر ۴۵) مکیہ ہے لیکن عملی طور پر اس کا ظہور بدر کبری میں ہوا وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح ان آیات میں مکی و مدنی کا پہلا معنی مراد لے لیں تو بھی نزول مقدم ہے مگر حکم [illegible] اور اسی میں یہ مژدہ اور خوشخبری دینا مقصود ہے کہ موجودہ فقر و فاقہ اور ظاہری مغلوبیت [illegible] مجبوری کو نہ دیکھو پس وہ وقت آیا چاہتا ہے جب تم غنی اور صاحب نصاب ہو کر زکوۃ دینے کے [illegible] لائق ہو جاؤ گے اور تمہیں جہاد و قتال کا حکم ملے گا نصرت و فتح حاصل ہو گی اور تمہارے پاس ان[illegible] [illegible] لونڈیاں وغیرہ ہوں گی تمہاری دنیوی عزت و وجاہت بھی درجہ کمال پر ہو گی اور اخروی [illegible] فلاح و نجات بھی تمہارا مقدر ہو گی اور دنیا و آخرت میں فائز المرام اور کامیاب و کامران صرف [illegible] ہی ہو گے۔

(تفسیر الاتقان ج ۱ ص ۳۱)

اور ذرا انصاف سے کام لیتے ہوئے بتلائیے کہ ہجرت سے قبل کس صحابی کے پاس [illegible] لونڈیاں تھیں بلکہ کتنے صحابی تھے جو خود کفار کے غلام تھے یا مثل غلاموں کے مغلوب و مقہور۔ لہذا صاف ظاہر کے یہ حکم مدنی ہے اگرچہ آیتیں مکی ہیں۔

جواب دوم :۔ بطور الزام اور جدل کہا جا سکتا ہے کہ ﴿''اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ''﴾ و[illegible]

آیت مکیہ ہے اور اس کا معنی روافض کے نزدیک یہ ہے کہ حضرت سیدہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فدک دے دو حالانکہ وہ ہجرت کے ساتویں سال بعد ہاتھ آیا لیکن اس کا حکم پہلے مکہ میں نازل ہو گیا اگر فتح خیبر سے قبل فدک کا حکم نازل ہونے میں حرج نہیں تو غزوہ خیبر میں متعہ کی حرمت کا اعلان مکہ میں نزول حکم کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے؟

الغرض ان ازواج میں ممتوعہ عورت داخل نہیں اور نہ ہی اس کی حلت ثابت ہوتی ہے بلکہ حصر نے اس کی حرمت کو واضح کر دیا۔

عقد متعہ کے احکام قرآن میں مذکور نہیں

قرآن مجید نے صرف نکاح کو مباح قرار دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مفصل احکام، تعداد ازواج، طلاق، عدت، نفقہ، سکنی، ظہار، لعان، ایلاء اور وراثت وغیرہ صراحت کے ساتھ بیان فرمائے ہیں اگر ممتوعہ عورت بھی منکوحہ ہوتی اور ازواج میں داخل ہوتی تو لامحالہ اس کے احکام بھی بیان کئے جاتے آخر کوئی عقل مند آدمی یہ کیسے تصور کر سکتا ہے کہ منکوحات کی ایک قسم اور ازواج کی ایک صنف کا تو مکمل بیان کلام مجید میں ہو لیکن دوسری قسم کا سرے سے کوئی ذکر نہ ہو بلکہ ذاتی مملوک باندیوں اور منکوحہ باندیوں کے احکام بھی مذکور ہوں مگر اس حرہ اور آزاد عورت کا کوئی حکم مذکور نہ ہو تو لازمی طور پر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ لفظ نکاح اور زوجہ عقد متعہ اور ممتوعہ عورت کو شامل نہیں ہیں الغرض قول باری تعالیٰ ﴿اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ﴾ میں متعہ والی عورت قطعاً داخل نہیں لہذا اس کی حرمت اس فرمان باری تعالیٰ سے واضح ہو گئی۔

آیئے ہم آپ کو مفصل وجوہ فرق بتلاتے ہیں اور اس کے بعد آپ کی عقل سلیم اور فہم مستقیم سے ہی انصاف و دیانت کا واسطہ دے کر یہ سوال کرتے ہیں کہ عقد متعہ قرآن میں ہے تو دوسرے احکام کہاں ہیں اور علیم و حکیم اور رحمٰن و رحیم خدائے کریم نے ان بیچاریوں کو نظر انداز کیوں کیا ہے؟

متعہ اور نکاح میں وجوہ فرق

[illegible] کے لئے نان ونفقہ مکان اور اقامت گاہ غسل کا پانی حتی کہ مر جانے کی صورت میں [illegible] وغیرہ بھی خاوند پر لازم نہیں جب تک کہ عقد میں شرط نہ کریں'' اور نکاح دائم میں بلا شرط یہ [illegible] لازم ہو جاتے ہیں'' (جمع عباسی صفحہ ۱۱۶،۱۱۷۔ تحفۃ العوام صفحہ ۲۹۹۔ برھان المتعہ صفحہ [illegible] در نکاح متعہ عدد زوجات محصور نیست ونفقہ از کل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بر شوہر و توارث نیز [illegible] میان زوجین و در عقد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نکاح متعہ از اکل و شرب و مسکن و کسوت لازم نباشد [illegible] در عقد دوام اینھا لازم باشد'' (منہج صفحہ ۴۹۶ جلد ۲)

بلکہ لونڈی منکوحہ ہو یا ذاتی ملکیت اس کا نفقہ وغیرہ بھی خاوند اور مالک پر لازم ہے تو اس [illegible] معلوم ہوا کہ متعہ والی عورت لونڈی سے بھی کم درجہ رکھتی ہے لہذا اس کو منکوحات اور [illegible] میں شمار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔

[illegible] عورتیں متعدد ہوں تو ان کے درمیان شب باشی وغیرہ میں عدل اور برابری لازم نہیں [illegible] نکاح دائمی میں عدل لازم ہے اور ناانصافی کا اندیشہ ہو تو ایک سے زیادہ کے ساتھ عقد ہی [illegible] ہے اور لونڈیوں میں شب باشی اور وطی میں برابری لازم نہیں لہذا ممتوعہ مثل لونڈیوں کے [illegible] مثل منکوحہ کے۔ (برھان صفحہ ۶۴، جامع عباسی صفحہ ۱۵۴)

[illegible] عورت کے لئے طلاق نہیں نہ ایلاء اور نہ ہی لعان جبکہ نکاح دائم میں طلاق کے بغیر نکاح [illegible] ہو سکتا اور ایلاء یعنی مباشرت نہ کرنے کی قسم کھائے تو قسم منعقد ہو جائے گی اور خاوند بیوی پر الزام زنا عائد کرے تو لعان کے ذریعے مرد کا صدق اور عورت کی براءت کا امتحان ہو گا (وہ قسم [illegible] تو حد قذف یعنی اسی کوڑے برداشت کرے گا اور دونوں قسم اٹھا جائیں تو نکاح فسخ کر دیا [illegible]) لیکن متعہ میں آزادی ہے نہ ایلاء صحیح ہو گا تا کہ قسم توڑنے کی صورت میں کفارہ لازم ہو

اور نہ ہی تہمت لگانے کی صورت میں لعان تا کہ مرد کا صدق یا عورت متمتعہ کی براءت ثابت ہو اور مرد حد قذف برداشت کرے یا عورت حد زنا۔ کیونکہ یہ تو ہے عزت کے تحفظ کے لئے اور ان دونوں کی عزت شیعہ شریعت میں ہے ہی نہیں لہذا لعان نہ ہوگا۔ (برہان صفحہ ۶۴)

۴۔ متعہ کے ذریعے اولاد پیدا ہو تو والد کے وارث ہوں گے بشرطیکہ والدان کے اولاد ہونے کو تسلیم کرے اور اگر انکار کرے کہ یہ میرے نہیں ہیں تو وارث نہیں ہوسکیں گے اور لعان کے ذریعے والدین کا سچ جھوٹ اور نیکی بدی معلوم کرنا بھی درست نہیں خواہ ممتوعہ فاحشہ نہ ہو "اگر نفی ولد کند حاجت بلعان نیست" (برہان المتعہ صفحہ ۶۴)۔

"اگر آن زن متعہ باشد یا کنیز بجرد گفتن شوہر فرزندی آں فرزند برطرف می شود محتاج بلعان نیست" (جامع عباسی صفحہ ۱۵۵، ۱۷۵)

لیکن دائمی ہو تو خواہ عورت فاحشہ ہی کیوں نہ ہو لعان کے بغیر اولاد کی نفی قابل تسلیم نہیں ہوگی وبجر دآں کہ زن باشد شوہر نمی تواند گفت کے فرزندے کہ از و حاصل شدہ باشد فرزند نیست وفرزندی آں فرزند برطرف شود اگر زن دائمی باشد مگر آنکہ درمیان زن وشوہر لعان واقع شود۔

(جامع عباسی صفحہ ۵۵)

5۔ مرد خواہ ہزار عورت سے متعہ کرے مگر وہ محصن نہیں لہذا زنا کی صورت میں سنگسار نہیں کیا جائے گا اور اس طرح متعہ کرنے والی عورت جتنی دفعہ چاہے متعہ کرے وہ محصنہ نہیں لہذا زنا کرنے پر سنگساری سے محفوظ رہے گی صرف سو کوڑے والی سزا عائد ہوگی قال (ابو عبد اللہ جعفر صادق) لا یرجم الغائب عن اهله ......ولا صاحب متعه

(الاستبصار ج۔ جلد ۴ ص ۲۰۶)

جبکہ نکاح دائم کی صورت میں زنا کا ارتکاب ثابت ہو تو مرد ہو یا عورت ان کو سنگسار کر دیا جائے گا لہذا واضح ہو گیا کہ متعہ مثل نکاح کے نہیں ہے۔

[illegible] میں عورتوں کی تعداد معین نہیں ہزار سے بھی کر سکتا ہے (جبکہ نکاح چار سے زائد عورتوں [illegible]) لہذا متعہ والی مثل لونڈیوں کے ہوئی کیونکہ ان میں بھی تعداد معین نہیں جبکہ اپنی [illegible] (منہج الصادقین و برہان واستبصار) وغیرہ

[illegible] والی عورت کا حمل ظاہر ہو جائے تو بھی نفقہ واجب نہیں

(مختصر توضیح المسائل ص ۳۵۸، ۳۵۷) "زنے کہ صیغہ شدہ اگر چہ آبستن شود حق خرجی [illegible] (جبکہ نکاح کی صورت میں حاملہ کے لئے دوران عدت نفقہ وسکنی لازم ہے مطلقہ ہو یا [illegible] وفات میں ہو) (تحفۃ العوام صفحہ ۲۹۹) نفقہ زنے کہ طلاق رجعی دادہ باشد وہنوز از عدت [illegible] باشد لازم است وآیا در عدت وفات نفقہ زن واجب است مجتہدین را دریں مسئلہ دو قول است۔ (جامع عباسی صفحہ ۱۶۱)

[illegible] کی مدت منقطع ہونے کی صورت میں عورت متمتعہ کا اسی گھر میں رہنا لازمی نہیں جہاں [illegible] عدت گزار سکتی ہے لیکن نکاح کی عدت میں وہی رہنا لازم ہے۔ (برہان صفحہ ۷۰) اس [illegible] ظاہر ہے کہ متعہ مثل نکاح نہیں۔

اقــول: ۔ بلکہ بعض صورتوں میں وہ عورت متعہ کرنے والے کے ہاں عدت گزار سکتی ہی نہیں [illegible] عقد ہی چوری چھپے ہوسکتا ہے لہذا ایام متعہ میں بھی عقد متعہ کے مقاصد کا حصول بڑی ہوشیاری سے کام لے کر ہی ہوسکتا ہے چہ جائیکہ عدت وہاں رہ کر پوری کر سکے۔

[illegible] کے نزدیک عورت متمتعہ امور مستحبہ کی ادائیگی میں متمتع کی اجازت حاصل کرنے کی پابند [illegible] جب چاہے زندہ یا فوت شدہ اقارب کی زیارت کرنے چلی جائے مستحب روزے [illegible] نفلی نمازیں ادا کرنے اور قسم ونذر وغیرہ کے معاملات میں خود مختار ہے اگر چہ احوط یہ ہے کہ [illegible] حاصل کرے (برہان صفحہ ۶۴) جبکہ نکاح میں اجازت حاصل کرنا لازم ہے۔

10۔ متعہ زنا اور بدکاری کے ساتھ مشہور ومعروف ہو تو بھی متمتع اس کو پابند نہیں کر سکتا جدھر

چاہے آئے جائے لیکن نکاح کی صورت میں اس پر کڑی نگرانی کرنی پڑے گی۔﴿الرجل یتزوج الفاجرة قال لا باس وان کان التزویج فلیحصن بابه۔﴾

(استبصار۔ص ۷۸)

اقول:۔ علی الخصوص جب عقد متعہ میں گواہ ہی نہ ہوں اور والدین کی اجازت ہی نہ ہو بلکہ وہ اسے کنواری سمجھے ہوئے ہوں تو امور مستحبہ کی ادائیگی سے روکنے کی یا دوسری پابندیاں عائد کرنے کی اس متمتع میں قدرت ہی کیسے ہوسکتی ہے۔

11۔ متمتعہ عورت نہ متعہ کرنے والے کی وارث بنتی ہے اور نہ ہی یہ اس کا وارث بنتا ہے" لا ترثه ﴿ولا تورث وانها مستاجره .... "﴾ (استبصار صفحہ ۸۰) کیونکہ وہ محض اجرت اور کرایہ پر لی ہوئی عورت ہے جبکہ نکاح میں خاوند بیوی کا اور بیوی خاوند کی وارث بنتی ہے (منہج الصادقین جلد ۲ صفحہ ۴۹۶) پس زن متوعہ کا سوائے زرمہر کے اور کوئی حق ذمہ شوہر کے نہیں۔

(تحفۃ العوام صفحہ ۲۹۹)

اور جامع عباسی صفحہ ۱۱۷ میں ہے" میراث نمی بردو اگر در عقد متعہ شرط میراث بردن کند آیا میراث می برد یا نہ خلاف است" اگر عقد متعہ میں وارث ہونا شرط بھی کیا جائے تو بھی ورثہ دلانے میں اختلاف ہے اور اگر شرط نہ ہو تو پھر وارثت بالکل ثابت نہیں ہوتی۔

12۔ متعہ کے لئے عورت کا مسلمان ہونا ضروری نہیں بلکہ نصرانی یہودی بلکہ مجوسی عورتوں کے ساتھ بھی جائز ہے" جب کہ نکاح کے لئے مسلمان ہونا لازمی ہے" (استبصار صفحہ ۹۷)

13۔ نکاح دوام میں دو گواہ مسنون ہیں از روئے تادیب وشفقت بر اولاد تا کہ ان کی نفی کر کے ان کو وراثت سے محروم نہ کر سکے﴿سن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک الشاهدین تا دیبا ونظر الان لاینکر ---۔﴾ (استبصار صفحہ ۱۵ اجز ثالث) جبکہ متعہ میں گواہ مقرر کرنا مسنون نہیں ہے "گواہ گرفتن در عقد متعہ سنت نیست چنانکہ در نکاح دائم سنت است" (جامع عباسی صفحہ ۱۱۷)

14۔ باکرہ کا عقد متعہ بغیر اذن والدین درست ہے جبکہ نکاح والد کی اجازت کے بغیر درست نہیں ﴿عن ابی عبد الله علیه السلام لا تزوج ذات اقرباء من الاکبار الا باذن ابیها﴾ (استبصار صفحہ ۱۲۶ اجز ثالث) اسی مضمون کی متعدد روایات اس عنوان کے تحت درج کی ہیں ﴿باب لا تتزوج البکر الا باذن ابیها "﴾ اور یہ بھی مروی ہے﴿ فکتب الامام ابو الحسن الرضاء) التزویج الدائم لا یکون الا بولی وشاهدین﴾ (استبصار صفحہ ۷۹) امام ابوالحسن نے سائل کا سوال دیتے ہوئے لکھا" دائمی نکاح ولی اور دو گواہوں کے بغیر نہیں ہوتا"

15۔ وقت متعہ کے انقطاع پر گواہ قائم کرنے کی ضرورت نہیں جب کے طلاق کے لئے دو عادل گواہوں کا موقع پر موجود ہونا اور طلاق کے الفاظ سننا لازمی ہے ورنہ طلاق واقع ہی نہ ہوگی "چہاردھم در وقت طلاق دادن دو عادل حاضر باشند وبشنوند بیکبار اگر حاضر نباشند یا آنکہ ہر دو بیکبار نشنوند یا آنکہ یک عادل بشنود یا عادل نباشند صحیح نیست پانزدھم دو عالم مرد باشند چہ شنیدن زنان عادلہ در طلاق معتبر نیست"

(جامع عباسی، صفحہ ۱۶۶)

وقت طلاق میں دو عادل مردوں کا موجود ہونا ضروری ہے اور دنوں کا بیک وقت سننا اگر دو عادل مرد موجود نہ ہوں یا بیک وقت نہ سنیں یا صرف ایک عادل سنے دوسرا نہ سنے یا عادل نہ ہوں تو طلاق صحیح نہیں ہوگی فقط عادلہ عورتیں طلاق کے الفاظ سنیں یا ایک مرد اور دو عورتیں تو بھی طلاق صحیح نہیں ہوگی لیکن بیچاری متوعہ کے لئے انقطاع مدت متعہ اور وقوع فرقت کے لئے ایک مرد کی موجودگی بھی نہ لازم ہے نہ مسنون لہذا ثابت ہوا کہ متوعہ زوجہ کی مثل نہیں ہے بلکہ لونڈی کی مثل ہے چاہا تو وطی کر لی چاہا تو علیحدگی اختیار کر لی۔

16۔ متمتعہ عورت پر خاوند کی وفات کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات لازم ہے اور نئے متعہ یا نکاح اور زینت سے دور رہنا ضروری ہے مگر بایں ہمہ اس کے لئے نہ خرچہ ہے اور نہ ہی میراث

میں حصہ جبکہ منکوحہ کے لئے میراث میں حصہ بھی ہوگا اور حمل کی صورت میں نفقہ بھی ملے گا (تحفۃ العوام صفحہ ۲۹۹) پس زن متعہ کا سوائے زر مہر اور کوئی حق ذمہ شوہر کے نہیں ہے نفقہ حاملہ کے بعد وفات شوہر کے کچھ نہیں بنا بر روایت مشہورہ کے اور بنا بر ایک روایت کے حصہ ولد میں ہوگا۔

لہذا ثابت ہوا کہ ممتوعہ منکوحہ کی مثل نہیں جبکہ لونڈی منکوحہ بلکہ مملوکہ موطوءہ کے لئے بھی چار ماہ دس دن عدت وفات ہے (جامع عباسی صفحہ ۱۲۹) لیکن نفقہ ان کو دینا ثابت ہے تو ہوا کہ ممتوعہ لونڈیوں کی مثل بھی نہیں چہ جائیکہ زوجات میں شامل ہو۔

17۔ متعہ والی عورت سے عارضی خاوند کا عزل کرنا درست خواہ وہ راضی نہ ہو خواہ متعہ کے عقد میں عزل کرنا شرط نہ کیا گیا ہو اور کوئی تاوان عزل کی صورت میں ادا کرنا لازم نہیں ہے جبکہ آزاد عورت کے ساتھ نکاح کی صورت میں عزل کرنا حرام ہے اور اس پر تاوان ادا کرنا لازم ہے اور تاوان بھی دس مثقال یعنی پورے چار تولے سونا۔

ہجدہم۔ منی را در غیر فرج زن آزاد یکہ بعقد دوام اوراخواستہ باشند بے اذن او ریختن حرام است اما در متعہ وکنیز جائز است (جامع عباسی صفحہ ۱۳۸)

بست وہفتم۔ اگر منی را بیرون فرج زن دائمی بریزد بے اذن آن زن واجب است کہ دہ مثقال طلاء باں زن دہد (جامع عباسی صفحہ ۱۳۷) اور روضہ بہیہ شرح لمعہ دمشقیہ میں ہے ﴿ویجوز العزل عنها وان لم يشترط لان الغرض الاصلی منه الا ستمتاع دون النسل﴾ ''ممتوعہ سے عزل کرنا جائز ہے اگرچہ عقد میں شرط نہ ہو کیونکہ غرض اصلی اس سے صرف لذت کا حصول ہے نہ کہ افزائش نسل اور اسی طرح برہان المتعہ میں ہے ''انزال منی در فرج متمتعہ بر شوہر واجب نیست مگر بشرط در عقد اگرچہ عمداً خارج بریزد بارادہ آنکہ ولد منعقد نشود اگرچہ متمتعہ راضی نباشد''

(برہان المتعہ صفحہ ۵۸)

ان تصریحات سے واضح ہوگیا کہ متعہ کا بنیادی مقصد فقط شہوت رانی ہے اور تسکین نفس

اور نکاح دائم کا بنیادی مقصد افزائش نسل ہے نیز یہ بھی واضح ہوگیا کہ ممتوعہ زوجہ کی مثل نہیں بلکہ لونڈی کی مثل ہے کیونکہ اس سے بھی عزل جائز خواہ وہ راضی نہ ہو اور اس سے بھی جائز خواہ راضی نہ ہو بلکہ لونڈی سے بھی کم مقام رکھتی ہے کیونکہ کسی کی لونڈی سے نکاح کرے تو مالک کی اجازت کے بغیر عزل نہیں کرسکتا لہذا اس کو زوجات میں شمار کرنا غلط ہے۔

18۔ لونڈی کی عدت بعد طلاق دو حیض ہے اور استبراء کے لئے ایک حیض جبکہ منکوحہ کی عدت بعد از طلاق تین حیض ہے لیکن اہل تشیع کے نزدیک ممتوعہ کی عدت بعد ختم ہونے مدت متعہ کے ایک حیض ہے یا دو حیض اور خون ماہواری کا نہ آنے کی صورت میں لونڈی ہو یا ممتوعہ اس کی عدت پینتالیس دن ہے جبکہ منکوحہ کے لئے تین ماہ عدت ہوگی ملاحظہ ہو (جامع عباسی صفحہ ۱۶۸) لہذا واضح ہوگیا کہ ممتوعہ لونڈیوں کی مثل ہے کہ نہ زوجہ منکوحہ کی مثل۔

19۔ عقد متعہ میں وطی اور مجامعت لازم نہیں بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ مجامعت نہ کرنا شرط ٹھہرا لیا جائے جبکہ نکاح میں وطی نہ کرنا ممنوع و حرام ہے۔ اور منکوحہ کو ایسی صورت میں نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہوتا ہے ملاحظہ کریں (فروع کافی جلد۲ صفحہ ۱۹۸)) الغرض اس فرق سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ متعہ والی عورت لونڈیوں کی مثل ہے نہ کہ آزاد منکوحہ عورتوں کی مثل۔

20۔ ممتوعہ عورت نے مدت مقررہ سے نصف یا تہائی مدت میں موعودہ شرائط پوری نہیں کیں تو دیے ہوئے مہر میں سے اس مدت کے حساب سے واپس لے سکتا ہے (فروغ کافی جلد۲ صفحہ ۱۹۶) لیکن نکاح میں ایک مرتبہ وطی کرنے کے بعد مہر معین میں کوئی کمی نہیں کرسکتا اور نہ واپس لے سکتا ہے۔ ﴿قال تعالی : آتَيْتُمْ اِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوْا مِنْهُ شَيْأً﴾ (النساء۲۰)

ممتوعہ عورت لونڈیوں کی مثل ہے

21۔ منکوحہ عورت تین طلاق کے بعد ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے لیکن ممتوعہ عورت کے ساتھ

تین مرتبہ عقد متعہ کرنے اور مدت متعہ منقطع ہونے پر وہ حرام نہیں ہوتی لہذا مدت مقررہ کا انقطاع طلاق کی مانند نہ ہوا۔

فروغ کافی جلد۲ صفحہ ۱۹۵ پر منقول ہے کہ ذرارہ نے امام محمد باقر رضی اللہ تعالی عنہ سے یہ سوال کیا کہ ایک شخص ایک عورت کے ساتھ متعہ کرتا ہے مدت گزارنے پر وہ عورت دوسری جگہ متعہ کرتی ہے پھر اس سے فارغ ہونے پر پہلے شخص سے متعہ کرتی ہے ﴿''حتی بانت منه ثلاثا وتزوجت ثلاثة ازواج يحل للاول ان يتزوجها قال نعم كم شاء ليس هذه مثل الحرة هذه مستاجرة وهي بمنزلة الاماء ''﴾ حتی کہ اس مرد سے تین مرتبہ جدا ہوتی ہے اور تین مرتبہ دوسرے اشخاص سے متعہ کرتی ہے تو کیا پہلا شخص تین مرتبہ انقطاع مدت کے بعد بھی اس عورت سے متعہ کرسکتا ہے تو امام موصوف نے فرمایا ہاں ہاں جتنی مرتبہ چاہے اس سے متعہ کرے متعہ والی عورت آزاد منکوحہ زوجات کی مانند نہیں ہے یہ تو اجرت اور کرایہ پر لی ہوئی ہے اور لونڈیوں کی مانند ہے۔

مضحکہ خیز دعوی اور حقیقت پر پردہ ڈالنے کی مذموم کوشش

ایسی صریح روایت کے ہوتے ہوئے اور مذکورہ بالا وجوہ فرق کے ہوتے ہوئے صاحب لمعہ اور ملا فتح اللہ کا یہ دعوی کس قدر خلاف واقعہ اور خلاف حقیقت ہے اور مضحکہ خیز ہے کہ متعہ اور نکاح دائم میں صرف یہ فرق ہے کہ متعہ میں مدت معین ہوتی ہے اور نکاح دائم میں مدت کا تعین نہیں ہوتا اس کے علاوہ تمام مستحبات وواجبات اور جملہ کیفیات میں کوئی فرق نہیں مثلا رضا زوجین، صلاحیت ایجاب وقبول اور اتباع عقد ومہر۔

عجب درایں است کہ ہیچ فرقے نیست میان ایقاع نکاح دوام و متعہ در مستحبات واجبات و کیفیات از رضاء زوجین وصلاحیت ایقاع عقد درمیان ایشاں و ایجاب وقبول ومہر دیگر

قرائت و ولایت مگر اجل کہ در متعہ ہست و در دوام نیست۔

(تفسیر منہاج الصادقین صفحہ ۴۹۱ جلد دوم)

اس کے بعد متعہ کے منکرین پر غم وغصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''پس چرا اہل جہالت دوام را مشروع وحلال دانند ومتعہ را حرام ونامشروع وایں نیست مگر محض عناد وانکار وبدعت۔

﴿نعوذ بالله من هذه الطريقة المضلة و العقائد الفاسده.﴾

لہذا اہل جہالت نکاح دائمی کو کیوں حلال اور مشروع سمجھتے ہیں اور متعہ کو کیوں حرام اور ناجائز کہتے ہیں یہ فرق محض عناد وانکار اور بدعت کا ارتکاب، اللہ تعالی اس گمراہ کن طریقہ سے بچائے اور عقائد فاسدہ سے محفوظ رکھے مگر افسوس کہ صاحب لمعہ کو اور ملا فتح اللہ کاشانی کو متعہ کے احکام اور نکاح دوام کے احکام میں روز روشن سے زیادہ فرق نظر نہ آیا اور آنکھیں بند کرکے اور عقل و دانش اور فہم وفراست کو چھٹی دے کر یہ حکم لگا دیا سچ ہے ﴿ اذا لم تستح فاصنع ما شئت﴾ شرم وحیا کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا جائے تو پھر ایسی باتیں کرنے میں مانع امر کونسا ہوسکتا ہے

الغرض قرآن مجید کی آیات مبارکہ متعہ کی حرمت پر واضح دلالت کرتی ہیں اور متعہ کے احکام میں کوئی حکم بھی کلام مجید میں مذکور نہ ہونا بھی اس کے شرعا ناجائز ہونے کی واضح دلیل ہے اور ممتوعہ عورت کو منکوحات اور ازواج سے شمار کرنا بھی غلط اور بالکل غلط ہوگیا اور لونڈی نہ ہونا اس کا اظہر من الشمس تو مومن مفلح کے لئے متعہ کا حرام وممنوع ہونا بھی واضح ﴿ كما قال الله تعالى والذين هم لفروجهم حافظون .﴾

آیئے اب احادیث رسول اللہ ﷺ اور اقوال صحابہ کرام ائمہ اہل بیت علیہم الرضوان کے ذریعے اس کی حرمت ملاحظہ کریں سب سے پہلے کتب اہل سنت کے حوالہ جات پیش خدمت کئے جاتے ہیں اور اس کے بعد کتب اہل تشیع کے حوالے پیش کئے جائیں گے۔

حرمت متعہ از روئے احادیث رسول علیہ السلام واقوال صحابہ کرام وائمہ اہل بیت علیہم الرضوان مطابق کتب اہل سنت

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بخاری (ج۲ص ۷۶۷، ۷۶۶) میں ﴿نهى رسول الله ﷺ عن نكاح المتعة آخرا﴾ عنوان قائم کیا ہے اور اس کے تحت حضرت حسن بن محمد بن علی اور ان کے بھائی عبداللہ بن محمد بن علی کی یہ روایت درج کی ہے۔

﴿ان عليا رضى الله تعالى عنه قال لابن عباس رضى الله عنهما ان النبى ﷺ نهى عن المتعة وعن لحوم الحمر الاهلية زمن خيبر "﴾ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرمایا: بیشک رسول اللہ ﷺ نے متعہ سے منع فرمایا اور پالتو گدھوں کے گوشت سے خیبر کے زمانہ میں۔

فائدہ: یہ روایت حضرت محمد بن حنفیہ اور ان کے دونوں صاحبزادوں کے واسطہ سے حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول ہے۔

۲۔امام مسلم نے حسن بن محمد اور عبداللہ بن محمد کی یہی روایت محمد بن علی رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے نقل کی ہے۔

ا. ﴿عن على ابن ابى طالب رضى الله تعالى عنه ان رسول الله ﷺ نهى عن متعة النساء يوم خيبر وعن اكل لحوم الحمر الانسيه﴾ (المسلم ج۱ص۴۵۲)

ب. ﴿عن على انه سمع ابن عباس يلين فى متعة النساء فكان مهلايا ابن عباس فان رسول الله ﷺ نهى عنها يوم خيبر و عن اكل لحوم الحمر الانسية .﴾
(المسلم ج۲ص۴۵۲)

ج. ﴿عن الحسن و عبد الله ابنى محمد بن على بن ابى طالب عن ابيهما انه

سمع على بن ابى طالب يقول لا بن عباس نهى رسول الله ﷺ عن متعة النساء يوم خيبر وان اكل لحوم الحمر الانسية"﴾ (لمسلم ج ۲ ص ۴۵۲)

﴿وكذا فى الدر المنثور نقلا عن مالك و عبد الرزاق وابن ابى شيبه والبخارى و مسلم والترمذى والنسائى وابن ماجه عن على بن ابى طالب ان رسول الله ﷺ نهى عنهامتعة النساء يوم خيبر و عن اكل لحوم الحمر الانسية .﴾ (درمنثور ج۲ص۱۴۱)

د. ﴿عن مالك بهذا الاسناد وقال سمعت على بن ابى طالب يقول لفلان انك رجل تائه نهى رسول الله ﷺ نمثل حديث يحى عن مالك عن متعة النساء يوم خيبر﴾ (درمنثور ج۲ص۱۴۱)

﴿حديث يحى عن مالك وكذا اخرج النحاس عن على رضى الله عنه﴾
(درمنثور ج۲ص۱۴۱)

ه. ﴿اخرج البيهقى عن على رضى الله تعالى عنه قال نهى رسول الله ﷺ عن المتعة وانما كانت لمن لم يجد فلما نزل النكاح والطلاق والعدة والميراث بين الزوج والمرئة نسخت﴾ (درمنثور ص۱۴۰)

بخاری ومسلم کی ان روایات سے واضح ہوگیا کہ

۱۔حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ متعہ کی حرمت کے قائل تھے۔

۲۔وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کو بھی متعہ کی حرمت ذہن نشین کراتے رہے اور ان کو اس کے خلاف فتوی دینے سے روکتے رہے۔

۳۔ان کی مخالفت کو تحیر اور سرگردانی اور بے راہروی سے تعبیر کرتے رہے۔

۴۔حرمت متعہ کے متعلق واضح کردیا کہ یہ کسی شخص کی ذاتی رائے سے حرام نہیں ہوا بلکہ خود

صاحب شرع رسول کریم ﷺ نے ہی اس کو حرام فرما دیا تھا اور ظاہر ہے کہ یہ تلقین حضرت ابن عباس کو اپنے دور خلافت یا حضرت عثمان کے دور خلافت میں فرمائی تھی کیونکہ دور فاروقی میں تو وہ اس قسم کے فتوی صادر کرنے کی عمر میں ہی نہیں تھے اور اگر بالفرض فتوی دیتے بھی تو خود حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ ان کو منع کر لیتے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فہمائش کی کیا ضرورت تھی؟

اور یہ بات دوپہر کے اجالے سے بھی زیادہ واضح ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کا علم بہر حال حضرت عبد اللہ بن عباس سے زیادہ ہے اور ان کو جو شرف صحبت اور تقدم حاصل تھا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کو وہ قرب اور تقدم حاصل نہیں تھا لہذا رسول کریم ﷺ کے فرمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے بیان کے بعد متعہ کے حرام ہونے میں شک وشبہ کی کیا گنجائش ہے؟

نوٹ: حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے متعہ کی حرمت والی روایت کتب صحاح میں سے پانچ میں منقول ہے اور دیگر کتب میں بھی مروی ومنقول ہے جس کے بعد اس کی صحت میں شک وشبہ کا امکان باقی نہیں رہتا۔

﴿وروی عبد الرزاق عن علی رضی اللہ تعالی عنہ من وجہ آخر قال نسخ رمضان خل صوم ونسخ المتعۃ الطلاق والعدۃ والمیراث.﴾

(عمدۃ القاری جلد ۲۰ صفحہ ۱۱۳)

رمضان کے روزوں کی فرضیت نے دوسرے تمام روزوں کا وجوب ولزوم ختم کر دیا ہے اور طلاق اور عدت اور میراث نے متعہ کو منسوخ کر دیا ہے۔

(وکذا فی فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۷، وفی سنن الدار قطنی جلد ۳ صفحہ ۱۵۹، وکذا فی در المنثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۰ ناقلا عن عبد الرزاق وابن المنذر والبیہقی)

۴۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ سے سنن بیہقی میں منقول ہے۔

(سنن اور فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۸)

﴿سئل عن المتعۃ فقال ھی الزنا بعینہ﴾ آپ سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ بعینہ زنا ہے اس روایت سے ائمہ اہل بیت کا مذہب بھی واضح ہو گیا۔

۵۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول ہے

(سنن بیہقی فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۷ اور در منثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۱)

﴿قال انما احلت لنا اصحاب رسول اللہ ﷺ متعۃ النساء ثلاثۃ ایام ثم نھی عنھا رسول اللہ ﷺ﴾

ترجمہ: صرف ہم اصحاب رسول ﷺ کے لئے تین دن کے لئے عورتوں کے ساتھ متعہ حلال کیا گیا پھر اس کے بعد خود رسول خدا ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔

۶۔ ایاس بن سلمہ نے اپنے والد گرامی حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کیا ہے۔

(مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۴۵۱، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۶)

﴿قال رخص لنا رسول اللہ ﷺ عام اوطاس فی المتعۃ ثلاثا ثم نھی عنھا﴾

ہمیں اوطاس کے سال نبی اکرم ﷺ نے متعہ میں تین دن کے لئے رخصت دی پھر اس سے منع فرما دیا۔ (در منثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۰، بحوالہ ابن ابی شیبہ واحمد ومسلم)

۷۔ ربیع بن سبرہ نے اپنے والد سبرہ جہنی رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کیا ہے

﴿عن الربیع بن سبرہ عن ابیہ ان النبی ﷺ نھی عن نکاح المتعۃ﴾

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۵۲)

﴿ان رسول اللہ ﷺ نھی عن المتعۃ وقال الا انھا حرام من یومک ھذا الی یوم القیامۃ ومن کان اعطی شیئا فلا یاخذہ.﴾ (مسلم صفحہ ۴۵۲)

بیشک رسول خدا ﷺ نے متعہ سے منع فرمایا اور کہا کہ آگاہ رہو متعہ آج سے لیکر قیامت

کے دن تک ممنوع اور حرام ہے اور جس شخص نے کسی عورت کو بطور مہر کوئی شے دے رکھی ہو وہ اس سے واپس نہ لے۔

ف۔صرف مسلم شریف میں حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے آٹھ روایات اس مضمون کی موجود ہیں کہ تین دن کی رخصت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو حرام فرما دیا اور یہ بھی تصریح فرما دی کہ اب سے قیامت تک حرام ہے۔

(درمنثور صفحہ ۱۴۰ بحوالہ ابن ابی شیبہ واحمد ومسلم وعبدالرزاق)

۸۔خالد بن مہاجر بن سیف اللہ سے منقول ہے کہ حضرت ابن ابی عمرہ انصاری نے کہا:

﴿انها كانت رخصة فی اول الاسلام لمن اضطر اليها كالميتة والدم ولحم الخنزير ثم احكم الله الدين ونهی عنها .﴾

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۵۲، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۶)

ابتدائے اسلام میں متعہ کی رخصت تھی ان لوگوں کے لئے جو اس کی طرف سخت محتاج ہوئے مثل مردار خون اور خنزیر کے گوشت کے پھر اللہ تعالیٰ نے دین کو مضبوط اور محکم فرمایا اور متعہ سے منع فرما دیا۔ (کذافی الدرالمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ بحوالہ عبدالرزاق)

۹۔ابونضرہ سے مروی ہے کہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان اختلاف ہو گیا متعہ حج اور متع نساء کے متعلق تو آپ نے فرمایا:

﴿فعلنا هما مع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ثم نهانا عنهما عمر فلم نعد لهما﴾

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۵۱، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۷)

ہم نے دونوں متعے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کیے پھر ان دونوں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کر دیا تو ہم نے ان سے اجتناب کر لیا اور ان کی طرف رجوع نہ کیا۔

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اتفاق کیا لہٰذا اجماع صحابہ کرام سے بھی متعہ کی حرمت واضح ہو گئی۔

۱۰۔ابن ماجہ میں ابوبکر بن حفص کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

﴿قال لما ولی عمر خطب فقال ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اذن لنا فی المتعة ثلاثا ثم حرمها .﴾ (ابن ماجہ صفحہ ۱۴۱، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۷)

۱۱۔﴿واخرج ابن المنذر والبيهقی من طريق سالم بن عبد الله عن ابيه قال صعد عمر المنبر فحمد لله واثنی عليه ثم قال ما بال رجال ينكحون هذه المتعة بعد نهی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم عنها .﴾

(ابن منذر وبیہقی، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۷، درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے لئے متعہ کی رخصت دی پھر اس کو حرام فرما دیا اور ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود متعہ کرتے ہیں۔

پس ان روایات سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ کو اپنی طرف سے حرام نہیں کیا بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم تحریم کو آپ نے نافذ فرمایا اور صرف آپ نے نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اکابر صحابہ کرام نے بھی اس حکم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے لہٰذا اگر کہیں یہ روایت نظر آئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو حرام کیا تو اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ انہوں نے حلال کو حرام کر دیا ہے بلکہ ان کی طرف نسبت فقط تنفیذ اور ترویج کے لحاظ سے ہے اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تحلیل وتحریم کو منسوب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿"يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ"﴾ (الاعراف ۱۵۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور خبیث چیزوں کو حرام ٹھہراتے

ہیں حالانکہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ﴿اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہ﴾ (الانعام ۵۷)

علاوہ ازیں کبھی تحریم بمعنی التزام اجتناب مراد ہوتی ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿''لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ''﴾ (التحریم) اے محبوب تم اس چیز سے اجتناب اپنے اوپر لازم کیوں کرتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال ٹھہرائی تو یہاں حلال کو حرام قرار دینا مراد نہیں بلکہ اس سے اجتناب مراد ہے لہذا اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احرم کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس فعل سے اجتناب واحتراز کو لازم کر رہا ہوں نہ کہ حلال کو حرام کر رہا ہوں بلکہ حرام شرعی کو حکماً ممنوع قرار دے رہا ہوں اور اس حکم کو نافذ کر رہا ہوں۔

شیعہ کی عجیب وغریب منطق

برہان المتعہ صفحہ ۳۵ میں کہا ''ایں اخبار موضوع ومخلوق برائے رفع فضیحت عمر است'' سنیوں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرفداری میں اور ان کے غیر شرعی حکم کو جائز ثابت کرنے کے لئے یہ روایات گھڑی ہیں۔

سبحان اللہ! بغض فاروق نے عقل بھی سلب کر لی ہے ورنہ بقائمی ہوش وحواس اس بے ہودہ گوئی کا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے۔

اول۔ تو اس لئے کہ اگر سنیوں کا مقصد یہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس حکم کے خلاف کوئی قول اور رائے اپنی کتابوں میں ذکر ہی نہ کرتے۔ حالانکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات بھی تو اہل سنت نے ہی نقل کی ہیں۔

دوم: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس تراویح جاری کیں متعہ حج سے منع کیا آخر اس ضمن میں سنیوں نے کیوں روایات نہ گھڑیں اور انہیں حکم رسالت کیوں نہ بنا ڈالا۔

سوم: اہل سنت نے تو طرفداری کی یا نہیں، آخر شیعہ کو کیا ہو گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

[illegible] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے حرام ٹھہرانا روایت کر دیا اور دوسرے ائمہ سے بھی اس کی [illegible] اور ناپسندیدگی نقل کر ڈالی۔

[illegible] اگر اہل سنت کی روایت کے متعلق یہ دعویٰ ہو سکتا ہے تو جو روایت متعہ حلال ہونے کے [illegible] نے نقل کی ہیں ان کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب محض حضرت عمر رضی اللہ [illegible] کے ساتھ بغض وعداوت کی وجہ سے گھڑ لی گئی ہیں بلکہ کلام مجید کی آیات سے ہمارا یہ دعویٰ [illegible] کے مطابق اور عین حقیقت ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ قرآنی آیات متعہ کی حرمت پر تو [illegible] کرتی ہیں اس کی حلت پر قطعاً دلالت نہیں کرتیں۔

فریب کاری کی انتہا

برہان المتعہ میں اکثر مقامات پر عورتوں کے ساتھ متعہ کی حلت ثابت کرنے کی ناکام [illegible] عجیب دھوکہ دہی اور فریب کاری سے کام لیا ہے اور متعہ حج کی روایات اس میں درج کر [illegible] عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ﴿تمتعنا علی عهد رسول الله [illegible] ... قال رجل بر آیه ماشاء اور عثمان ینهی عن المتعة وان یجمع بینهما [illegible] رای علی ذالک احل بهما ---﴾ وغیرہ یہ سب روایات متعہ حج کے متعلق ہیں [illegible] اہل سنت کے نزدیک مسلم ہے علامہ بدرالدین عینی جلد ۹ صفحہ ۱۹۷ پر فرماتے ہیں۔

﴿اجمع المسلمون علی اباحة المتمتع فی جمیع الاعصار وانما اختلفوا [illegible] الا ما روی عن امیر المومنین عمر وعثمان انما کان ینهیان عن التمتع و [illegible] کان نهی تنزیها وقیل انما نهیا عن فسخ الحج الی العمرة وقد انکر علیهم [illegible] الصحابه وخالفوهم والحق مع المنکرین﴾ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۱۲ حاشیہ ۱۱)

تمام اہل اسلام ہر زمانہ میں متعہ حج کے مباح ہونے پر متفق ہیں اگر ان میں اختلاف

ہے تو صرف اس عمل میں کہ حج اور عمرہ میں قران افضل ہے یعنی ان کا اکھٹا کرنا یا پہلے عمرہ کر کے احرام کھول دینا اور بعد ازاں حج کے لئے نئے سرے سے احرام باندھنا جس کو تمتع کہا جاتا صرف حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالی سے تمتع حج کی ممنوعیت منقول ہے اور اس کے متعلق بھی کہا گیا ہے کہ ان کا مقصد قران یا افراد طرف ترغیب دلانا تھا اور تمتع کی نسبت ان کی اولویت بیان کرنا نہ کہ بالکلیہ متع حج سے منع کرنا ان کا مقصد یہ تھا کہ حج کا احرام باندھ کر اس کو عمرہ کے ذریعے فسخ نہ کیا جائے بلکہ اس کے ساتھ ہی ادا کیا جائے لیکن بایں ہمہ علماء صحابہ نے ان کے قول پر رد کیا اور مخالفت کی اور صحیح بھی وہی جو اختلاف کرنے والے حضرات نے کہا ہے۔

ایسی صورت میں متعہ حج کے متعلق اکابر صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کی آراء اور اقوال کو متعہ النساء میں لانا بدترین خیانت ہے۔

نیز اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالعموم اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ بالخصوص کسی خوف اور ڈر کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا ساتھ دیتے اور حق کو نظر انداز کرتے تو پھر اس مسئلہ میں اختلاف نہ کرتے حالانکہ اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے بھی صاف لفظوں میں متعہ حج کو مباح بلکہ سنت رسول ﷺ قرار دیا ہے۔

لہذا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ان حضرات نے صرف حق کا ساتھ دیتے ہوئے عورتوں کے ساتھ متعہ کو حرام تسلیم کیا رسول خدا ﷺ کے فرمان کو تسلیم کرتے ہوئے نہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی طرفداری میں۔

روایات میں اختلاف اور تعارض کا جواب

اہل تشیع کی طرف سے اہل سنت پر یہ اعتراض ہے کہ ان کی بیان کردہ روایات جن سے متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے ان میں بہت زیادہ اضطراب اور اختلاف ہے بعض سے خیبر میں متعہ کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے اور بعض سے اوطاس والے سال بعض میں فتح مکہ کا ذکر ہے اور بعض میں غزوہ تبوک کا اور بعض کے نزدیک حجۃ الوداع میں حرام کئے جانے کا ذکر ہے۔

(برہان المتعہ صفحہ ۴)

اس اعتراض کا جواب کئی وجوہ سے ہے۔

اول تمام روایات میں یہ امر بصراحت مذکور ہے کہ متعہ کی رخصت صرف غزوات اور سفروں میں دی گئی جبکہ صحابہ کرام اہل وعیال سے دور ہوتے اور یہ عزلت ان پر گراں گزرتی اور انہوں نے آپ ﷺ سے خصی ہونے کی رخصت طلب کرتے تو آپ محدود وقت کے لئے ان کو اجازت دے دیتے لہذا ہر ایسے موقع پر رخصت بھی دی گئی اور ساتھ ہی حرمت بھی بیان فرما دی گئی اور آخری مرتبہ اذن کے بعد ہمیشہ کے لئے اس کی حرمت بیان کر دی گئی۔

(کذا فی فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۴۹)

قول امام نووی نے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ متعہ کی حرمت اور اباحت دو مرتبہ پائی گئی خیبر سے قبل متعہ تھا پھر خیبر میں حرام کر دیا گیا پھر فتح مکہ کے موقع پر اس کو مباح کیا گیا اور یہی اوطاس کا سال تھا اس کے بعد اس کو ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا گیا۔

والصواب المختار ان التحريم والاباحة كانا مرتين فكانت حلالا قبل خيبر ثم حرمت يوم خيبر ثم ابيحت يوم فتح مكة وهو يوم اوطاس لاتصالهما ثم حرمت يومئذ بعد ثلاثة ايام تحريما مؤبدا الى يوم القيامة واستمر

التحریم انتہی﴾ (شرح مسلم نووی جلد اصفحہ ۴۵۰)

جن مقامات اور اوقات کا ذکر روایت میں ہے ان سب سے صحیح اور صریح صرف خیبر اور مکہ والی روایات ہیں جس کی مکمل بحث حافظ العصر علامہ ابن حجر عسقلانی نے (فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۵) پر کر کے فرمایا ﴿لم یبقی من المواطن کما قلنا صحیحا صریحا سوی غزوۃ خیبر و غزوۃ الفتح﴾

ابوبکر جصاص نے فرمایا کہ حدیث سبرہ بن معبد میں اختلاف تاریخ ہے بعض طرق میں عام الفتح ہے اور بعض میں حجۃ الوداع کا ذکر لیکن اس پر سب طرق کا اتفاق ہے کہ اس سفر میں اباحت کے بعد اس کو حرام کر دیا گیا ﴿اختلف الرواۃ فی تاریخہ سقط التاریخ وحصل الخبر غیر مورخ فلا یضاد حدیث علی و ابن عمر الذی اتفقا علی تاریخہ انہ حرمہا یوم خیبر﴾ (احکام القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۵۱)

جب راویوں کا تاریخ میں اختلاف ہو گیا تو فقط تاریخ ساقط ہو گئی اور بلا تاریخ معین اس سے اباحت اور بعد ازاں حرمت ثابت ہو گئی لہذا اس کا حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کی روایت کے ساتھ تضاد اور تخالف ختم ہو گیا جس میں دونوں سے بالاتفاق خیبر میں متعہ کا حرام کیا جانا منقول ہے۔ نیز فرمایا

﴿فلم تختلف الرواۃ فی التحریم واختلفوا فی التاریخ فسقط التاریخ کانہ ورد غیر مورخ وثبت التحریم لاتفاق الرواۃ علیہ۔﴾

(احکام القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۵۱)

یعنی تمام راویوں کا متعہ کے حرام ہونے میں اتفاق ہے اور قطعا باہم اختلاف نہیں ہے اگر اختلاف ہے صرف تاریخ حرمت میں ہے لہذا تاریخ کا تعین بوجہ اختلاف وتعارض ختم ہو گیا کہ وہ بلا تعین تاریخ وارد ہوئی اور متعہ کی حرمت ثابت ہو گئی کیونکہ سبھی راوی اس پر متفق ہیں۔

الغرض تاریخ صحیح معلوم متعین ہو جائے تو بہتر ورنہ ان متعدد روایات سے حرمت کا ثبوت یقینی ہے کیونکہ سب راوی اس پر متفق ہیں رہا یہ سوال کہ متعہ کب تک حلال تھا اور کب حرام ہوا؟ تو جب حرمت ثابت ہو گئی تو سابقہ علت کے ایام شمار کرنے کی آخر ضرورت کیا ہے؟ اسی لئے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے یہ عنوان قائم فرمایا: ﴿"نهی رسول الله ﷺ عن النکاح المتعۃ آخرا"﴾ کہ آنحضرت ﷺ نے آخری حکم متعہ کی حرمت کا جاری فرمایا۔

شیعہ علامہ ڈھکو صاحب کی پھبتی

شرعی احکام میں مصالح وحکم بدلنے سے تغیر وتبدل سنت الٰہیہ ہے اور اہل ایمان کے لئے اس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں لیکن متعہ کے دلدادگان نے اس کی اباحت اور تحریم کے تکرار کو طعن و تشنیع اور طنز و مزاح کا نشانہ بناتے ہوئے کہا:

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ غریب متعہ پر بڑے بڑے انقلاب آئے کئی بار حلال ہوا اور کئی بار حرام کم از کم تین چار مرتبہ اسے حلت وحرمت کی کٹھالی سے گزرنا پڑا۔۔۔۔تا۔۔۔۔ ایک فارسی ضرب المثل ہے۔

بازی بازی باریش بابا ہم بازی

ہم مولوی صاحبان کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ

بازی بازی بادین خدا ہم بازی

اس اندھیر نگری کی شریعت میں کوئی نظیر بھی ملتی ہے یا اس فکری انتشار کی جولان گاہ صرف یہی مسئلہ متعہ ہے کیا اس درجہ اختلاف کے باوجود دعوی نسخ میں کوئی وزن باقی رہ جاتا ہے؟

(تجلیات صفحہ ۲۹۴)

الجواب المتین بتوفیق العزیز الحکیم:

ہم سابقہ سطور میں اساطین اسلام اور اکابرین ملت کی زبانی واضح کر چکے کہ صحیح، صواب اور محقق ومختار قول یہی ہے کہ اس کی تحریم خیبر کے موقع پر بیان کی گئی اور بعد ازاں غزوہ فتح کے موقع پر جب کہ اس قدر تکرار کو علامہ ڈھکو صاحب دین خدا کے ساتھ کھیل اور بازی سے تعبیر کر رہے ہیں اور ان کے خیال میں شریعت مصطفویہ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی حالانکہ ابتدائے اسلام میں اس کو بوجہ اضطرار جائز قرار دیا گیا تھا جیسے بھوک سے لاچار انسان کے لئے مردار اور خنزیر وغیرہ لہذا ضرورت پڑتی تو مباح ہوتا ضرورت ختم ہو جاتی تو حرام اور یہ حکم تا قیامت مضطر اور مبتلائے مخمصہ کے لئے ثابت ہے لہذا ایک ہی شخص پر بار بار مردار اور خنزیر کا حلال ہونا اور پھر حرام ہو جانا عین ممکن ہے۔

لہذا اسی طرح نماز کے لئے قبلہ رو ہونا شرط ہے لیکن مکہ مکرمہ میں ہوتے ہوئے قبلہ بیت اللہ شریف تھا مدینہ منورہ کی ہجرت کے بعد وہ منسوخ ہو گیا اور اس کی جگہ بیت المقدس قبلہ قرار پایا پھر بیت المقدس منسوخ ہو گیا اور بیت اللہ قبلہ قرار پایا اور نفلی نمازوں میں دوران سفر بیت اللہ کی طرف توجہ کی پابندی بھی ختم۔ ﴿اَیْنَمَا تُوَلُّوْ فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ (البقرہ ۱۱۵)

ڈھکو صاحب ہی فرمادیں کہ یہ کھیل اور بازی مولوی صاحبان نے قبلہ کے ساتھ روا رکھی؟ یا اللہ تعالی نے یہ کھیل کھیلا ہے نعوذ باللہ۔ اگر قبلہ کے معاملہ میں اعتراض کرنے والے سفہاء اور کم عقل ہیں ﴿سَیَقُوْلُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَاوَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَیْهَا﴾

(البقرہ ۱۴۲)

تو متعہ کے معاملے میں اعتراض کرنے والے بھی کیونکہ علامہ کشی کے قول کی رو سے ان اخلاف کا رشتہ انہیں اسلاف سے جاملتا ہے

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ اباحت وتحریم میں تعدد ممکن ہے اور اس کی نظیریں بھی موجود

ہیں تو اب نسخ کے ثبوت میں تردد بھی ختم ہو گیا کیونکہ تمام تر روایات تحریم پر متفق ہیں اور وقت ضرورت تک اباحت فرمائی گئی پھر تحریم اور غزوہ فتح کے بعد ہمیشہ کے لئے اسے حرام کر دیا گیا اور حجۃ الوداع میں دوسرے احکام کی تاکید مزید کی طرح متعہ کی حرمت کی بھی تاکید فرمادی لہذا نہ یہاں پر اختلاف ہے اور نہ ہی دعوی نسخ میں کوئی ضعف اور کمزوری لاحق ہو سکتی ہے۔

سوال: حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہم متعہ کو جائز مانتے تھے اور ان کا مقام علم وفہم میں مسلم لہذا متعہ کی حرمت کا دعوی اور حلت کے منسوخ ہونے کا قول قابل سماعت نہیں۔

جواب: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت اس قدر ہے کہ ہم رسول خدا ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں نہیں تھیں تو ہم نے عرض کی ﴿الا نستخصی فنهانا عن ذلک ثم رخص لنا ان ننکح المرئة بالثوب ثم قال قرء علینا یاایها الذین آمنوا لا تحرمو طیبات ما احل الله لکم﴾

(بخاری، ما یکرہ من التبتل جلد۲ صفحہ ۷۵۹، در منثور جلد۲ صفحہ ۱۴۰ بحوالہ عبد الرزاق وابن شیبہ وبخاری مسلم جلد۱ صفحہ ۴۵۰)

کیا ہم اپنے آپ کو خصی نہ کرلیں تا کہ عورتوں کی طرف بالکل رغبت ہی نہ ہو تو آپ نے ہمیں خصی ہونے سے منع فرمایا اور مدت مقررہ تک کپڑے کے بدلہ نکاح کرنے کی رخصت دی پھر فرمایا جو پاکیزہ چیزیں اللہ تعالی نے تمہارے لئے حلال ٹھہرائی ہیں ان کو حرام نہ ٹھہراؤ۔

امام ابوجصاص نے اس کی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا اس روایت سے صرف ایک وقت میں متعہ کا مباح ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ محل بحث نہیں اور ہمیشہ کے لئے حلال ہونا اس میں مذکور نہیں اور حرمت پر دلالت کرنے والی دوسری صریح روایات موجود ہیں لہذا اظہر اور حرمت کی روایات ہی اس پر قاضی اور راجح ہوں گی ﴿فاخبار الحظر قاضیة علیها لان فیها ذکر

الحظر بعد الاباحة ﴾ (احکام القرآن جلد۲ صفحہ۱۵۱) نیز بالفرض دونوں قسم کے درجات متساوی بھی تسلیم کر لئے جائیں تو بھی حرمت کو ترجیح ہوگی

حافظ العصر علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا اسماعیلی نے نقل کیا کہ ابو معاویہ نے اسمعیل بن ابی خالد سے روایت کیا ہے ﴿ففعله ثم ترک ذلک﴾ اور ابن عیینہ نے اسمعیلی سے روایت کرتے ہوئے کہا ﴿ ''ثم جاء تحریمها بعدا '' ﴾ اور معمر نے اسمعیل کے واسطہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ثم نسخ منقول ہے۔ لہذا ان روایات سے واضح ہو گیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود قطعاً ہمیشہ کے لئے متعہ کو مباح نہیں سمجھتے تھے بلکہ اعتقادی طور پر بھی حرمت اور نسخ کے قائل تھے اور عملی طور پر بھی اس سے اجتناب کرنے والے اور یہی علامہ عسقلانی ابن حزم کے اس دعوی کا رد کرتے ہوئے کہ عبداللہ بن مسعود بھی متعہ کو مباح سمجھتے تھے فرماتے ہیں۔

﴿فمستنده فيه الحديث الماضي في اوائل النكاح وقد بينت فيه ما نقله الاسماعيلي من الزيادة فيه المصرحة عنه بالتحريم وقد اخرجه ابو عوانة من طريق ابي معاوية عن اسماعيل بن ابي خالد و في آخره ففعلنا ثم ترك ذلك﴾ (فتح الباری جلد۹ صفحہ۱۳۸)

ابن حزم کے اس دعوی کا سہارا وہ حدیث ہے جو اوائل باب نکاح میں گزری اور میں نے واضح کر دیا کہ اسماعیلی نے اس میں یہ عبارت زیادہ نقل کی ہے جس سے متعہ کی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک حرمت ثابت ہوتی ہے اور اسی روایت کو ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں ابو معاویہ اور اسماعیل عبن ابی خالد کے واسطہ سے نقل کیا ہے اور اس کے آخر میں ہے پس ہم نے اس رخصت کے مطابق عمل کیا پھر اس کو ترک کر دیا گیا اور تفسیر در منثور میں عبد الرزاق، ابن المنذر اور بیہقی کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ منقول ہے ﴿المتعة منسوخة نسخها الطلاق والصدقة والعدة والميراث﴾ (جلد ثانی

ص: ۱۴۰) متعہ منسوخ ہو چکا ہے اس کو طلاق، حق مہر، عدت اور میراث نے منسوخ ٹھہرایا ہے۔

اب باقی رہ گیا اس آیت کریمہ کی تلاوت کا مقصد تو سیاق حدیث سے واضح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین اپنے آپ کو خصی کر کے رہبانیت اختیار کرنا چاہتے تھے اور عورتوں کی مجامعت سے بالکلیہ اجتناب۔ لہذا فرمایا: ''تمہارا اپنے آپ کو خصی کرنا اللہ تعالی کی حلال چیزوں کو حرام کرنے کے مترادف ہے لہذا انہیں حرام نہ کرو اور یہ آیت نازل ہی اسی ضمن میں ہوئی تھی جب کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالی عنہ نے خصی ہونے کی رخصت طلب کی تھی اور اپنے آپ پر عورتوں اور ہر موجب لذت شئی اور خوشبو کو حرام کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

﴿فلهذا نزل في حقه يا ايها الذين امنوا لا تحرموا طيبات ما احل الله لكم﴾ (فتح الباری جلد۹، در منثور ص ۳۰۷، ۳۱۱) میں اسی مضمون کی بیسوں روایات مذکور و منقول ہیں جو عورتوں کے نکاح اور مباشرت اجتناب اور لذیذ اشیاء کے استعمال سے گریز بلکہ آلہ تناسل کے کاٹ پھینکنے کا عزم کرنے پر اس آیت کے نازل ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور رہبانیت سے اجتناب لازم ٹھہراتی ہیں امام ابو بکر جصاص نے بھی اسی طرح فرمایا۔ ﴿يحتمل ان يريد به النهي عن الاستخصاء وتحريم النكاح المباح﴾

(احکام القرآن ج۲ ص۱۵۱)

عین ممکن ہے کہ اس آیت کریمہ میں خصی ہونے سے منع کرنا مقصود ہو اور نکاح مباح کو حرام ٹھہرانے سے لہذا اس آیت کریمہ میں مدعائے روافض پر کوئی دلالت موجود نہیں ہے۔

اقول: ۔ اس آیت کریمہ میں حلال کو حرام ٹھہرانے سے منع کیا گیا ہے اور متعہ کو حرام ٹھہرانے کا عمل تو صرف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے سرزد نہیں ہوا تھا اگر کوئی فعل اور عمل ان سے ثابت ہوا تو وہ عورتوں سے مطلقا اجتناب اور ترک جماع بلکہ اس کی صلاحیتوں کو بھی معدوم کرنے کا عزم لہذا اس میں نکاح مباح اور عقد دوام جو کہ معمول اور مروج تھا اس کی تحریم سے منع

کیا گیا ہے علاوہ ازیں ان کے اس عزم و ارادہ کے اظہار پر متعہ کی رخصت شارع علیہ اسلام کی طرف سے ثابت ہوئی اگر وہ اباحت اصلیہ یا دور جاہلیت کے معمول کو ملحوظ رکھتے تو پھر اس گزارش کی ضرورت ہی نہ تھی۔

لہذا جب رخصت شرعیہ ثابت ہی اب ہوئی تو تحریم حلال یعنی متعہ کو حرام قرار دینے سے نہی کیونکر مقصود ہو سکتی تھی۔ ﴿کما قال تعالی ،لا تحرموا طیبات ما احل اللہ ......﴾ الغرض یہ بات بالکل واضح اور عیاں ہوگئی کہ اس آیت کریمہ میں متعہ کو حرام ٹھہرانے سے نہیں روکا گیا بلکہ اپنے آپ کو خصی کر کے ان لذائذ سے محروم کرنے کی کوشش سے روکا گیا ہے ۔الحاصل اس روایت سے روافض کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور ہمیں اس کا کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کا نظریہ

جہاں تک اہل سنت کی کتابوں میں مذکور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے اقوال کا معاملہ ہے تو وہ تین طرح کے ہیں اول یہ کہ متعہ مطلقا مباح ہے اس قول کو عمار مولی الشرید نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ میں نے ان سے دریافت کیا کہ متعہ سفاح و زنا ہے یا نکاح تو انہوں نے فرمایا! ﴿''لا سفاح ولا نکاح''﴾ یہ نہ ہی زنا ہے اور نہ ہی نکاح ہے میں نے عرض کیا تو یہ ہے کیا؟ انہوں نے فرمایا! ﴿''ھی المتعة کما قال اللہ''﴾ یہ متعہ ہے جیسے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ اس میں عدت ہے؟ تو فرمایا ہاں ایک حیض، جب دریافت کیا دونوں مرد عورت وارث بھی بنتے ہیں؟ تو فرمایا نہیں۔

(اخرجہ ابن المنذر در منثور ج ۲ ص ۱۴۱، تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۴۹)

نیز عطا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کیا ہے۔

﴿یرحم اللہ عمر ما کانت المتعة الا رحمة من اللہ رحم بھا امة

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولولا نھیہ عنھا ما احتاج الی الزنا الا اشقی قال وھی التی فی سورة النساء فما استمتعتم بہ منھن .... الی.... لیس بینھما وراثة الی ولیس بینھما نکاح واخبر انہ سمع ابن عباس رضی اللہ عنھما یراھا الان حلالا﴾

(اخرجہ عبدالرزاق وابن المنذر ر، در منثور ج ۲ ص ۱۴۱)

اللہ تعالی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی پر رحم فرمائے متعہ تو فقط اللہ تعا کی رحمت تھا جس کے ساتھ اس نے امت محمدیہ پر رحم فرمایا اور اگر ان کی طرف سے اس کی ممنوعیت نہ ہوتی تو زنا کی طرف محتاج نہ ہوتا مگر شقی اور بد بخت اور متعہ وہی ہے جو سورہ نساء میں ہے کہ تم ان سے تمتع اور نفع اندوزی کرو مقررہ مدت تک مقررہ اجرت کے عوض اور متعہ میں مرد و عورت کے درمیان وراثت نہیں ''تا'' اور نہ ہی ان کے درمیان نکاح ہے اور عطا نے بتلایا کہ انھوں نے حضرت ابن عباس کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ وہ اب بھی اس کو حلال سمجھتے ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ انھوں نے متعہ کو صرف حالت اضطراری میں مُباح رکھا جس طرح کہ مردار اور خنزیر حالت اضطراری میں مباح ہے جیسے کہ ابن ابی جمرہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے اس میں رخصت دی ﴿فقال لہ مولی انما کان ذلک وفی النساء قلة والحال شدید فقال ابن عباس نعم﴾ (بخاری، در منثور ج ۲ ص ۱۴۰)

تو ان کے آزاد کردہ غلام نے کہا کہ یہ رخصت صرف اس وقت تھی جب کہ عورتوں میں قلت تھی اور حالت اضطراری تھی تو فرمایا ہاں اور اسی قسم کا مضمون سعید بن جبیر سے ابن المنذر طبرانی اور بیہقی کے حوالہ سے در منثور ج ۲ ص ۱۴۱ پر منقول ہے۔

﴿فقال انا للہ وانا الیہ راجعون لا واللہ ما بھذا افتیت ولا ھذا اردت ولا احللتھا الا للمضطر ولا احللت منھا الا الا ما احل اللہ من المیتة والدم

ولحم الخنزیر ﴾

یہ آپ نے کیا کر دیا رہ گزار اور سوار جناب کا فتوی لے اڑے ہیں اور اس کے متعلق شعراء نے طنزیہ اشعار کہے ہیں جب آپ کے استفسار پر میں نے دو شعر سنائے تو آپ نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون بخدا نہ میں نے یہ فتوی دیا ہے اور نہ ہی میرا یہ مقصد تھا میں نے تو متعہ صرف مجبور اور مضطر کے لئے مردار اور دم مسفوح اور خنزیر کی طرح مباح ٹھہرایا ہے۔

فاکہی اور خطابی نے ذکر کیا ہے کہ سعید بن جبیر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں ''میں نے ابن عباس سے عرض کیا﴿ لقد سارت بفتياك الركبان وقال فيها الشعراء يعني في المتعة فقال والله ما بهذا افتيت وما هي الا كالميتة لا تحل الا للمضطر﴾

(فتح الباری ج۹ص۱۳۶)

آپ کے متعہ کے جواز کے فتوی کو سوار لے اڑے اور اس کے متعلق شعراء نے شعر کہے ہیں تو آپ نے فرمایا بخدا میں نے علی الاطلاق اس کے جائز ہونے کا فتوی نہیں دیا وہ تو صرف مردار کی مانند ہے جو سوائے مجبور محض اور مضطر کے کسی کے لئے حلال نہیں ہے۔

اسی مضمون کو امام بیہقی نے سعید بن جبیر رضی اللہ تعالی عنہ کے واسطہ سے نقل کیا ہے اور اس کے آخری الفاظ یہ ہیں﴿ ''الا انما هي كالميتة والدم ولحم الخنزير'' ﴾غور سے سنو متعہ مردار رگوں سے بہتے نجس خون اور خنزیر کے گوشت کی مانند ہے۔

(فتح الباری ج۹ص۱۳۶، تفسیر کبیر ج۱۰ص۴۹)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس مضمون کی متعدد روایات ذکر کرنے کے بعد فرمایا
﴿فهذه اخبار تقوى بعضها ببعض وحاصلها ان المتعة انما رخص فيها بسبب العزلة في حال سفر﴾ (فتح الباری ج۹ص۱۳۶)

یہ روایات ایک دوسرے سے تقویت پکڑتی ہیں اور ان کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت ابن

عباس کے نزدیک متعہ کی رخصت صرف سفر کی حالت میں ہے اور وہ بھی بیوی کے نہ ہونے کی صورت میں جب کہ آدمی صبر وضبط سے کام نہ لے سکے۔

تیسرا قول ان کی طرف سے یہ ہے کہ متعہ مطلقا حرام ہے اور اس کی سابقہ اباحت منسوخ ہو چکی ہے۔

1۔ ابوداؤد نے اپنے ناسخ میں ابن المنذر اور نحاس نے عطاء کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کیا ہے۔

﴿قوله تعالى فما استمتعتم به منهن ،،قال نسختها ،، يا ايها النبي اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن﴾

(کبیر ج۱۰ص۴۹، درمنثور ج۲ص۱۳۹)

کہ قول باری تعالی﴿فما استمتعتم به منهن الاية﴾ کو اس قول باری تعالی نے منسوخ ٹھہرا دیا ہے کہ اے نبی ﷺ جب تمہاری امت عورتوں کو طلاق دے تو انہیں ان کے وقت عدت میں طلاق دیں اور فرمایا کہ طلاق والی عورتیں تین حیض تک انتظار اور عدت میں رہیں۔

2۔ ابن حاتم نے حضرت ابن عباس سے نقل کی ہے۔

﴿قال كان متعة النساء في اول الاسلام (الى) وكان يقرأ فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى نسختها محصنين غير مسافحين وكان الاحصان بيد الرجل يمسك متى شاء﴾ (درمنثور ج۲ص۱۳۹، ۱۴۰)

متعہ نساء آغاز اسلام میں تھا ایک شخص ایسے شہر میں جاتا جہاں پر اسکے ساتھ اس کا ساز و سامان درست کرنے والا کوئی نہ ہوتا تھا تو وہ اتنے عرصہ کے لئے کسی عورت کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم کر لیتا جتنے عرصہ میں وہ فارغ ہو سکنے کا ظن غالب رکھتا تو وہ عورت اس کے مال ومتاع کی حفاظت کرتی اور آپ قول باری تعالی﴿فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى

﴿ پڑھتے جس کو قول باری تعالی ﴿محصنین غیر مسافحین﴾ نے منسوخ ٹھہرا دیا او
عورت کی عصمت مرد کے ہاتھ میں دے دی جب تک چاہے اسے اپنے عقد میں رکھے اور جب
چاہے اسے طلاق دے دے۔

3۔ طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے نقل کیا ہے ۔﴿قال كانت
المتعة فی اول الاسلام (الی) حتی نزلت هذه الاية "حرمت عليكم امهاتكم
"الاية فنسخ الاولى فحرمت المتعة و تصديقها من القرآن الا على ازواجهم او
ما ملكت ايمانهم و ما سوى هذ الفرج فهو حرام﴾

(درمنثور ج ۲ ص ۱۴۰ وکذا فی ترمذی ج ۱ ص ۲۱۳)

یعنی متعہ ابتدائے اسلام میں مباح تھا (جسطرح پچھلی روایت میں تفصیل مذکور ہوئی وہ
یہاں بھی ہے) حتی کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ﴾ الایۃ تو اس
نے پہلے حکم کو منسوخ ٹھہرا دیا اور اس کی تصدیق قرآن مجید سے یہ ارشاد خداوندی کر رہا ہے
﴿اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ﴾ کہ فلاح پانے والے مومن وہ ہیں جو اس
صفت کے ساتھ بھی موصوف ہیں کہ وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی
بیویوں اور لونڈیوں پر اور ان دو کے علاوہ ہر فرج حرام ہے۔

4۔﴿وروى ايضا انه قال عند موته اللهم انى اتوب اليك من قولى فى المتعة
والصرف﴾ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۴۹، ابوسعود ج ۳ ص ۱۱۷)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق مروی ہے کہ انھوں نے وفات کے
قریب کہا اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں متعہ کے بارے میں اپنے قول سے اور بیع
الصرف کے قول سے۔﴿وقع الجماع بعد ذالک علی تحریمها من جمیع العلماء
الا الروافض و کان ابن عباس یقول باباحتها﴾ (نووی مع مسلم ج ۱ ص ۴۵۰)

بعد ازاں متعہ کی حرمت پر تمام علماء کی طرف سے اجماع و اتفاق ہو گیا سوا روافض کے
اور حضرت ابن عباس پہلے اباحت کے قائل تھے۔

5۔ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے کہا ﴿روى عنه انه رجع عن ذلك﴾

(فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے جواز متعہ کے قول
سے رجوع کر لیا تھا۔

6۔ ابن بطال مالکی نے کہا ﴿روى عنه الرجوع باسانيد ضعيفة﴾

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے جواز متعہ کے قول سے رجوع مروی ومنقول
ہے اگر چہ ان روایات کی اسانید ضعیف ہیں۔

7۔ علامہ بدر الدین عینی نے عمدة القاری شرح بخاری میں ج ۷ ص ۲۴۶ پر صاحب مفہم کے
حوالے سے نقل کیا ہے۔

﴿اجمع السلف والخلف على تحريمها الا ما روى عن ابن عباس
وروى عنه رجع﴾ تمام اسلاف واخلاف کا متعہ کی حرمت پر اجماع ہے صرف حضرت ابن
عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے جواز کا قول منقول ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے اس قول
سے رجوع کر لیا تھا۔

8۔ امام ابن ہمام نے فرمایا ﴿وابن عباس صح رجوعه بعد ما اشتهر عنه من اباحتها﴾

(فتح القدیر ج ۳ ص ۱۵۱)

9۔ علامہ ابن نجیم نے (بحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۸) میں فرمایا ﴿وما نقل عن ابن عباس من
اباحتها فقد صح رجوعه﴾ اگر چہ مشہور قول ان کا متعہ کی اباحت ہے لیکن ان کا اس قول

سے رجوع کرنا صحیح طریقہ پر ثابت ہے۔

ف۔ ابن بطال کے قول میں اسانید ضعیفہ کا ذکر ہے لیکن تعدد طرق ضعف کو دور کر دیتا ہے لہذا صحت رجوع میں شک وشبہ کی گنجائش نہ رہی علی الخصوص امام ترمذی کی تصریح کے بعد۔

10۔ امام ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی نبی اکرم ﷺ کا حکم تحریم نقل کرنے کے بعد فرمایا

﴿و فی الباب عن سبرة الجهنی و ابن ابوهريره حديث على حديث حسن صحيح والعمل على هذا عند اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغيرهم وانما روی عن ابن عباس شئی من الرخصة فی المتعة ثم رجع عن قوله حيث اخبره عن النبی ﷺ﴾ (ج ا ص ۱۳۳)

حرمت متعہ کے باب میں حضرت سبرہ جہنی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہما سے بھی روایات ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی مروی حدیث حسن صحیح ہے اور تمام اہل علم اصحاب نبی اکرم ﷺ اور دیگر حضرات کا عمل اسی پر ہے اور صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے قدرے رخصت متعہ کے بارے میں منقول ہے پھر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا جب کہ خود ہی رسول اکرم ﷺ کی طرف سے اس کے حرام ہونے کی خبر دی۔

11۔ تفسیر مظہری میں سنن بیہقی کے حوالے سے مذکور ہے ﴿عن الزهری انه قال مامات ابن عباس حتی رجع عن فتواه بحل المتعة و كذا ذكر ابو عوانه فی صحيحه﴾

(تفسیر مظہری ج ۲ ص ۷۶)

یعنی زہری سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے اپنے وصال سے قبل حلت متعہ والے فتوی سے رجوع کر لیا تھا اور یہی مضمون ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔

الغرض ان تمام اقوال کو ملاحظہ کر لینے کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے قول کو سند اباحت اور دلیل جواز بنانا کسی طرح بھی روا اور جائز نہیں ہے۔

علی الخصوص جب کہ اباحت کا قول ان کے ذاتی استنباط واجتہاد پر مبنی ہے اور اس کے دلائل صریح الدلالہ اور صحیح ترین روایات مرفوعہ متصلہ سے نبی اکرم ﷺ کا اسے حرام ٹھہرانا ثابت ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کا انہیں احادیث کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے انہیں اسی فتوی سے باز رہنے کی تلقین کرنا ثابت ہے بلکہ سرزنش کرتے ہوئے فرمانا ﴿انک رجل تائه﴾ تو حیران وسرگرداں اور راہ راست سے بھٹکا ہوا انسان ہے کیونکہ خود رسول اکرم ﷺ نے اسے حرام فرمایا ہے کذا فی صحیح مسلم۔ کیا سید عالم ﷺ کے صریح ارشادات اور احادیث طیبہ کے ہوتے ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی اس سرزنش کے بعد بھی کسی طرح کا تمسک اور سہارا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کے قول سے مل سکتا ہے جب کہ ان سے رجوع بھی ثابت ہو اور وہ بھی صحیح السند روایات کے ساتھ اور اس سے بھی قطع نظر کر لیں تو محض تعارض و تناقض اقوال ہی اس تمسک اور استدلال کو بیخ وبن سے اکھاڑ دیتا ہے کیونکہ معروف قاعدہ ہے۔ ﴿اذا تعارضا تساقطا﴾ جب دلائل میں تعارض آ جائے تو وہ درجہ اعتبار سے گر جاتے ہیں۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ کا نظریہ

علامہ ڈھکو صاحب نے متعہ کو جائز رکھنے والوں کی فہرست میں اضافہ کے لئے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ کا حوالہ بھی دیا ہے (بحذف عربی) ''خداوند عالم نے متعہ کے متعلق قرآن میں آیت نازل کی پھر اسے کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں کیا اور رسول نے ہمیں متعہ کرنے کا حکم دیا پھر اس سے ممانعت نہیں فرمائی یہاں تک کہ ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا ان کی مراد یہ ہے کہ عمر نے اس کی ممانعت کر دی'' (تجلیات صداقت ص ۲۹۵)

سے رجوع کرنا صحیح طریقہ پر ثابت ہے۔

ف۔ ابن بطال کے قول میں اسانید ضعیفہ کا ذکر ہے لیکن تعدد طرق ضعف کو دور کر دیتا ہے لہٰذا صحت رجوع میں شک وشبہ کی گنجائش نہ رہی علی الخصوص امام ترمذی کی تصریح کے بعد۔

10۔امام ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نبی اکرم ﷺ کا حکم تحریم نقل کرنے کے بعد فرمایا

﴿و فی الباب عن سبرة الجهنی و ابن ابوهريره حديث علی حديث حسن صحيح والعمل علی هذا عند اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغيرهم وانما روی عن ابن عباس شئی من الرخصة فی المتعة ثم رجع عن قوله حيث اخبره عن النبی ﷺ﴾ (ج ا ص ۱۳۳)

حرمت متعہ کے باب میں حضرت سبرہ جہنی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایات ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مروی حدیث حسن صحیح ہے اور تمام اہل علم اصحاب نبی اکرم ﷺ اور دیگر حضرات کا عمل اسی پر ہے اور صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے قدرے رخصت متعہ کے بارے میں منقول ہے پھر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا جب کہ خود ہی رسول اکرم ﷺ کی طرف سے اس کے حرام ہونے کی خبر دی۔

11۔تفسیر مظہری میں سنن بیہقی کے حوالے سے مذکور ہے ﴿عن الزهری انه قال مامات ابن عباس حتی رجع عن فتواه بحل المتعة و كذا ذكر ابو عوانه فی صحيحه﴾

(تفسیر مظہری ج ۲ ص ۷۶)

یعنی زہری سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے اپنے وصال سے قبل حلت متعہ والے فتوی سے رجوع کر لیا تھا اور یہی مضمون ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔

الغرض ان تمام اقوال کو ملاحظہ کر لینے کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال کو سند اباحت اور دلیل جواز بنانا کسی طرح بھی روا اور جائز نہیں ہے۔

علی الخصوص جب کہ اباحت کا قول ان کے ذاتی استنباط و اجتہاد پر مبنی ہے اور اس کے اقوال صریح الدلالہ اور صحیح ترین روایات مرفوعہ متصلہ سے نبی اکرم ﷺ کا اسے حرام ٹھہرانا ثابت ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انہیں احادیث کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے انہیں اس قول سے باز رہنے کی تلقین کرنا ثابت ہے بلکہ سرزنش کرتے ہوئے فرمانا ﴿انک رجل تائ کہ تو حیران وسرگرداں اور راہ راست سے بھٹکا ہوا انسان ہے کیونکہ خود رسول اکرم ﷺ نے ا حرام فرمایا ہے کذا فی صحیح مسلم ۔کیا سید عالم ﷺ کے صریح ارشادات اور احادی موجود ہوتے ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس سرزنش کے بعد بھی کسی طرح تمسک اور سہارا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول سے مل سکتا ہے جب کہ ان سے رجوع ثابت ہو اور وہ بھی صحیح السند روایات کے ساتھ اور اس سے بھی قطع نظر کر لیں تو محض تعارض تناقض اقوال ہی اس تمسک اور استدلال کو بیخ وبن سے اکھاڑ دیتا ہے کیونکہ معروف قاعدہ ہے ﴿اذا تعارضا تساقطا﴾ جب دلائل میں تعارض آ جائے تو وہ درجہ اعتبار سے گر جاتے ہیں

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ

علامہ ڈھکو صاحب نے متعہ کو جائز رکھنے والوں کی فہرست میں اضافہ کے لئے حض عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حوالہ بھی دیا ہے (بحذف عربی) ”خداوند عالم نے متعہ کے قرآن میں آیت نازل کی پھر اسے کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں کیا اور رسول نے ہمیں کرنے کا حکم دیا پھر اس سے ممانعت نہیں فرمائی یہاں تک کہ ایک شخص نے اپنی رائے سے ج کہہ دیا ان کی مراد یہ ہے کہ عمر نے اس کی ممانعت کر دی“ (تجلیات صداقت ص ۲۹۵)

الجواب القويم بفضل الله الرحيم:

تفسیر کبیر کا حوالہ دے کر علامہ صاحب اپنے طور پر داد تحقیق اور حق تدقیق ادا کر کے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف فرد جرم عائد کر گئے مگر یہ نہ سوچا کہ تفسیر کبیر فن حدیث کی کتاب نہیں ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ جو کچھ اس میں مذکور ہوگا وہ درجہ صحت تک بھی پہنچا ہوا ہو یا اس میں سہو و ذہول کا امکان نہیں ہوگا حقیقت حال یہ ہے کہ یہ روایت متعدد طریق سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے اور ہے بھی متعہ کے متعلق مگر اس میں وجہ اشتباہ یہ ہے کہ متعہ نساء کے بارے میں نہیں بلکہ متعہ حج کے بارے میں ہے۔ صحیح مسلم کتاب الحج میں اس حقیقت کا بچشم خود مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ حج سے بھی منع کیا تھا اور آپ اس کو جائز سمجھتے تھے لہذا آپ نے اپنے نظریہ پر قرآن وسنت سے استدلال پیش کیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کی تاویل یہ ہے کہ آپ نے قرآن یعنی حج اور عمرہ کی ایک ہی ادائیگی کو اولیٰ اور انسب قرار دیا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ذاتی عمل بھی یہی تھا اور قرآن مجید میں بھی دونوں کو اکھٹا ادا کرنے اور اتمام تک پہنچانے کا حکم ہے۔ ﴿اتموا الحج والعمرة لله﴾ لیکن پہلے ایام حج میں عمرہ بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا تھا لہذا سید عالم ﷺ نے اس تو ہم کو عملی طور پر ختم کرنے کے لئے حج کا احرام باندھنے کے بعد حکم دیا کہ جن کے ساتھ ہدیہ کے جانور نہیں ہیں وہ عمرہ کر کے حج کا احرام کھول دیں اور بعد ازاں آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھے تاکہ قولاً اور عملاً عمرہ کا ان ایام میں جواز اور عمرہ کا احرام کھول کر درمیان میں آسائش اور بیویوں سے مجامعت وغیرہ کا جواز ثابت ہو جائے لیکن اس سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ بہتر صورت ادائیگی حج کی یہی تمتع ہو بلکہ قران میں مشقت زیادہ ہے اور جتنی مشقت زیادہ ہوا تناہی اجر وثواب زیادہ ملتا ہے لہذا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قران حج اور عمرہ کو زیادہ افضل سمجھتے ہوئے اس کا حکم دیا اور تمتع کے خلاف اولیٰ ہونے کی وجہ سے اسے منع فرمایا اور یا حج کا احرام باندھ کر پھر عمرہ کے

اعمال ادا کر کے اس کے فسخ کرنے سے منع فرمایا کہ سید عالم ﷺ نے یہ شرعی طریقہ نہیں بتلایا تھا یا ایک خصوصی مصلحت کہ تحت وقتی طور پر یہ حکم جاری اور نافذ فرمایا تھا تو امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو معمول بنا لینے سے منع فرمایا بہر حال اس روایت کو عورتوں کے ساتھ متعہ کے [illegible] سے کوئی تعلق نہیں ہے لہذا اس کا یہاں ذکر سراسر تحکم اور سینہ زوری ہے اور بلا وجہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بغض وعناد کا اظہار ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ

علامہ ڈھکو صاحب نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی متعہ کی اباحت کے قائل حضرات میں شمار کرتے ہوئے کہا۔

جناب جابر بن عبداللہ انصاری بھی اس کے جواز کے قائل و عامل تھے ابو نضرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جناب جابر کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے آکر متعہ حج اور متعہ نساء کے بارے میں عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اختلاف کا تذکرہ کیا جابر نے کہا ہم نے آنحضرت ﷺ کے عہد میں متعوں پر عمل درآمد کیا ہے بعد ازاں جب عمر نے اس کی ممانعت کر دی تو پھر ہم نے (بوجہ تقیہ) عود نہیں کیا۔

ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب جابر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم رسول خدا اور ابو بکر کے زمانہ میں مٹھی بھر آٹا یا کھجور دے کر متعہ کرتے تھے یہاں تک کے عمر نے اس کی ممانعت کر دی (صحیح مسلم مع نووی ج ا ص ۴۵۱، تجلیات ص ۲۹۶، ۲۹۵)

الجواب منه توفيق الصواب:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیش کردہ دونوں روایتوں سے صاف ظاہر کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اتفاق کیا اور ان کے منع کرنے

کے بعد پھر کبھی متعہ کے قریب نہ گئے حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے وصال کو مدتیں گزر گئیں حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کا دور خلافت بھی گزر گیا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا دور امارت بھی۔ یزید پلید کے آنجہانی ہونے کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کا دور امارت آپہنچا مگر حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ ہیں کہ اس متعہ کی ممنوعیت پر قائم ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے متفق و متحد تو پھر اس کو سند جواز اور دلیل اباحت قرار دینے کا کیا جواز رہ جاتا ہے۔

مضحکہ خیز اضافہ

ڈھکو صاحب نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے حکم امتناعی نافذ کرنے پر حضرت جابر کے متعہ نہ کرنے کی یہ وجہ بیان کی کہ انہوں نے تقیہ کرتے ہوئے متعہ نہ کیا مگر ان کے وصال کے بعد اتنا عرصہ بیت جانے پر تقیہ کرنے کا کیا مطلب؟ علاوہ ازیں یہ فعل علانیہ تو ہوتا نہیں حتی کہ شیعہ صاحبان اس عقد کے دوران بچی کے ماں باپ کو بھی پتہ نہیں چلنے دیتے تو حضرت جابر بھی اس پر خفیہ طور پر عمل پیرا رہتے نہ اس میں گواہ نہ اعلان وتشہیر۔ جب اس عمل متعہ کا دارومدار ہی تقیہ اور اخفاء پر ہے تو از راہ تقیہ نہ کرنے کا کیا معنی ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالی نے زنا حرام کیا ہے اور اس پر سنگین سزا بھی مقرر کر رکھی ہے مگر لوگ پھر بھی زنا کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آخر عنداللہ اور عندالرسول جائز امر کے لیے اس قدر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے حکم کی پابندی کیوں کہ ان کے وصال کے چوالیس پینتالیس سال کے بعد بھی اس کے قریب نہ گئے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں قطعاً تقیہ وغیرہ نہیں تھا بلکہ نسخ کا حتمی علم نہیں تھا جب حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مجمع میں نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اس کے منع کیے جانے کا اعلان کیا تو نسخ کا یقین ہو گیا اور سب صحابہ کا اس پر اتفاق بھی معلوم ہو گیا لہذا پھر اس کے قریب نہ گئے

علامہ نووی نے فرمایا:

﴿ھذا محمول علی ان الذی استمتع فی عھد ابی بکر و عمر لم یبلغه النسخ﴾

(مسلم ج ا ص ۴۵۱)

یعنی جن صحابہ سے یہ فعل سرزد ہوا تو ان کو منسوخ ہونے کا علم نہیں ہوا تھا لہذا یہ شہادت تو ڈھکو صاحب کے خلاف ہے اس کو اپنے حق میں سمجھنا خود فریبی بھی ہے اور عوام فریبی بھی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کا نظریہ

علامہ ڈھکو صاحب نے امیر المومنین علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کو مجوزین متعہ میں شمار کرتے ہوئے کہا'' حضرت علی علیہ السلام کا یہ فرمان زبان زد خلائق ہے فرمایا اگر عمر متعہ کی ممانعت نہ کرتا تو سوائے کسی شقی و بدبخت کے (یا سوائے کسی شاذ و نادر آدمی کے) اور کوئی زنا نہ کرتا۔

(تجلیات ص ۲۹۵)

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف سے متعہ کی حرمت کا اعلان کسی بھی صاحب علم پر مخفی نہیں ہے اور بخاری و مسلم جیسی مستند کتب حدیث میں مروی و منقول ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما پر ردوقدح اور سرزنش بھی کسی سے پوشیدہ نہیں اور اس حرمت کا اعلان بھی اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ خود سرور عالم ﷺ کی طرف سے نقل کیا ہے تو اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف متعہ کو جائز سمجھنے کی نسبت کا کوئی جواز نہیں رہتا۔

نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے جو حکم مناسب سمجھا وہ دیا مگر اب تو دور مرتضوی ہے آپ جو مناسب سمجھتے تھے وہ حکم آپ کو دینا چاہیے تھا اور اگر اس حکم سے خلق خدا کو جرم زنا سے بچایا جا سکتا تھا اور کتاب وسنت میں اس کی اباحت بھی موجود تھی تو آپ کا فرض تھا کہ متعہ کی اباحت رخصت کا حکم دیتے اپنے دور حکومت میں آپکو تقیہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

جولوگ آپ کے لیے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے جلیل الق[در] صحابیوں اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خلاف جنگ وجدال ا[ور] حرب وقتال تک سے گریز نہیں کرتے تھے وہ سراسر اپنی بھلائی اور عام اہل اسلام کی بھلائی [پر] مشتمل امر اور بالخصوص اخروی درجات ومراتب میں عظیم ترقی اور رفعت کے موجب وباعث [امر] میں کیونکر مخالفت کر سکتے تھے لہذا آپ کو فرمان باری تعالیٰ ﴿تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ پر عمل کرتے ہوئے اس کار خیر کا ضرور حکم دینا چاہیے تھا اور اس کی بندش سے پ[یدا] ہونے والے مفاسد کا سد باب کرنا چاہیے تھا اور فرمان باری تعالیٰ ﴿لا یخافون لومة لائم﴾ کی تنقید اور اعتراض وانکار کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے تھا لیکن ہے کوئی شیعہ جو ہوش وخرد کے ہوتے ہوئے یہ دعویٰ کر سکے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ کو اپنے دور خلافت میں مباح قرار دیا تھا بلکہ شیخ الطائفہ ابو جعفر الطوسی صاف صاف اقرار کرتا ہے کہ آپ از راہ تقیہ متعہ کی حرمت کا اعلان کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو: (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۱)

﴿عن زید بن علی عن آبائه عن علی علیهم السلام قال حرم رسول الله ﷺ یوم خیبر لحوم الحمر الاهلية ونكاح المتعة﴾

﴿فان هذا الرواية وردت مورد التقية وعلى ما يذهب اليه مخالفوا الشيعة ...﴾

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۱)

یہ نظریہ شیعہ کو مبارک ہو ہم تو صرف اور صرف یہی سمجھتے ہیں کہ وہ جو زبان سے فرماتے تھے وہی ان کا حقیقی نظریہ ہوتا تھا اور شیر خدا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے ڈر نہیں سکتے تھے اور ڈرتے تھے تو شیر خدا اور اسد اللہ الغالب کہلانے کے حقدار نہیں ہو سکتے تھے نعوذ باللہ منہ اصولی بات تو یہ ہے کہ اصح ترین روایات اور کتب صحاح کے مقابل ومناقض جو روایت ہوں اس کی تاویل ہو سکے تو فبہا ورنہ اس کو رد کر دیا جائے گا لہذا یہ روایت مردود اور ناقابل اعتبار ہے اور یا اس کا

مفہوم یہ ہے کہ فی الجملہ متعہ جائز رہتا تو اس میں یہ مصلحت حاصل ہوتی لیکن ایک شے کے دو پہلو خیر وشر کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ خیر والے پہلو کے پیش نظر اس کی آرزو بھی کی جا سکتی ہے اور شر والے پہلو کے لحاظ سے نفرت وکراہت بھی مثلاً موت کی آرزو ولقاء خداوندی کے لیے جائز ہے اور مصائب وآلام سے گھبرا کر منع ہے لہذا متعہ کا جواز برقرار رہنا زنا سے مانع ہونے کی وجہ سے بہتر تھا لیکن شرفاء کی عزت وناموس کے خلاف ہونے اور نسب ونسل کا ضیاع عورتوں کے نان ونفقہ وغیرہ سے محرومی کی وجہ سے اس میں قباحت تھی لہذا اس کو ممنوع ٹھہرانے میں آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اتفاق وموافقت فرمائی نہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں مخالفت فرمائی اور نہ اپنے دور حکومت میں۔

اعتذار شیعہ اور اس کی لغویت

چونکہ حضرت امیر کے ہم زمان سیرت شیخین کے معتقد تھے اور اس کی مخالفت کو برداشت نہیں کرتے تھے لہذا آپ اپنے دور خلافت میں بھی ان کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے ورنہ سبھی چھوڑ جاتے اور آپ تنہا رہ جاتے یا قلیل ترین مخلص شیعہ (احتجاج طبرسی، مجالس المؤمنین) بلکہ خود علامہ ڈھکو صاحب نے تنزیہ الامامیہ پر بھی یہی عذر بیان کیا ہے لیکن عذر کئی وجہ سے لغو اور باطل ہے۔

اول:۔ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ ہو سکے تو امامت اور خلافت کا بارگراں سر لیکر عام اہل اسلام کی عملی اور اعتقادی کوتاہیوں کو اپنے ذمہ لینا بہت بڑا خسارے کا سودا ہے۔

دوم:۔ اس عذر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کو سراسر ناقص پست غیر معتبر اور ناقابل اعتداد گردانا لازم آتا ہے یعنی ان کی کوئی مانتا تھا اور نہ سنتا تھا ان کے کہنے پر عمل کس نے کرنا تھا تو اس میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واضح کھلی توہین وتحقیر ہے جو عقل مند

دشمن بھی قبول نہیں کرسکتا چہ جائیکہ صاحب ہوش وخرد مومن۔ جن لوگوں نے ان کو مسند خلافت اور منصب امامت سونپا تھا ان کا مقصد کیا تھا؟ مخالفت کرنا یا اطاعت کرنا اور جن اکابرین سے جنگ لڑی وہ اپنے شوق سے یا آپ کے حکم سے؟

سوم:۔ نیز اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے دور میں یا رسول اکرم ﷺ کے دور میں متعہ حرام نہیں کیا گیا تھا تو آپ صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کا عمل بلکہ ان کے آقا اور مولا کا عمل پیش کر کے اپنا موقف مدلل اور مبرہن انداز میں پیش کرسکتے تھے اور ہر کسی کے لیے چون و چرا کی تمام راہیں مسدود کرسکتے تھے لیکن آپ نے ایسا اقدام نہ کر کے اس کی حرمت اور عدم جواز پر مہر تصدیق لگادی۔

اجماع اہل بیت کے دعوی کی لغویت

جب یہ حقیقت ذہن نشین ہوچکی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے دور حکومت میں بھی متعہ کے جواز واباحت کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ ہی اعلانیہ اس طرح کا قول کیا بلکہ تقیہ کیے رکھا اور عام اہل اسلام کے ساتھ موافقت فرمائی تو اہل تشیع کا یہ دعوی بھی لغو و باطل ہو کر رہ گیا کہ متعہ کی اباحت اور جواز پر تمام اہل بیت مجتمع اور متفق ہیں کیونکہ صاحب اقتدار و اختیار ہستی برملا حرمت اور عدم جواز کا اعلان کرتی رہی تو دوسرے ائمہ کرام جو مسند اقتدار و اختیار پر فائز نہیں تھے وہ اس کی اباحت اور جواز کا اعلان کسطرح کرسکتے تھے لہذا یقینی امر یہی ہے کہ جو مذہب اہل بیت کرام کا ظاہر اور معروف تھا اور جو ان سے تواتر اور توارث کے ساتھ ثابت تھا، وہ صرف اور صرف متعہ کی حرمت اور عدم جواز میں اور اس کے برعکس جو کچھ ہے وہ محض ان دو چار راویوں کی کارستانی ہے جن کو امام جعفر صادق اور دیگر حضرات نے یہود و مجوس اور مشرکین اور اہل تثلیث سے بھی بدتر قرار دیا تھا لہذا ان روایات میں نہ کوئی وزن اور نہ ہی وہ اعتداد و اعتبار کے لائق ہیں

بلکہ ان کا مقصد وحید اہل اسلام میں فکری انتشار اور عملی گراوٹ پستی اور رذالت پیدا کرنا تھا انہیں نادانستہ طور پر یہود و مجوس کی راہ و روش پر گامزن کرنا تھا جس میں وہ کافی حدتک کامیاب گئے تھے انا للہ وانا الیہ راجعون

شہادات اربعہ پر بے جواز تکیہ اور اعتماد

علامہ ڈھکو صاحب نے فرمایا ''شہادت کا سب سے بڑا کورس چار عدد کا ہے ا معتبر شہادات سے ثابت ہوگیا کہ متعہ والی آیت محکم ہے اور منسوخ نہیں ہے اگر نسخ ک اصلیت ہوتی تو کس طرح ان حضرات سے پوشیدہ رہ سکتی تھی؟ (تجلیات صداقت ۲۹۶)

الجواب بفضل الوہاب

علامہ موصوف بلاوجہ شہادت کے چکر میں پڑ گئے اول تو انہیں معلوم ہونا چاہی چار حضرات کی شہادت تب بنتی ہے جب براہ راست وہ ڈھکو صاحب کے پاس بیان د قطعا باطل ہے اور اگر کوئی چیز اس طرح کی ثابت ہوئی ہے تو وہ راویوں کی وساطت سے محدثین کی نقل ہے جس سے وثوق اور اعتماد میں کمی آسکتی ہے کیونکہ راوی اور ناقل عا ہوتے ہیں اور ضعیف بلکہ کاذب بھی اور سبھی محدث بھی ہم پلہ نہیں ہیں لہذا ومسلم، ترمذی، ابوداوٗد، نسائی اور ابن ماجہ جیسی ممتاز اور مستند کتب احادیث میں جب س ﷺ کی طرف سے حرمت کی تصریح موجود ہے تو پھر غیر معتبر اور غیر مستند کتب کی م مناقض روایات کیونکر قابل قبول اور مفید مدعا ہوسکتی ہیں اور جواز متعہ کی شہادت کیسے بن اوران سرآمد روزگار محدثین کے بیان کے بعد دوسرے کسی محدث کا مخالف قول کیا وزن رک

دوم :۔ ان حضرات کی طرف منسوب روایات کا وہ معنی و مفہوم ہی نہیں جو ڈھکو صاح سمجھا بلکہ اس کی حقیقت اوران حضرات کا نظریہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے جو علامہ صاحب

موافق نہیں ہے لہذا ان کو آخری کورس قرار دینا تو دور کی بات ہے اس میں ایک کی بھی شہادت نہیں پائی گئی جب ان کے بیانات میں آیت کے متعہ کے جواز پر دلالت کا بھی ذکر نہیں ہے تو اس کا محکم ہونا اور غیر منسوخ ہونا کیسے ثابت ہو گیا عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت میں آیت کا ذکر ہے اور اس کے ناسخ کی نفی کا بھی لیکن وہ تو متعہ حج کے متعلق ہے نہ کہ متعہ نساء کے متعلق لہذا یہ علامہ صاحب کی سراسر سینہ زوری اور تحکم ہے اور دیانت و انصاف کا خون ناحق علاوہ ازیں حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے منع کرنے پر ہم نے متعہ ترک کر دیا تو وہ گواہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے موافق ہو گیا حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے خود ابن عباس رضی اللہ تعالہ عنہ پر رد فرمایا اور انہیں حیران سرگرداں شخص قرار دیا تو اگر ایسی شہادات سے دعاوی ثابت ہو سکتے ہیں تو پھر شیعی عدالت میں سے کوئی دعوی خارج ہو ہی نہیں سکے گا کیا اسی کو اجتہاد اور تحقیق و تدقیق کہتے ہیں؟

سوم:۔ اگر چار کا عدد پورا ہو جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ بھی قطعا اس کی حرمت کا نفاذ نہ کرتے کیونکہ آپ کا مطالبہ بھی یہی تھا کہ اگر چار گواہ اس پر پیش کر دیے جائیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے حرام فرمانے کے بعد پھر حلال فرمایا ہے تو میں اس کی حرمت کو نافذ نہیں کرتا ورنہ آج کے بعد جو شخص شادی شدہ متعہ کرے گا میں اس کو سنگسار کرا دوں گا ملاحظہ فرمائیے:

(ابن ماجہ ص ۱۴۱)

﴿عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما قال لما ولی عمر بن الخطاب خطب الناس فقال ان رسول اللہ ﷺ اذن لنا فی المتعة ثلاثا ثم حرمها واللہ لا اعلم احدا يتمتع وهو محصن الا رجمته بالحجارة الا ان ياتيني باربعة يشهدون ان رسول اللہ ﷺ احلها بعد اذ حرمها﴾ (ابن ماجہ ص ۱۴۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب

رضی اللہ تعالی عنہ والی خلافت و امارت بنائے گئے تو آپ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے بیشک رسول خدا ﷺ نے ہمیں تین دن کے لئے متعہ کی اجازت دی تھی پھر اس کو حرام قرار دیا بخدا میں کسی کے متعلق اگر معلوم کر لوں کہ اس نے متعہ کیا ہے اور وہ شادی شدہ بھی ہے اس کو سنگسار کر دوں گا مگر یہ کہ وہ چار گواہ پیش کرے جو کہ اس امر کی گواہی دیں کہ رسول اللہ نے اس کو حرام ٹھہرانے کے بعد پھر اس کو حلال قرار دیا تھا۔

مگر آپ کے اس اعلان کے باوجود چار تو کجا دو گواہ بھی دستیاب نہ ہوئے بلکہ سبھی حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی اس روایت کردہ حدیث پر آپ کے ساتھ موافقت فرمائی اور تسلیم کیا۔ اور متعہ کی حرمت پر اجماع صحابہ منعقد ہو گیا لہذا کتاب و سنت کی شہادت اور صحابہ کے بعد اس کی حرمت میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی اور نہ کسی شہادت سے جواز ثابت کیا جا سکتا ہے۔

اعتراف جرم کس کا؟

علامہ ڈھکو صاحب نے ''عمر بن خطاب کا اعتراف جرم'' کا عنوان قائم کر کے حض عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف اس ناپاک قول کی نسبت کی ہے چنانچہ علامہ ڈھکو صاحب لکھ ''حقیقت یہ ہے کہ یہاں مدعی سست اور گواہ چست والا معاملہ ہے انہوں نے اس قدر تاو رکیکہ صرف عمر کی گرتی ہوئی پوزیشن کو سہارا دینے کی ناکام کوشش کے سلسلہ میں کی ہیں ک روایت سے نسخ کا نظریہ اختیار کیا ہے ----- مگر جناب عمر ڈنکے کی چوٹ بر سر منبر یہ ا کرتے ہیں ﴿متعتان كانتا مشروعتين فی عهد رسول اللہ ﷺ وانا انهی ع متعة الحج و متعة النكاح﴾ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۸۹)

دو متعے رسول کے زمانے میں جائز تھے مگر میں ان سے ممانعت کرتا ہوں ایک مت

اور دوسرا متعہ نکاح۔

شرح فاضل کوشجی (ص ۴۸۴ طبع ایران) پر بجائے انی کے ''وانا حرمتھا'' موجود ہے ﴿کذا فی المحاضرات للراغ﴾ ب (میں ان دونوں کو حرام قرار دیتا ہوں) اور علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص ۱۳۷، ۱۳۶ طبع مصر پر اولیات عمر کے ضمن میں تصریح کی ہے کہ اول من حرم المتعة عمر پہلا شخص ہے جس نے متعہ کو حرام قرار دیا۔

لیجئے اب تو یہ حقیقت بالکل واضح اور عیاں ہوگئی کہ جناب عمر نے ہی اپنے دور حکومت میں کسی خاص رمز مصلحت کے ماتحت (کہ رموز مملکت خویش خسروان دانند) متعہ کو حرام قرار دیا ورنہ خدا اور رسول نے اسے حلال قرار دینے کے بعد اسے ہرگز حرام قرار نہیں دیا ورنہ عمر حرمت یا ممانعت کی نسبت اپنی طرف دینے کی بجائے خدا اور رسول کی طرف دیتے۔ اب مسلمانوں کی مرضی ہے کہ وہ خدا اور رسول کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کریں یا عمر کا فیصلہ مان کر اسلام کا جوا گردن سے اتار دیں

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

﴿ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المؤمنین وتوله مانولی ونصله جهنم وساء ت مصیرا﴾

مگر معلوم ہوتا ہے کہ متعہ کو حرام قرار دینے والے عمر کو خدا اور رسول سے زیادہ مانتے ہیں (تجلیات ص ۲۹۷، ۲۹۶)

الجواب السدید ومنہ التوفیق:

قبل ازیں آیات کلام مجید اور احادیث رسول ﷺ سے متعہ کی ممنوعیت واضح ہو چکی اور کتب شیعہ سے بھی ممنوعیت کی رویات حضرت علی المرتضی اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہما

[illegible] اکابر اہل بیت کے حوالہ سے نقل کی جائیں گی اور ابھی ابھی ناظرین کرام نے ابن ماج[illegible] [illegible]یف کی روایت میں ملاحظہ فرمالیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی طرف سے نہیں بلک[illegible] رسول اللہ ﷺ کی طرف سے متعہ کی ممنوعیت فرمائی اور ساتھ ہی مطالبہ کیا کہ اس کی ممنوعیت [illegible] بعد کسی کو اس کا حلال ٹھہرایا جانا معلوم ہو تو وہ چار گواہ اس پر پیش کرے لیکن مرکز اسلام مدینہ منورہ میں ہزاروں صحابہ کرام کی موجودگی میں چار گواہ دستیاب نہ ہو سکے بلکہ ایک نے بھی اٹھ کر [illegible] کہا کہ میں نے سرور عالم ﷺ سے سنا کہ وہ اس کو حرام ٹھہرانے کے بعد مباح اور جائز قرار د[illegible] رہے تھے حتی کہ اسد اللہ الغالب فاتح خیبر علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ نے بھی شہادت نہ دی بلک[illegible] اپنے دور خلافت میں بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس کا حکم تحریم نقل فرماتے رہے جس [illegible] اجماع صحابہ بمعہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ واضح ہو گیا اور اس آیت کا مصداق خود ڈھ[illegible] صاحب اور دیگر دلدادگان متعہ قرار پائے جو اس نے نقل کی ہے

﴿ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبی[illegible] المومنین نوله ماتولی ونصله جهنم وسائت مصیرا﴾

جو شخص بھی راہ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے گا ا[illegible] مؤمنین کی راہ کے علاوہ دوسری راہ پر چلے گا تو وہ جدھر پھرے گا ہم اس کو ادھر ہی پھیر دیں گ[illegible] اور اسے جہنم واصل کریں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ متعہ کے شائقین کو خدا اور رسول اور ائمہ کرام سے متعہ مقدم [illegible] اس کے خلاف کسی کی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہیں اور کیوں نہ ہو ﴿حبک الشئی یعم[illegible] یصم﴾ جس چیز کی محبت ہو تو اس کے بارے میں انسان اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے یعنی نہ ا[illegible] میں عیب دیکھ سکتا ہے اور نہ کسی کی تنقید اور بیان و تقریر اس کے خلاف سن سکتا ہے۔

متعہ کو حرام کرنے والا کون ہے؟

ابن ماجہ شریف کی روایت سے ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے دوران خطبہ تصریح فرمائی کہ تین دین کے لئے اس کو رسول خدا ﷺ نے مباح فرمایا بعدازاں اس کو حرام کردیا اور قبل ازیں بھی فتح الباری، بیہقی کے حوالے سے ثابت کیا جاچکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے دوران خطبہ نبی اکرم ﷺ کے منع فرمانے کی تصریح فرمائی مزید مندرجہ ذیل روایات ملاحظہ فرمالیں:

﴿اخرج البیھقی عن عمر رضی اللہ تعالی عنہ انہ خطب فقال ما بال رجال ینکحون ھذہ المتعۃ وقد نھی رسول اللہ ﷺ عنھا لااوتی باحد نکحھا الا رجمتہ﴾

(درمنثور ج۲ ص۱۴۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو یہ متعہ کرتے تھے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے نہی فرمائی میرے پاس جو شخص بھی ایسا لایا گیا جس نے متعہ کیا ہوگا تو میں اس کو سنگسار کردوں گا۔

ابن ماجہ، سنن بیہقی، ابن منذر، درمنثور وغیرہ کے اندر مذکور اس تصریح کے بعد کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے برسرمنبر یہ اعلان کیا کہ خود سرور عالم ﷺ نے متعۃ کو ممنوع اور حرام ٹھہرایا ہے پھر بھی یہ رٹ لگاتے جانا کہ متعۃ کو صرف اور صرف عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی طرف سے حرام کیا ہے اور اسے خدا اور رسول ﷺ نے حرام نہیں کیا ڈھٹائی اور بے حیائی کی انتہاء ہے اس لئے علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا:

﴿ان عمر لم ینہ عنھا اجتھادا وانما نھی عنھا مستندا الی نھی رسول اللہ ﷺ وقد وقع التصریح بذلک فیما اخرجہ ابن ماجۃ ..... وخرجہ ابن

المنذر والبیھقی .....﴾ (فتح الباری ج۹ ص۱۳۷)

بیشک حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے متعہ سے از روئے اجتہاد نہی نہیں فرمائی بلکہ نب
اکرم ﷺ کی طرف اس نہی اور ممنوعیت کی نسبت کرتے ہوئے اس سے منع فرمایا اور اس نسبت ک
ریح ابن ماجہ، ابن منذر، اور بیہقی کی نقل کردہ روایات میں موجود ہے۔

﴿قال الطحاوی خطب عمر فنھی عن المتعۃ ونقل ذلک عن النبی ﷺ فلم ینکر علیہ ذلک منکر وفی ھذا دلیل علی متابعتھم لہ علی ما نھی عنہ﴾

(فتح الباری ج۹ ص۱۳۸)

امام طحاوی نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے خطاب فرمایا اور متعہ سے منع ک
اور اس ممنوعیت اور حرمت کو نبی اکرم ﷺ سے نقل فرمایا تو کسی منکر نے اس حکم اور نقل میں آ
انکار اور اعتراض نہ کیا لہذا اس امر کی بین دلیل ہے کہ سب نے متعہ کی ممنوعیت میں آپ ک
موافقت و متابعت فرمائی لہذا اس کو صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی ذاتی رائے قرار دینا قط
غلط ہے اور خلاف دیانت و امانت۔

ان روایات کی روشنی میں ڈھکو صاحب کی منقولہ عبارت کا مفہوم بھی بالکل بے غب
ہو گیا کہ متعہ نساء سید دوعالم ﷺ کے دور میں مباح تھا اور پھر آپ نے ہی اس کو حرام کر دیا لہ
میں اس سے منع کرتا ہوں اور پوری شدت کے ساتھی حتی کہ کسی کو اس کا مرتکب پایا گیا تو سنگین س
دوں گا چونکہ اس قسم کا اعلان تحریم اور اس کے ارتکاب پر اس طرح کی سنگین سزا کی دھمکی پہلے نہی
پائی گئی تھی لہذا ﴿اول من حرم المتعۃ﴾ کا معنی بھی واضح ہو گیا اور انا انھی یا انا احرم
معنی بھی کہ میں اس نہی اور حرمت کو نافذ کر رہا ہوں اور میں نے نبی اکرم ﷺ کا حرام ٹھہرا
بھرے مجمع میں اعلان کر کے عذر ختم کر دیا لہذا اس سابقہ اباحت کی غلط فہمی میں نہیں رہنا چا
اور نہ لاحقہ تحریم اور ممنوعیت سے کسی کو بے خبر رہنا چاہیے اور دوسرے مقام پر بھی اس ام

وضاحت کی جا چکی ہے کہ نائب اور خلیفہ کی طرف بھی احکام کی نسبت جائز ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ (الاعراف ۱۵۷) رسول خدا ﷺ ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال ٹھہراتے ہیں اور خبیث چیزوں کو حرام حالانکہ دوسری جگہ فرمایا ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ (الانعام ۵۷) کہ حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء ۵۹) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول خدا ﷺ اور امراء و حکام کی اطاعت کرو لہٰذا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ولی امر اور خلیفہ رسول ﷺ ہونے کی وجہ سے ان کی اطاعت اہل اسلام پر لازم تھی۔

لہٰذا اپنی طرف بھی نسبت دیتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح رسول خدا ﷺ نے اسے حرام فرمایا اور ان کی اطاعت لازم میں بھی اس کی حرمت کو نافذ کر رہا ہوں لہٰذا میری اطاعت بھی تم پر لازم ہے تو جس طرح تحلیل و تحریم کی نسبت رسول اکرم ﷺ کی طرف سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان امور کو حرام نہیں فرمایا اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نسبت کرنے سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ اسے رسول معظم ﷺ نے حرام نہیں فرمایا۔

عجیبہ

﴿انا انھی یا انا احرم ۔۔۔﴾ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جملے ہیں اور ﴿ثم حرمھا﴾ اور ﴿قد نھی عنھا﴾ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جملے ہیں اور سبھی کا مطالعہ بھی ڈھکو صاحب نے کیا ہوا ہے اور بایں ہمہ وہ یہ دعوی بھی کرتے ہیں (لیجیے اب تو یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ جناب عمر نے ہی اپنے دور حکومت میں کسی خاص چیز و مصلحت کے تحت متعہ کو حرام کر دیا تھا۔ (تا) ورنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرمت یا ممانعت کی نسبت اپنی طرف

اپنا کی بجائے خدا اور رسول کی طرف دیتے) تو اس سے بڑھ کر اندھیر نگری کیا ہو سکتی ہے اور ...لت و امانت کی دنیا میں ایسے دعاوی کا کیا وزن اور اعتبار ہو سکتا ہے؟ اور اس تفرقہ اور تقسیم کا کیا ...ار ہو سکتا ہے کہ ایک ہی شخص کا ایک قول معتبر اور حجت و سند ہو اور اسی کا دوسرا قول نا قابل ...کمات و اعتبار وہ حقیقت تو قطعاً واضح نہ ہوئی جو ڈھکو صاحب واضح کرنا چاہتے تھے البتہ یہ ...ضرور واضح ہوگئی کہ علامہ موصوف سخت بد دیانت اور انتہائی خیانت پیشہ ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعلان اور صحابہ کرام کی تصدیق و تائید

جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ برسر منبر یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ متعہ کو رسول مکرم ﷺ نے حرام فرمایا ہے اور میں بھی اس کی حرمت کا اعلان کر رہا ہوں اور اس کے بعد کسی کے لیے لاعلمی اور بے خبری کا عذر قابل قبول نہیں ہوگا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اگر اس کو حرام نہیں سمجھتے تھے اور رسول خدا ﷺ کی طرف تحریم، منع اور نہی کی نسبت کو غلط سمجھتے تھے تو ان پر فرض تھا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے حقیقت حال واضح کرتے اور ان پر ان کی غلط فہمی عیاں کرتے اور ان کے اس الزام کو دین میں مداخلت سمجھتے ہوئے مسترد کرتے کیونکہ اس امت کی شان ہی یہی ہے ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران ۱۱۰) تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی ہو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو لیکن اس خیر امم کا سراپا خیر اور بھلائی کا دور یعنی قرن اول اور مہاجرین و انصار اور اصحاب نبی ﷺ اس اعلان کو سن کر خاموش ہیں بلکہ سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں اور پہلے منسوخی کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کوئی اس فعل کا مرتکب ہو بھی جاتا تھا تو اب قطعی طور پر اس سے الگ ہو چکا ہے جیسے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے

اندریں حالات ڈھکو صاحب ہی بتلائیں کہ مہاجرین اور انصار نے جناب عمر کا حکم مان کر اسلام کا جوا گردن سے اتار پھینکا تھا یا وہ کامل مومن رہے اور واجب التقلید خود اس کی ذکر کردہ آیت بتلا رہی ہے کہ مومنین کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ چلنے والا جہنم کی راہ پر گامزن ہے اور مومنین اولین کی اجماعی راہ تو متعہ سے احتراز واجتناب اور اس کو حرام اور ممنوع سمجھنا ہے لہذا متعہ کے دلدادگان نے اسلام کا جوا گردن سے اتار پھینکا ہے نہ کہ اس کی حرمت کے قائلین نے دور خیر الامت کے خیر القرون کے نقش قدم پر چل رہے ﴿والحمدللہ علی ذلک﴾ علامہ ڈھکو صاحب نے تفسیر کبیر کے حوالے سے جو عبارت ذکر کی اس کے ساتھ ہی صاحب تفسیر کبیر کا بصیرت افروز اور رافضیت سوز استدلال متعہ کی حرمت پر موجود ہے ذرا سنیں اور صحابہ کرام کا راستہ معلوم کریں:

رازی علیہ الرحمہ نے کہا حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ فرمان ہے کہ دو متعے زمانہ رسول اللہ ﷺ میں تھے میں ان سے منع کر رہا ہوں اور اس کے مرتکب کو سزا دوں گا۔

﴿متعتان كانتا على عهد رسول الله ﷺ انا انهى عنهما واعاقب عليهما﴾ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۰) متعہ کے حرام ہونے کی بین دلیل ہے کیوں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان پہلے ہی سے متعہ کی حرمت کو جانتے تھے لہذا خاموش رہے یا متعہ کو تو حلال سمجھتے تھے لیکن دین کے معاملے میں مداہنت اور بے پرواہی سے کام لیتے ہوئے خاموش رہے اور یا قبل ازیں متعہ کی اباحت یا حرمت کا انہیں علم ہی نہیں تھا تیسری صورت کے متعلق فرمایا ﴿

فهذا ايضا باطل لان المتعة بتقدير كونها مباحة تكون كالنكاح واحتياج الناس الى معرفة الحال في كل واحد منهما عام في حق الكل﴾

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۰)

یعنی متعہ کے متعلق ان کی لاعلمی کا دعوی قطعاً باطل ہے کیوں کہ مباح ہونے کی صورت

ں وہ نکاح کی مانند ہوتا ہے اور لوگوں کی محتاجی نکاح اور متعہ کے بارے میں حصول معرفت کی ل یکساں اور سب کو شامل ہے اور اس قسم کے معاملات کا مخفی رہنا ممنوع ہے بلکہ یہ امر واجب رم ہے کہ اس کی اباحت کا علم سبھی کو ہوتا بلکہ جس طرح سب کو معلوم تھا کہ نکاح مباح ہے اور وخ نہیں اس طرح یہ بھی معلوم ہونا ضروری کہ متعہ بھی مباح ہے اور منسوخ نہیں ہے دوسری رت کے متعلق فرمایا ﴿والثانی یوجب تکفیر عمر وتکفیر الصحابه لان من علم النبی ﷺ حکم باباحة المتعة ثم قال انها محرمة محظورة من غير نسخ فهو كافر بالله ومن صدقه عليه مع علمه يكونه مخطئا كافرا كان كافرا ا وهذا يقتضي تكفير الامة وهو على ضدقوله تعالى "كنتم خير امة"﴾

(ج ۱۰ ص ۵۰)

دوسری صورت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی تکفیر لازم آتی ہے اور تمام صحابہ کرام کفیر بھی کیونکہ جس کو معلوم ہو کہ نبی اکرم ﷺ نے متعہ کی اباحت اور جواز کا حکم دیا ہے پھر کہے یہ حرام اور ممنوع ہے بغیر اس کے کہ وہ منسوخ ہوا ہو تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا اور جس اس کی کاری اور کفر معلوم ہو اور باوجود اس کے اس کی تصدیق وتائید کردے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا ں طرح امت مصطفی ﷺ کا کافر ہونا لازم آئے گا حالانکہ یہ لازم باطل ہے کیونکہ فرمان باری لی ﴿کنتم خیر امة﴾ کے سراسر خلاف ہے جب امت کی خیریت وافضلیت اور شان امر روف اور نہی عن المنکر منصوص من اللہ ہے تو جس کی تائید وتصدیق وہ کریں گے لامحالہ وہ بھی اور بے راہ روی سے محفوظ ہوگا۔

﴿ولما بطل هذان القسمان ثبت ان الصحابة انما سكتوا عن الانكار ى عمر رضى الله تعالى عنه لانهم كانوا عالمين بان المتعة صارت منسوخة الاسلام﴾ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۰)

جب وہ دونوں شقیں باطل ہو گئیں تو ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر صرف اس لئے انکار نہ کیا کہ وہ اس حقیقت سے باخوبی واقف تھے کہ متعہ اسلام میں منسوخ ہو چکا ہے۔

اس بیان صداقت نشان سے واضح ہو گیا کہ متعہ کی منسوخی کا اقرار واعتراف حضرت ع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرتی پوزیشن کو سہارا دینے کی کوشش کے لئے نہیں بلکہ تمام صحابہ کرا مہاجرین وانصار کی پوزیشن بچانے کے لئے ہے اور علی الخصوص حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی ا تعالیٰ عنہ کی گرتی ہوئی پوزیشن بچانے کے لئے ہے جو ﴿الحق مع علی وعلی مع الحق﴾ کی شان رکھنے والے ہیں کہ ان کا باطل اور کفر کے ساتھ اتفاق واتحاد لازم نہ آ اور تمام حاضرین اور سامعین کا ایک عمر بن الخطاب سے ڈر کر خدا جل جلالہ و مصطفیٰ ﷺ کے د سے بے پرواہی اور مداہنت کا مرتکب ہونا لازم نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی اور قرآ کی پوزیشن مجروح نہ ہو اور اس کا جھوٹ اور کذب لازم نہ آئے۔

﴿تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران ۱۱۰)

مگر ڈھکو صاحب کی بلا سے جس جس مقدس ہستی پر زد پڑتی ہے پڑے صرف متعہ گنجائش نکل آئے۔ العیاذ باللہ۔ اس لئے انھوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے خلافت میں بھی صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ڈر سے اور خوف سے از راہ تقیہ متعہ کو حرا قرار دیتے دکھایا ہے۔ ﴿لاحول ولا قوۃ الا باللہ﴾

قول فیصل

شیعی اصول اور قواعد وضوابط کے مطابق ہر مختلف فیہ مسئلہ میں ائمہ اہل بیت قول، قول فیصل اور حکم کی حیثیت رکھتا ہے تو ہم انہی کے اقوال سے ہی اس مسئلہ کا حل پیش

ہیں۔

﴿قال الخطابی تحریم المتعة کالا جماع لاعن بعض الشیعة ولا یصح علی قاعدتهم فی الرجوع فی المختلفات الی علی واهل بیته فقد صح عن علی انها نسخت ونقل البیهقی عن جعفر بن محمد انه سئل عن المتعة فقال هی الزنا بعینه.﴾ (فتح الباری ۹، ص ۱۳۸)

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ متعہ کی حرمت اجماعی مسئلہ ہے صرف بعض شیعہ اس میں مخالف ہیں اور ان کے قاعدہ اور ضابطہ کی رو سے اس کی مخالفت کی کوئی وجہ جواز نہیں کہ مختلف فیہ امور میں حضرت علی اور ان کے اہل بیت علیہم الرضوان کی طرف رجوع کرنا لازم ہے۔ کیونکہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے منسوخ ہونے کا اعلان فرمایا اور بیہقی نے امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے کہ ان سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ بعینہ زنا ہے۔ اور شیعی کتب سے بھی اس کی ممنوعیت حضرت علی اور حضرت امام جعفر صادق کی زبانی نقل کی جائے گی۔ لہذا ڈھکو صاحب کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اعتراف جرم کی نسبت کرنا دراصل تمام مہاجرین وانصار اور ائمہ اہل بیت کو مجرم ماننے کے مترادف ہے

﴿نعوذ باللہ من ذلک۔﴾

کیا متعہ کی بندش بعض منافقین کی سازش کا نتیجہ ہے؟

محمد حسین ڈھکو صاحب نے جوش متعہ میں حقائق سے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا:

صحابہ کرام کے اقوال کریمہ سے روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہوتا ہے کہ خدا ورسول نے متعہ کو حلال کرنے کے بعد ہرگز ہرگز حرام قرار نہیں دیا بلکہ اس کی بندش بعض منافقین کی سازش کا نتیجہ ہے۔ (تجلیات ص ۲۹۴)

صحابہ کرام مہاجرین وانصار اور ائمہ اہل بیت کا اجماع واتفاق ملاحظہ کر لینے کے بعد دلدادگان متعہ کے یہ ناپاک کلمات صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جناب پاک میں گالی اور بکواس نہیں بلکہ ان تمام مقدس ہستیوں کو منافق قرار دینے کے مترادف ہے اور یہ طرز اور شیوہ منافقین کا ہی ہے کہ جب انہیں کہا جاتا۔﴿لَا تُفسِدُوا فِی الاَرضِ﴾ (البقرہ ۱۱) زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ﴿اِنَّمَا نَحنُ مُصلِحُونَ﴾ ہم تو اصلاح کے درپے ہیں ۔مسلمان فسادی ہیں اور جب کہا جاتا ﴿اٰمِنُوا کَمَا اٰمَنَ النَّاسُ﴾ اس طرح ایمان لاؤ جیسے کہ کامل انسان ایمان لائے تو وہ کہتے ﴿اَنُؤمِنُ کَمَا اٰمَنَ السُّفَهَآءُ﴾ کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جیسے سفیہ اور بے وقوف لوگ ایمان لائے؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے منافقین کے دونوں دعوؤں کے رد کر فرمایا ﴿اَلَا اِنَّهُم هُمُ المُفسِدُونَ وَلٰکِن لَّا یَشعُرُونَ. اَلَا اِنَّهُم هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰکِن لَّا یَعلَمُونَ﴾

فسادی یہی منافق ہیں نہ مسلمان لیکن انہیں شعور نہیں اور ان کے حواس معطل ہیں اور یہی سفیہ اور بے وقوف ہیں لیکن ان میں علم ودانش نہیں ہے۔

جس طرح ان منافقین کے مرض قلب کی وجہ سے ان کی سمجھ الٹی ہوگئی تھی اس طرح آج کے منافقین کی سمجھ بھی الٹی ہوگئی ہے۔خدا و مصطفیٰ کی تحریم اور منع ونہی کے بعد اور اجماع صحابہ و اہل بیت کے بعد اس کو دوبارہ مباح ٹھہرانے اور اہل اسلام کو خدا و مصطفیٰ کا باغی بنانے کی کوشش اور اہل ایمان کی متفق علیہ راہ سے لوگوں کو ہٹانے کی ناپاک سعی منافقین کی بدترین سازش ہے ورنہ تحریم کے بعد اباحت کے ثبوت کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھرے مجمع میں مطالبہ کیا کہ چار آدمی اٹھ کر اس کی گواہی دیں کہ سید عالم نے اس کو حرام کرنے کے بعد حلال ٹھہرایا ہو مگر ایک شخص نے بھی اٹھ کر ایسی شہادت نہ دی۔

علاوہ ازیں جن احادیث میں پہلے پہل اباحت اور رخصت کا ذکر ہے ان میں وقت کی

تحدید کے ساتھ ہی مذکور ہے اور بعد ازاں حرام کئے جانے کی۔اس لئے علامہ قرطبی نے فرمایا

﴿الروايات كلها متفقة على ان زمن اباحة المتعة لم يطل وانه حرم اجمع السلف والخلف على تحريمها الا من لا يلتفت اليه من الروافض﴾

(فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۸)

تمام روایات اس حقیقت پر متفق اور متوافق ہیں کہ اباحت متعہ کا زمانہ طویل نہیں تھ نبی اکرم ﷺ نے بھی اس کی حرمت کا اعلان فرمایا اور تمام سلف وخلف کا اس کی حرمت پر ا ہے ماسوائے روافض کے جن کا قول ناقابل التفات ہے۔حقیقت حال یہ ہے کہ جب اس فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوا اور یہود ونصاریٰ کی عورتیں اور بچیاں قیدی بن کر بطور ملک غازیان اسلام کے استعمال میں آگئیں جن کے لئے نہ نکاح کی ضرورت نہ چار چار کی پابند حق مہر اور نہ گواہ اور تشہیر وغیرہ کا تو انہوں نے اہل اسلام سے بدلہ لینے کے لئے ان کی بچ بہنوں میں اس قباحت کو عام کر دینے کی ناپاک کوشش کی اور ہزار ہزار کے ساتھ متعہ کو م ٹھہرادیا اور گواہوں وغیرہ کی پابندیاں بھی ختم کر دیں اور چونکہ ان کا داؤ اس وقت تک چل سکتا تھا جب تک کوئی آڑ نہ ہوتی تو بقانون لكل ضالة علة اس گواہی کی علت کے طور پر منسوخ شرعی حکم کا سہارا لیا گیا جو مخصوص حالات میں محدود وقت کے لئے تھا اور پھر ہمیشہ کے اس کو حرام کر دیا گیا۔لہذا علامہ ڈھکو صاحب کو اہل ایمان کے آئینہ ہائے صافیہ میں اپنی منا صورت نظر آئی مگر حبشی کی طرح اپنی صورت کو قبیح سمجھنے کی بجائے شیشے کی قباحت معلوم ہوئی۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی گستاخی

علامہ ڈھکو صاحب نے ابن عباس وابن زبیر کا عجیب مکالمہ کا عنوان قائم کر حضرت عبداللہ بن زبیر کی دوران امارت حضرت عبداللہ بن عباس پر تنقید وتبصرہ کو نقل کر

ہوئے کہا۔

ایک مرتبہ ابن زبیر نے ابن عباس پر طعن کرتے ہوئے کہا بعض وہ لوگ جو بصارت کی طرح بصیرت کے بھی اندھے ہیں وہ کہتے ہیں متعہ جائز ہے۔

عبداللہ بن عباس جو نابینا ہو چکے تھے جب ان کے کانوں میں بھنک پڑی تو چونک کر کہا اپنی والدہ سے جا کر پوچھو کہ ان کے اور تمہارے والد (زبیر) کے درمیان جو آتش محبت تھی وہ کس طرح لگی؟ اور پہلی رات کس طرح خوشبو سلگائی گئی۔

(عقد فرید ابن عبداللہ اندلسی ج ۲ س ۱۱۳ طبع مصر)

محاضرات راغب اصفہانی میں اس قدر اضافہ ہے کہ جب ان زبیر نے گھر جا کر والدہ سے حقیقت حال پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ تم متعہ سے پیدا ہوئے ہو مخفی نہ رہے کہ عبداللہ بن زبیر کی والدہ اسماء ہیں جو ابوبکر صاحب کی بڑی صاحبزادی اور ام المومنین عائشہ صاحبہ کی بڑی ہمشیرہ ہیں۔

(تجلیات صداقت ص ۲۹۵)

الجواب ومنہ توفیق الصواب

علامہ ڈھکو صاحب کا اس حوالے کو یہاں درج کرنے کا مقصد سوائے بغض باطنی اور عداوت قلبی کے اظہار کے اور کوئی نہیں ہوسکتا کیونکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تولد ہجرت کے فوراً بعد ہوگیا تھا یا زیادہ سے زیادہ بیس ماہ بعد۔ اور متعہ کی حرمت کا حکم خیبر یعنی سات ہجری میں یا عندالتحقیق فتح مکہ آٹھ ہجری کے موقعہ پر سرور عالم ﷺ نے دیا تو اندریں صورت بالفرض حقیقت حال وہی ہو تو بھی اس کے یہاں پیش کرنے سے متعہ کا جواز جس میں اہل اسلام اور شیعہ کا نزاع ہے وہ کیسے ثابت ہوگیا اور اس سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب وحسب پر کیا طعن لازم آیا جب کہ یہ عقد اس وقت حرام ہی نہیں تھا۔ علاوہ ازیں عقد نکاح کے بعد خاوند بیوی میں جو محبت پیدا ہوتی ہے یا شب زفاف جو خوشبو وغیرہ سلگائی جاتی

ہے کیا وہ ناجائز ہے اور غیر اخلاقی فعل ہے؟ جب علامہ ڈھکو کے والد صاحب نے ان کی امی سے متعہ یا نکاح کیا تھا تو دشمنی پیدا ہوگئی تھی یا بدبو پھیلانے کا انتظام کیا گیا تھا اور بھنگیوں کو انسانی غلاظت اس کمرے میں جمع کرنے کا آرڈر دیا گیا تھا اگر کسی میں اسلام وایمان کی رمق بھی ہو تو اسے یہ نسبت دیکھ کر کہ حضرت اسماء کس کی بہن ہیں اور کسی ہستی کی سالی ہیں ایسے تذکروں سے شرم آنی چاہیے کیوں کہ یہ اہل ایمان کی ماں کی بہن گویا خالہ کا معاملہ ہے اور سرور عالم کی بھی بہن کا معاملہ ہے کیونکہ سالیوں کو بہنوں کا درجہ حاصل ہے مگر جہاں نہ ایمان ہو اور نہ شرم وحیاء کا نام ونشان ہو وہاں اس قسم کے اخلاقی تقاضوں کو ملحوظ رکھنے کی توقع بھی عبث ہے۔ شیعہ مذہب میں اصل الاصول ہی یہی ہے کہ جو ہستی رسول اکرم ﷺ کے جتنی قریب ہے اور جس قدر عنایت اور نوازش محبوب خدا ﷺ کی اس پر ہے اسی قدر اس کو زیادہ مطعون کیا جائے اور سب وشتم گالی گلوچ اور طنز وتنقید کا نشانہ بنایا جائے اور ضرور ہونا بھی اس طرح چاہیے کیونکہ یہ مذہب یہودیت کا اور مجوسیت کا ملغوبہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا۔

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا.﴾

(المائدہ ۸۲)

کہ تم ضرور بالضرور یہود اور مشرکین کو اہل ایمان کے ساتھ شدید ترین عداوت رکھنے والے پاؤ گے اگر یہ عنصر ان میں نہ ہو تو ان کا نسب بھی مشکوک ہو جائے اس لئے اپنے صحیح النسل ہونے کے ثبوت کے طور پر انہیں ایسی حرکات کرنی پڑتی ہیں۔ اس لئے ڈھکو صاحب نے حضرت ابوبکر اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت اسماء کی رشتہ داری بیان کرنی ضروری سمجھی رہا حضرت ابن عباس کا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا معاملہ تو وہ قریبی رشتہ دار بھی ہیں اور شرف صحابیت سے بہرہ ور اور تقریباً ہم عمر۔ لہٰذا ان کا باہمی معاملہ دو بھائیوں کا معاملہ ہے جس میں ہمارے دخل دینے کا کوئی جواز نہیں۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا باہم

دست وگریبان ہونا اور چھوٹے بھائی کا بڑے بھائی کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ کر گھسیٹنا قرآن میں مذکور ہے۔مگر ہمارے لئے کف لسان اور سکوت کے بغیر چارہ نہیں ہے اور یہی حکم صحابہ کرام کے باہمی نزاع وجدال اور تلخ کلامی میں ہے۔لہذا اس کو اچھالنا اور ہوا دینا قطعاً نازیبا بلکہ ناجائز ہے۔

۲۔علامہ ڈھکو صاحب اگر روایات کے انکار پر آتے ہیں تو اپنی صحاح اربعہ اور علی الخصوص حضرت مہدی کی مصدقہ کتاب کافی کلینی کی روایات کی صحت کا انکار کر دیتے ہیں اور ایک ہی مضمون یعنی تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی دو ہزار سے زیادہ مستفیض ومتواتر روایات کا اور جب استدلال کرنے پر آتے ہیں تو غیر متداول اور رطب ویابس پر مشتمل تاریخی اور ادبی غیر مستند کتابوں کو قرآن کا درجہ دے لیتے ہیں خواہ وہ روایات صحاح ستہ کے مخالف ہوں بلکہ قرآن کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں اگر علامہ موصوف یہ حق رکھتے ہیں کہ وہ روایات کے صحیح اور ضعیف، موضوع اور اختراعی ہونے کا فیصلہ دے سکیں حتیٰ کہ اپنی صحاح اربعہ کے خلاف بھی تو انہیں ایسی ہستیوں کے متعلق اس قسم کی بے سروپا روایات کا سہارا لے کر اہل سنت کو الزام دینے کے بہانے ان مقدس اور بزرگ ہستیوں پر طعن زنی اور تنقید واعتراض سے بھی گریز کرنا لازم ہے۔

اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات بلکہ شہادت تک حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ان کی زوجیت میں رہیں اور آپ کے بطن سے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پانچ صاحبزادے متولد ہوئے۔حضرت عبداللہ، عاصم، عروہ، منذر اور مصعب رضی اللہ عنہم۔اور حضرت اسماء کی سکونت حضرت زبیر کے گھر ہی اور جملہ اخراجات بھی انہی کے ذمہ رہے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی شخص سے آپ کا عقد نکاح قطعاً ثابت نہیں تو اس صورت میں آپ کے حق میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ متعہ کا دعویٰ قطعاً بے بنیاد ہے اور سراسر خلاف حقیقت شیعی مورخ صاحب ناسخ التواریخ نے میدان جنگ میں حضرت

علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باہمی ملاقات کا ذکر کرتے ہو
لکھا کہ جب اس ملاقات کا ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو علم ہوا تو انہوں نے کہا۔

واز بیراہ بیچارہ خواہرم اسماء بیوہ گشت گفتند بیمناک مباش کہ علی را سلاح جنگ
در برنیست ہمانا باا و سخنے خواہد گفت (ناسخ کتاب الجمل ج سوم کتاب دوم ص ۵۵)

افسوس ہمارے زبیر پر میری بہن اسماء بیوہ ہوگئی لوگوں نے کہا خوفزدہ ہونے
ضرورت نہیں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سلاح جنگ نہیں ہیں۔صرف اتنی بات ہے حضر
علی حضرت زبیر کے ساتھ گفتگو کریں گے۔

اس عبارت سے صاف ظاہر کہ حضرت صدیقہ کو یہ خطرہ لاحق ہوا تھا کہ کہیں جنگ
لئے جمع ہوئے ہیں تو حضرت زبیر کے مقتول ہونے کہ صورت میں میری بہن اسماء بیوہ ہو جا
گی اگر وہ مقتول نہ ہوئے تو پھر وہ بیوہ نہیں ہوں گی۔اسی شیعی مورخ نے ہجرت کے سال او
کے وقائع میں حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا اپنی والدہ ام رومان اور ہمشیرگان حضر
عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہن کے ہمراہ مدینہ منورہ حاضر ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے لک

واسماء ذات النطاقین بعبد اللہ بن الزبیر حامل بود۔

(ناسخ جلد اول کتاب دوم ص ۴۶)

اس دوران حضرت اسماء ذات النطاقین حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ ع
کے ساتھ حاملہ تھیں اور لکھا۔ہم دریں سال عبداللہ بن زبیر متولد شد ومسلمانان از ولادت
شاد شدند۔

یعنی ہجرت کے پہلے سال ہی حضرت عبداللہ بن زبیر متولد ہوئے اور ان کی ولاد
سے اہل اسلام بہت خوش ہوئے کیونکہ یہود نے مشہور کر رکھا تھا کہ ہم نے مہاجرین پر جادو کر
ہے لہذا ان کی نسل منقطع ہو جائے گی۔مگر ان کی ولادت نے ان کے دعویٰ کو باطل کر دیا۔لہ

اہل اسلام کو ان کی ولادت کی بہت خوشی ہوئی۔ الغرض یہ صورت حال حضرت اسماء اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نکاح دوام کی واضح دلیل ہے اور اس کا خلاف سراسر وہم و مغالطہ ہے اور گمان فاسد۔

علامہ ڈھکو صاحب نے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے کے لئے عقد کا سہارا لیا ہے۔ حالانکہ وہ کتاب محض ادب عربی سے تعلق رکھتی ہے اور اس میں درج واقعات وحکایات یا روایات کی صحت وغیرہ کا اس نے قطعاً التزام واہتمام ہی نہیں کیا نہ اس میں اسناد وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔ تا کہ راویوں کا حال معلوم کر کے اس روایت کی حیثیت متعین کی جاسکے۔

علاوہ ازیں وہ سنی مصنف ہی نہیں بلکہ شیعہ نظریات کا حامل ہے جیسے کہ عقد فرید کے مقدمہ میں جناب احمد امین نے ذکر کیا ہے۔

﴿وهو اميل الى التشيع فى اعتدال فيقص مايعلى شان الطالبيين فى رفق ولا يتحرج من ذكر ماليس من مذهبه.﴾ (مقدمہ ص ۹)

ابن عبدربہ تشیع کی طرف زیادہ مائل ہے باوجود معتدل ہونے کے اور نرم انداز میں وہی کچھ بیان کرتا ہے جو طالبیوں (جناب ابوطالب سے نسبت قرابت رکھنے والوں) کی شان کو بلند و برتر کرنے کا موجب ہو اور جو کچھ اس کے مذہب اعتدال کے مطابق بھی نہیں ہوتا اس کے ذکر میں حرج محسوس نہیں کرتا۔

مزید برآں یہ کہ وہ یاوہ گوئی اور بے ہودگی سے بھی پہلو تہی نہیں کرتا اور مذہب واعتقاد سے قطع نظر شریفانہ انداز بیان بھی اختیار نہیں کرتا۔ **﴿وان كان ذوقه ينبو احيانا فيروى من الهجر مالا يليق﴾** (مقدمہ عقد فرید از احمد امین ص ۹)

اگر چہ اس کا ذوق کبھی کبھار راہ استقامت سے دور ہو جاتا ہے اور وہ ہذیان اور بیہودگی

پر مشتمل غیر متناسب اور ناموزوں امور کو روایت کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں انسائیکلو پیڈیا آف ا
ہیں بھی اس کے متعلق تصریح موجود ہے لیکن اس کے باوجود ابن عبدربہ پر تشیع کا غلبہ تھا۔

(انسائیکلو پیڈیا ج ۱ ص ۵۹۵ سطر نمبر ۱۷ مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی)

ایسے مصنف کے حوالے دے کر علامہ ڈھکو صاحب جس تحقیق وتدقیق کا حق ا
رہے ہیں وہ بھی واضح ہو گئی اور یہ حقیقت بھی طشت از بام ہو گئی کہ دھوکہ دہی کے فن میں بھی
یکتا ہیں اور اپنے مذہب کے غیر معروف شیعہ قسم کے مصنفین کو سنی ظاہر کر کے عوام کو دام فر
میں مبتلا کرنے کی مذموم کوشش سے بھی باز نہیں رہتے۔

سوال: خود حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے متعہ کا اقرار منقول ہے جیسے کہ قاضی ثناء اللہ
پتی نے تفسیر مظہری میں ذکر کیا ہے کہ نسائی اور طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ
عنہا نے کہا۔

﴿فعلنا ها على عهد رسول الله﴾ ہم نے زمانہ رسول اللہ ﷺ میں متعہ کیا۔

(مظہری ج ۲ ص ۴۷)

جواب اول: جمع کا صیغہ استعمال کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خود متکلم بھی اس میں د
ہو بلکہ بالعموم متکلم کلام سے خارج ہوتا ہے۔ **﴿كم هو المقرر فى موضعه﴾**

علاوہ ازیں جمع کا صیغہ بعض کے فعل پر بھی سچا آتا ہے اور اس میں کلام نہیں کہ صحابہ ک
علیہم الرضوان میں سے بعض نے ابتداء میں دور دراز سفروں پر ہوتے ہوئے سرور عالم ﷺ
اجازت سے محدود وقت کے لئے متعہ کیا پھر اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ لہذا ان بعض کا فعل بطو
متکلم کے صیغہ سے تعبیر کر دیا گیا جس طرح جائیداد کے لالچ میں قتل کئے جانے وال
اسرائیل کے فرد کے قتل کی نسبت تمام بنی اسرائیل کی طرف کر دی گئی۔

﴿قال تعالىٰ: وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيهَا﴾ (البقرہ ۷۲)

حالانکہ اس کو صرف چچازاد بھائیوں نے قتل کیا تھا۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان منقول ہے ﴿انما انا و انتم عبید مملو کون لارب غیرہ یملک منا مالا نملک من انفسنا واخرجنا مما کنا فیہ الی ماصلحنا علیہ فا بدلنا بعد الضلالۃ بالھدی واعطانا البصیرۃ بعد العمی﴾ (جلد ا ص ۵۳۹ مصری)

میں اور تم صرف اور صرف غلام مملوک ہیں اس رب کے جس کے علاوہ کوئی رب نہیں جو ہمارے نفوس کا اس قدر مالک ہے کہ ہم ان پر اس قدر ملکیت نہیں رکھتے اور اس نے ہمیں اس حالت سے جس میں تھے نکالا اس حالت کی طرف جس پر ہم درست اور راست قدم ہیں پس ہمیں گمراہی اور ضلالت کے بدلے ہدایت عطا فرمائی اور بے خبری اور بے بصیرتی کے بعد دانائی اور بصیرت عطا فرمائی۔

حالانکہ اہل سنت اور شیعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضلالت اور بے راہروی کا مرتکب قطعا نہیں مانتے لہذا کتاب اللہ اور فرمان مرتضوی سے واضح ہو گیا کہ خود متکلم کا عموم کلام میں داخل ہونا اور صیغہ جمع کی وجہ سے ہر فرد کا اس فعل میں حقیقتاً شریک ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ لہذا محض ان الفاظ سے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس فعل کا مرتکب ثابت کرنا تحکم اور سینہ زوری ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق شیعی نظریہ

ا۔﴿عن ابی جعفر علیہ السلام قال سمعتہ یقول قال امیر المومنین علیہ السلام اللھم العن ابنی فلان (عبداللہ وعبید اللہ ابنی عباس) واعم ابصار ھما کما اعمیت قلوبھما الا جلین فی رقبتہ واجعل عمی ابصار ھما دلیلا علی عمی

قلوبھما﴾ (رجال کشی ص ۵۲)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ امیر المومنین نے حضرت عباس کے ان دو بیٹوں عبداللہ اور عبید اللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے متعلق یہ بددعا کی کہ اے اللہ ان دونوں پر لعنت بھیج اور ان کی آنکھوں کو بھی اندھا کر جیسے کہ ان کے دلوں کو اندھا کر دیا ہے۔ اور ان کی آنکھوں کا اندھا ہونا ان کے دلوں کے اندھا ہونے کی دلیل بنا دے۔

۲۔ امام زین العابدین سے ان کے متعلق یہ الفاظ ایک علمی مباحثہ میں نقل کئے گئے ہیں۔

﴿لقد طمع الخائن فی غیر مطمع﴾ (رجال کشی ص ۵۳)

اس خیانت پیشہ نے ایسی جگہ کامیابی اور غلبہ کی حرص کی ہے جو اس کے طمع وحرص کا مقام نہیں یعنی ہم پر علمی مباحث میں غالب نہیں آ سکتا۔

۳۔ حارث سے مروی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (حضرت) عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بصرہ پر عامل بنایا ﴿تحمل کل مال فی بیت المال بالبصرۃ ولحق بمکۃ وترک علیا علیہ السلام وکان مبلغہ الفی الف درھم﴾

(ص ۵۷)

انہوں نے بصرہ کے بیت المال میں جتنا مال تھا اس کو از راہ خیانت جمع کر کے مکہ پہنچا دیا اور حضرت علی علیہ السلام کا ساتھ چھوڑ کر مکہ میں جا بیٹھے اور اس مال کی قیمت بیس لاکھ درہم تھی جب آپ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور رو رو کر فرمایا۔

﴿ھذا ابن عم رسول اللہ ﷺ فی علمہ وقدرہ یفعل مثل ھذا فکیف یومن من کان دونہ اللھم انی قد مللتھم فارحنی منھم واقبضنی الیک غیر عاجز ولا ملول﴾

یہ رسول اللہ ﷺ کا چچا زاد بھائی ہے اور باوجود اس عظیم علم اور بلند مرتبہ کے اس قسم کے افعال کا مرتکب ہے تو دوسروں پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے۔ اے اللہ میں ان سے سخت ملال میں ہوں لہٰذا مجھے ان سے راحت بخش اور اپنی طرف بلالے درآنحالیکہ میں عجز اور ملال سے محفوظ ہوں۔

اسی ضمن میں طویل خط وکتابت طرفین سے ذکر کرنے کے بعد آخر میں عبداللہ بن عباس کا یہ جواب درج کیا ہے کہ میں (بطور خیانت وغیرہ) روئے زمین کے تمام زر و مال کو لے کر اللہ تعالیٰ کی جانب پیش ہوں تو وہ اس سے بہتر ہے کہ ﴿القی اللہ بدم رجل مسلم﴾ کہ میں کسی مسلمان کا خون ناحق بہا کر اس کی جناب میں پیش ہوں گویا کہ یہ ایک تعریض ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کہ تم نے خون مسلم ناحق بہایا ہے اگر تم نے اس کا جواب دے دیا تو میں بھی اس مال کا جواب دے لوں گا۔

شیعی عالم مامقانی نے نقل کیا ہے کہ جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور امارت میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر دوران خطاب یہ تنقید کی کہ یہ وہ شخص ہے جس نے لاکھوں درہم بصرے کے بیت المال سے ہتھیا لئے جب کہ وہاں پر لوگ گٹھلیاں کھا کر گزر بسر پر مجبور تھے تو حضرت عبداللہ بن عباس نے ان کو جواب دیتے ہوئے کہا۔

﴿اما حملی المال فانہ کان مالا جبیناہ واعطینا کل ذی حق حقہ وبقیت بقیتہ ھی دون حقنا فی کتاب اللہ فاخذنا بحقنا.﴾

(تنقیح المقال ج۲، ص۱۹۵)

لیکن میرا مال کو اٹھالانا تو وہ ایسا مال تھا جسے ہم نے جمع کیا تھا اور ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا اور کچھ بچ گیا جو کہ اس سے بھی کم تھا جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی رو سے بنتا تھا لہٰذا ہم نے اپنا حق وصول کیا۔

مامقانی صاحب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ردعمل، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے اعتراض و انکار پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

﴿وغایة ما یمکن ان یوجہ بہ انہ کان مغروراً بعلمہ فاجتھد باستحقاقہ لہ و کونہ دون حقہ وان اخطاء فی اجتھادہ لکونہ فی قبال النص وقد کان علیہ ان اخطاء اولا ان یتوب وترجع المال ولم یتحقق منہ ذالک وبالجملة فتامیر امیر المومنین ایاہ علی البصرة یثبت عدالتہ وخیانتہ لبیت المال یزیلھا.﴾

(جلد۲ص۱۹۵)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل کی توجیہ جس حد تک ممکن ہے وہ یہ ہے کہ انہیں اپنے علم پر غرور وناز تھا اور اسی مغروری میں انہوں نے از راہ اجتہاد اپنا استحقاق بھی سمجھ لیا اور اس مال کو اپنے استحقاق سے کم بھی۔ اگرچہ انھیں اس اجتہاد میں خطا اور غلطی لگی کیونکہ یہ نص کے مقابلے میں اجتہاد تھا اور ان پر لازم یہ تھا کہ جب غلطی سرزد ہوگئی تھی تو اس سے توبہ کرتے اور مال کو واپس کرتے لیکن ان سے توبہ اور مال کی واپسی ثابت نہیں ہے اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان کے بصرے پر عامل اور گورنر بنانا جہاں ان کی عدالت اور امانت اور معتمد ہونے کی دلیل ہے ان کا بیت المال کے اموال میں خیانت کرنا اس عدالت وثقاہت اور اعتماد واعتبار کو معدوم کرنے والا ہے۔

ان روایات اور تبصروں کو ملاحظہ کرنے کے بعد آپ کو پتہ چل گیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی عظمت اور ادب واحترام ان لوگوں کے نزدیک کس حد تک ہے؟

اپنے نظریہ کے خلاف ان کا کوئی عمل اور اقدام نظر آئے تو وہ خطا کار ہیں۔ عدالت سے محروم اور خیانت پیشہ بھی ہیں اور علم پر غرہ اور نازاں ہو کر صریح نصوص کی خلاف ورزی کرنے والے بھی ہیں۔ اور امیر المومنین کو قتل ناحق میں ملوث اور اہل اسلام کے خون سے ہولی کھیلنے

والے اور اللہ کے حضور اس اقدام کی توجیہ اور معذرت سے عاجز و قاصر ماننے والے بھی ہیں۔ مگر متعہ کا معاملہ ہو تو ایسے ثقہ کہ کتاب اللہ، سنت رسول علیہ اسلام اور اجماع امت کی بھی ان کے ذاتی اجتہادی قول کے مقابل کوئی وقعت نہیں ہے۔ حالانکہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو متعہ کے جواز و اباحت کے فتوی سے منع کیا اور ان کو حیران و سرگردان شخص قرار دیا اور سرور عالم ﷺ کا حکم تحریم ان کو سنایا۔ خود ان کا آخر الامر رجوع ثابت اور توبہ کرنا مروی و منقول مگر یہ سب کچھ ہیچ ہے شیعہ کے لئے صرف اور صرف ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباس کا متعہ جائز رکھنا ہی کافی ہے جس سے صاف ظاہر کہ یہ ابن عباس کی محبت و عقیدت کے تحت نہیں نہ ان کو معصوم عن الخطا سمجھنے کی وجہ سے بلکہ صرف اور صرف حب متعہ اور اس کے عشق کا کرشمہ ہے ﴿**وحبک الشی یعمی ویصم .**﴾ لہذا اس طرح کے آپ کی طرف منسوب قول سے استدلال نہ برہانی انداز ہے اور نہ ہی جدلی اور نہ ہی اصولی مناظرہ و مباحثہ کے مطابق و موافق ہے بلکہ صرف مشاغبہ اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی سعی ناتمام و نامشکور۔

۴۔ ملا محسن فیضی تفسیر صافی ص ۳ پر رقمطراز ہے:

﴿**ویرون تفسیره عمن یحسبونه من کبر ائهم مثل ابی هریرة وابن عمر وانس ونظر ائهم وكانوايعدون امير المومنين من جملتهم ويجعلونه كواحد من الناس و كان خيز من يستندون اليه بعده ابن مسعود وابن عباس ممن ليس على قوله كثير تعويل ولاله الى ا لباب الحق سبيل و كان هولاء الكبراء ربما يتقولون من تلقاء انفسهم غير خالفين من ماله (الى) ولم يعلمواان اكثرهم كانوايبطنون انفاق ويحترون على الله ويفترون على رسول الله ...الخ**﴾

اہل السنّت والجماعت تفسیر قرآن ایسے لوگوں سے روایت کرتے ہیں جن کو وہ اپنے

علماء کبراء سمجھتے ہیں مثلاً ابو ہریرہ۔ عبداللہ بن عمر اور انس وغیرہ کے اور امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ان میں سے ایک فرد شمار کرتے ہیں اور ان کے بعد جن کو بہترین مفسر قرار دیتے ہیں۔ اور حجت وسند وہ ہیں عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس جن کے قول پر کوئی خاص اعتماد بھروسہ نہیں اور نہ ہی ان کو حق خالص تک رسائی حاصل تھی بلکہ ان کے یہ اکابر بسا اوقات تفاسیر اپنی طرف سے گھڑ لیتے تھے اور ان کے انجام بد سے ذرا برابر خوف نہیں رکھتے تھے اور بسا اوقات اسے رسول خدا ﷺ کی طرف بھی منسوب کر دیتے تھے اور جنہوں نے ان صحابیوں سے یہ تفسیری اقوال نقل کیے ہیں ان میں سے بعض تو ان کی حقیقت حال سے بھی بے خبر تھے۔ بس وہ صرف (**الصحابة كلهم عدول**) کے قائل تھے اور ان میں سے کسی کے حق میں عدول وانحراف کو جائز نہیں رکھتے تھے۔ حالانکہ ان کے زعم کے برعکس ان صحابہ کرام میں سے اکثر در پردہ منافق تھے اور اللہ تعالیٰ پر جرات وجسارت سے کام لینے والے، رسول نبی ﷺ پر افتراء و بہتان باندھنے والے۔

۵۔ نیز الروضۃ من الکافی ج ۸، ص ۲۴۵ اور رجال کشی ص ۱۶ میں یہاں تک کہہ دیا ہے۔

﴿عن ابی جعفر قال کان الناس اهل الردة بعد النبی الا ثلاثة فقلت ومن الثلاثة فقال. المقداد بن اسود، وابوذر الغفاری وسلمان فارسی﴾

یعنی ماسوا تین صحابیوں حضرت ابوذر، حضرت مقداد اور حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہم کے سب صحابہ مرتد ہو گئے۔ العیاذ باللہ۔ لہذا بقول ان کے ابن عباس بھی نعوذ باللہ مرتدین میں داخل ٹھہرے تو ان اقوال کو ملاحظہ کر لینے کے بعد شیعہ صاحبان کا حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات پیش کرنا استدلال کے طریق برہانی اور جدلی دونوں کے خلاف ہیں۔

برہانی استدلال کے تو اس لئے کہ جب وہ لوگ ان کو مومن ہی تسلیم نہیں کرتے اور ان

کی تفاسیر کو اللہ تعالیٰ پر جرات اور رسول ﷺ پر افتراء قرار دیتے ہیں تو پھر ان کے اقوال کو دلیل بنانے کے کیا معنی؟ اور جدلی طریق استدلال کے اس لئے خلاف ہے کہ ہمارے لئے حضرت عبداللہ بن عباس اور دیگر صحابہ کرام جن کی طرف منسوب روایات کو اہل تشیع پیش کرتے ہیں وہ اپنی تمام تر عظمت کے باوجود عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ علم وحکمت میں برابر نہیں علی الخصوص جب کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ رسول خدا ﷺ کی طرف سے متعہ کی حرمت نقل فرما رہے ہیں اور صحابہ کرام کی اکثریت عظیمہ حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس حکم میں ان کے ساتھ متحد و متفق ہیں۔ جن کے عبداللہ بن عباس سے علم میں زائد ہونے کا شیعہ برداری کو بھی اعتراف ہے تو پھر اہل السنّت والجماعت کے خلاف ان کے ذاتی خیال اور استنباط کو پیش کرنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ فرمان رسول ﷺ بہر حال مقدم ہے اور اس میں کسی مدعی اسلام کا اختلاف بھی نہیں۔

پھر لطف یہ ہے کہ وہ بلا ضرورت واضطرار اس کو جائز تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ صرف اس صورت میں جب ایسی مجبوری درپیش ہو جیسے بھوکے شخص کے لئے مردار اور خنزیر کھانے کی اور اس قول سے بھی ان کا رجوع منقول ہے۔ چلو رجوع میں اتفاق نہ سہی تعارض اقوال ہی سہی ۔تاہم آخر تک اس نظریہ پر قائم رہنا یقینی طور پر تو ثابت نہ ہو تو ایسی صورت میں شیعہ برادری کے لئے اس قول کا سہارا لینا ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بلکہ اس سے بھی زیادہ ناقص اور ناکافی سہارا لینے والی بات ہے۔

متعہ کی ممانعت، کتب شیعہ سے

۱۔﴿عن المفضل قال سمعت ابا عبدالله علیه السلام یقول فی المتعة دعوها اما یستحی احدکم ان یری فی موضع العورة فیحمل ذلک علی صالحی

اخوانه و اصحابه﴾

مفضل سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متعہ کے متعلق فرماتے ہوئے سنا کہ اسے چھوڑ دو کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم میں سے ایک شخص عورت کی شرم گاہ کو دیکھے اور پھر اس کا اپنے نیک بھائیوں اور ساتھیوں کے لئے ذکر کرے اور ان کو اس عورت کے ساتھ متعہ کی ترغیب دے۔ (استبصار ج ۳ ص ۷۹، تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۵)

۲۔﴿عن حفص بن البختری عن ابی عبدالله علیه السلام فی الرجل یتزوج البکر متعة قال یکره للعیب علی اهلها﴾

حفص بن بختری سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس شخص کے متعلق مروی ہے جو کہ باکرہ عورت کے ساتھ متعہ کرتا ہے کہ یہ مکروہ ہے اور ناپسندیدہ، کیونکہ یہ اس کے اعزہ واقارب کیلئے عار اور عیب ہے۔

(استبصار ج ۳ ص ۷۹۔ تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۵)

۳۔﴿عن ابی الحسن عن علی عن بعض اصحابنا یرفعه الی عبدالله علیه السلام قال لاتمتع بالمومنة﴾

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ مومنہ کے ساتھ متعہ نہ کرو۔ کیونکہ متعہ کی وجہ سے تم اس کو ذلیل وخوار اور بے عزت و بے آبرو کرو گے۔

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۳، استبصار ج ۳ ص ۷۷)

۴۔﴿عن زید بن علی عن آباءہ علیه السلام عن علی علیه السلام قال حرم رسول الله ﷺ لحوم الحمر الاهلیة و نکاح المتعة﴾

(استبصار ج ۳ ص ۷۷، تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۱)

حضرت زید بن زین العابدین نے اپنے آباء کے واسطہ سے حضرت امیر المومنین

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے پالتو گدھوں اور نکاح م
کو حرام قرار دیا۔

ف: ان روایات سے رسول اکرم ﷺ اور ائمہ کرام کی زبانی متعہ کی حرمت وکراہت اور اس
مومنات اور ان کے اہل واقارب کے لئے موجب ننگ وعار اور باعث ذلت وخواری
ثابت ہو گیا اور یہ امر روز روشن کی طرح عیاں کہ تذلیل مومن ومومنہ حرام اور سخت مکر
وناپسندیدہ امر ہے لہذا متعہ بھی حرام اور ناپسندیدہ فعل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مضمون کی روایت کتب اہل السنّت میں موجود
اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی متعہ کا بعینہ زنا ہونا منقول ہے۔ لہذا شیع
اور سنی کتب کی یہ روایات متعہ کی حرمت وناپسندیدگی پر متفق ہیں اور حضرت علی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿الزموا السواد الاعظم فان یداللہ علی الجماعۃ وایاکم والفرقۃ فان الشاذ من
الناس للشیطان کما ان الشاذ من الغنم للذئب﴾ (نہج البلاغہ مصری ج ا ص ۲۹۸)

سواد اعظم اور جماعت عظمی کے ساتھ وابستہ رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دست شفق
وعنایت جماعت پر ہے۔ اور افتراق وشذوذ سے دور رہو کیونکہ جماعت سے الگ ہونے وا
انسان شیطان کا لقمہ ہے جس طرح ریوڑ سے الگ ہونے والی بھیڑ بھیڑیوں کا لقمہ بن جاتی
اور امر واقعہ بھی یہی ہے اور شیعہ کو اس کا اعتراف بھی ہے کہ سواد اعظم اہل سنت والجماعت
ہیں اور یہ سواد اعظم رہے ہیں چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری کہتا ہے۔

فقیر گفت اہل سنت ہمیشہ سواد اعظم بودہ اند (مجالس المومنین ج ا ص ۵۷۲) او
دوسرے مقام پر کہا:

حضرت امیر در ایام خلافت خود دید کہ اکثر مردم حسن سیرت ابوبکر وعمر را معتقد اند وایشا
را برحق مے دانند قدرت برآں نداشت کہ کارے کند کہ دلالت بر فساد خلافت ایشاں داشتہ باشد
(مجالس المومنین ج ا ص ۵۴)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنے ایام خلافت میں یہ مشاہدہ کیا کہ اکثر لوگ اور جمہور اہل اسلام ابوبکر وعمر کے حسن سیرت کے معتقد ومعترف ہیں۔ اور ان کو برحق خلیفہ سمجھتے ہیں تو آپ میں اس امر کی قدرت اور سکت نہ رہی کہ ایسا کام کریں جو ان کی خلافت کے ناحق اور فاسد ہونے پر دلالت کرے اور ایسے ہی مضامین، شافی وتلخیص شافی اور تنزیہ الانبیاء میں موجود ہیں۔ لہذا یہ حقیقت دوپہر کے آفتاب کی طرح بے غبار ہوگئی کہ آپ نے اہل السنہ سے ہی وابستہ رہنے کو لازم فرمایا اور ان سے علیحدگی کو شیطان کا لقمہ بننے سے تعبیر کیا اور اہل السنہ کا مذہب، حرمت متعہ ہے۔ اور یہ احادیث وروایات جو شیعی مستند کتب حدیث میں منقول ہیں اور ائمہ کرام کی منشاء ومرضی کے مطابق اور اس کا خلاف سراسر ضلالت وگمراہی ہے۔

﴿کما قال اللہ تعالیٰ: ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساء ت مصیراً﴾

شیعی تاویلات اور ان کی لغویت

شیعی محدثین نے ان روایات کی عجیب وغریب اور بے سروپا توجیہات وتاویلات کی ہیں۔ عقل وخرد کا منہ چڑایا ہے اور متعہ کی اباحت ثابت کرنے کے شوق میں ائمہ کرام کی عزت وآبرو اور استقلال واستقامت کو پامال کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا علی الخصوص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عظیم افتراء اور بہتان طرازی سے کام لیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہتان وافتراء

چوتھی روایت جس میں حضرت زید، حضرت زین العابدین، حضرت امام حسین اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سند سے نبی اکرم ﷺ کا پالتو گدھوں اور نکاح متعہ کو حرام ٹھہرایا مروی ومنقول ہے۔ اس کے متعلق شیعہ کے شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی نے کہا:

﴿فالوجه في هذا الخبران نحملها على التقية لانها موافقة لمذهب العامة﴾

اس روایت کی توجیہ یہ ہے کہ ہم اس کو تقیہ پر محمول کریں کیونکہ یہ جمہور اہل اسلام یعنی اہل السنّت کے موافق ہے۔

(استبصار جلد ثالث ص ۷۷، وکذافی تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۱)

﴿سبحانک هذا بهتان عظيم...﴾ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کی اولاد امجاد نے سنیوں کے ڈر سے یا ان کی دلجوئی کے لئے حرام کہہ دیا اور رسول معظم ﷺ پر افتراء اور بہتان سے کام لیا۔ اس سے بڑا ظلم اور تجاوز ان مقدس ہستیوں پر کیا ہوسکتا ہے۔ کہ ان کو سینوں کے ڈر اور خوف کی وجہ سے ان کی ہمدردیاں اور اعانت وتائید حاصل کرنے کے لئے خداو مصطفیٰ پر افتراء پردازی اور بیان بازی کا مرتکب اور اسلام کا حلیہ مسخ کرنے والا تسلیم کر لیا جائے۔ حالانکہ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار اپنے خطابات میں ڈر اور خوف اور مداہنت فی الدین کے اتہامات کی نفی فرماتے رہے ہیں اور کیوں نہ ہو شیر خدا اور اسد اللہ الغالب ہو اور برحق نائب رسول ہوں اور دین کے معاملہ میں کسی ضعف وناتوانی اور مداہنت وغیرہ کا مظاہرہ کریں یہ کیونکر ممکن ہے اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس روایت کے راوی ہیں ان کا عمل بھی اس تو ہم کو بیخ وبن سے اکھیڑنے والا ہے۔

سر داد نہ داد دست در۔ دست یزید   حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

کیا عام اہل اسلام کی عزت وناموس کا تحفظ اسلام نہیں ہے

تیسری روایت کے متعلق ابوجعفر طوسی نے ایک توجیہ وتاویل یہ ذکر ہے کہ متعہ اس عورت کے ساتھ ممنوع ہے جو شریف خاندان کی ہو کیونکہ اس کے ساتھ متعہ کرنے سے اس کے اہل اقارب کو عار لاحق ہوگی اور خود اسے ذلت وحقارت سے دوچار ہونا پڑے گا اگرچہ فی نفسہ [illegible] متعہ ممنوع اور حرام نہیں ہے۔

﴿يحتمل ان يكون المراد به اذا كانت المرء ة من اهل بيت الشرف فانه لاينبغي التمتع بها لمايلحق اهلها في ذلك من العار ويصيبها هي من الذل وان لم يكن محظورا﴾ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۳، استبصار ج ۳ ص ۷۷)

حالانکہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مطلق مومنہ کا ذکر کیا ہے اس میں کسی خاندان کی تخصیص نہیں فرمائی اور نصوص کتاب وسنت کو اپنے ظاہر پر رکھنا ضروری ہوتا ہے اور عام ہوں تو ان کا عموم پر رکھنا لازم ہوتا ہے لہذا یہ تاویل بالکل بے محل اور بے جواز ہے نیز مشتق پر حکم ہو تو مبداء اشتقاق علت حکم ہوتا ہے۔ لہذا یہاں پر مومنہ کا ایمان اس ممنوعیت اور حرمت کی علت ہے نہ کہ خاندانی برتری۔ علاوہ ازیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ عوام اہل اسلام کی عزت وناموس کا تحفظ اسلام میں نہیں ہے کیا اسلام ان کی عزت وحرمت کو پامال کرنے کی اجازت دیتا ہے پھر اگر متعہ کرنے والا بھی شریف خاندان کا فرد ہو تو کیا اس کو بھی متعہ کرنے عار سے لاحق ہوگی یا نہیں؟ لامحالہ پھر شرفاء کے لئے مطلقاً اس کو بوجہ عار ہونے کے ممنوع اور حرام تسلیم کرنا پڑے گا۔

علیٰ ہذا القیاس اگر متعہ کرنے والے مرد اور عورت کا تعلق شریف خاندان سے ہو تو نکاح دوام ان کے لئے عار نہیں مگر متعہ عار اور عیب بن گیا اور موجب ذلت وحقارت تو مہر نیمروز

کی طرح واضح ہوگیا کہ متعہ شیعہ کے نزدیک نکاح کی مانند نہیں ہے۔اور یہ فعل کمینے اور رذیل لوگوں سے سرزد ہوتو ہو شرفاء کے لئے باعث ننگ وشرم ہے اور شرافت کے خلاف مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عداوت اور دشمنی ان کے لئے اس اعتراف سے مانع ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿جَحَدُوا بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ﴾

اور یہ حقیقت بھی کسی سے مخفی نہیں کہ اسلام میں عزت وکرامت کا دارومدار نسب پر نہیں تقوی پر ہے۔قال اللہ تعالیٰ: ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقَاكُمْ﴾ تو ثابت ہوگیا کہ یہ فعل کسی متقی اور دیندار کے لئے روانہیں ہے بلکہ اوباش اور رذیل لوگوں کا کام ہی ہوسکتا ہے الغرض شیخ الطائفہ کی یہ توجیہ بھی متعہ کو شرفاء اور دیندار لوگوں کے لئے جائز نہ بنا سکی تو اس کے ذریعے حسنی حسینی اور مرتضوی ومصطفوی درجات تک رسائی کا کیا امکان ہوسکتا ہے۔

ابوجعفر نے یہی توجیہ اس روایت کی یہ بیان کی ہے:

﴿ھذا حدیث مقطوع الاسناد شاذة یحتمل ان یکون المراد بہ اذا کانت المرء ة من اھل بیت الشرف﴾ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۳)

یہ حدیث شاذ ہے اس کی اسناد منقطع ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ حکم اس مومنہ کے متعلق ہو جو شریف خاندان سے تعلق رکھتی ہو اس کے ساتھ متعہ جائز نہیں ہے کیونکہ بوجہ متعہ اس کے اہل خاندان کو عار لاحق ہوتی ہے اور اس کو بھی ذلت ورسوائی لاحق ہوگی اور یہ فعل اس کے لئے مکروہ ہوگا بغیر اس کے کہ ممنوع ہو۔

اقول: پہلا اعتراض ساقط الاعتبار ہے کیونکہ متعدد روایات متصل الاسناد اسی مضمون پر مشتمل امام ابوعبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شیعہ صاحبان کی صحاح میں منقول ہیں منجملہ ان کے حفص بن بختری کی روایت ہے کہ امام صاحب سے باکرہ کے ساتھ عقد متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو

آپ نے فرمایا۔**﴿یکرہ للعیب علی اھلھا ...﴾** مکروہ ہے کیونکہ اس سے اس کے اہل خاندان کو عار وعیب لاحق ہوتا ہے۔ (تہذیب ج ۷ ص ۲۵۵، استبصار ج ۳ ص ۷۹)

اور اسی طرح ابوسعید قماط کی روایت کہ میں نے امام ابوعبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا:

﴿جاریة بکر بین ابویھا تدعونی الی نفسھا سرامن ابویھاافافعل ذلک؟ قال نعم واتق موضع الفرج قال قلت فان رضیت بذلک قال وان رضیت بذلک فانہ عار علی الابکار﴾ (تہذیب ج ۷ ص ۲۵۴)

والدین کے ہاں موجود کنواری لڑکی مجھے خفیہ طور پر اپنی طرف بلاتی ہے اپنے والدین سے چوری چھپے تو کیا میں اس کی دعوت قبول کرلوں؟ آپ نے فرمایا ہاں اور اس کے فرج والی جگہ سے بچنا یعنی جماع نہ کرنا۔ میں نے عرض کیا تو اگر وہ راضی ہوجائے پھر بھی؟ فرمایا اگر چہ راضی ہوجائے کیونکہ ان کے ساتھ مباشرت (بطور متعہ) ان کے لیے عار اور عیب ہے۔

ان دونوں متصل روایات سے باکرہ کے ساتھ بطور مباشرت متعہ کا اس کے موجب ننگ وعار ہونا ثابت ہوگیا۔اور اس خاندان کے لئے بھی لہذا اس کو شاذ اور مقطو الاسناد کہہ کر گلوخلاصی کرانی ممکن نہیں جب کہ خود ابوجعفر طوسی صاحب نے مکروہ ہونے والے ق کی تائید میں حفص بن البختری والی روایت **﴿یکرہ للعیب علی اھلھا﴾** کو پیش ہے۔تو اگر یہ روایت بھی شاذ اور ناقابل اعتبار ہے تو اس سے استشہاد کا کیا معنی؟ جب ثا ہوگیا کہ متعہ موجب ذلت تو **﴿لاتمتع بالمومنة﴾** والی نہی اور ممنوعیت بھی ثابت ہوگئ تذلیل مومن حرام۔لہذا اس کا موجب بھی حرام ہوگا اور تہذیب الاحکام والی روایت **﴿واتق موضع الفرج﴾** سے جماع سے اجتناب کا لزوم ثابت ہوگیا کیونکہ قاعدہ یہی ہے کہ نہی حر پر دلالت کرتی ہے اور امر وجوب پر۔نیز کراہت تحریمی بھی ہوتی ہے اور تنزیہی بھی اور جب

امر حلت وحرمت کے درمیان دائر ہوتو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے لہذا اس کو مکروہ تحریمی قرار دینا لازم ٹھہرا نہ کہ مکروہ تنزیہی تو ان قواعد اور اصول کی رو سے شیعہ صاحبان کے لئے حرمت تسلیم کرنے کی صورت میں کراہت تحریمی تسلیم کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ جبکہ مکروہ تحریمی بھی حرام کے حکم میں ہوتا ہے فرق صرف انکار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ حرام کا منکر کافر ہو جائے گا اور مکروہ تحریمی کو حلال ماننے والا کافر نہیں کہلائے گا مگر عمل کی صورت میں فاسق وفاجر دونوں ہوں گے۔

ثواب متعہ والی روایات کا بطلان

ف: ان گزارشات کو ملاحظہ کر لینے کے بعد متعہ کے ثواب اور درجات پر مشتمل روایات کا بطلان واضح ہوگیا کیونکہ حرام یا مکروہ تحریمی پر اصرار گناہ میں مستغرق ہونے کا موجب ہے اور فسق وفجور کی پستیوں میں اور اتھاہ گہرائیوں میں گرنے کا نہ کہ مدارج اور مراتب عالیہ پر فائز ہونے کا۔ فتامل جدا۔

ممنوعیت متعہ میں وارد پہلی روایت اور علامہ ڈھکو کی غلط بیانی

پہلی روایت جو کہ مفضل نے حضرت امام جعفر صادق سے نقل کی ہے۔ یعنی متعہ کو چھوڑ دو کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم سے کوئی شخص ایک عورت کی شرمگاہ کی جگہ دیکھے پھر اسے اپنے بھائیوں اور احباب کے لئے ذکر کرے اور ان کو اس عورت کے ساتھ متعہ کی ترغیب دے علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا:

اصل بات یوں ہے (جو اصل کتاب میں موجود ہے) کہ کچھ حضرات موسم حج میں مکہ جا کر متعہ شروع کر دیتے تھے ایسے ہی ایک شخص کو امام نے سرزنش کی کہ ایسے موقع ومحل پر متعہ کرتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ ایسے شرمناک موقع ومحل پر دیکھے جاؤ اور اس کا اثر بد تمہارے دوسرے

یک بھائیوں پر بھی پڑے یعنی لوگ یہ کہیں کہ یہ لوگ یہاں حج کرنے نہیں آتے بلکہ متعہ کر آتے ہیں۔ (تجلیات صداقت ص ۳۰۳،۳۰۴)

﴿والجواب بتوفیق الوهاب﴾ عربی عبارت قارئین کرام بار بار ملاحظہ فرمالیں اور اس کہیں حج کا اور مکہ مکرمہ کا تذکرہ دیکھیں تو ہمیں مطلع فرمادیں۔ اور اگر کہیں کوئی ایسا لفظ نہ آ اور یقیناً نظر نہیں آئے گا اور نہ آسکتا ہے۔ تو پھر آیت معلومہ بے شک نہ پڑھیں مگر اس چوری سینہ زوری سے نفرت کا اظہار ضرور کریں اور اس امر کا یقین کرلیں کہ شیعہ برادری کے پاس روایت کا کوئی جواب نہیں ورنہ اس قدر صریح جھوٹ بولنے پر مجبور نہ ہوتے۔ مزید تحقیق درج ذیل امور پر بھی ایک نظر ڈالتے جائیں۔

۱۔ اس باب کا عنوان ابوجعفر محمد بن یعقوب الکلینی نے یوں قائم کیا ہے: ﴿باب انه یجب یکف عنها من کان مستغنیا عنها﴾ جو شخص متعہ سے مستغنی ہو اس پر متعہ سے اجتنا دور رہنا واجب ہے کیا اس میں مکہ مکرمہ اور حج کے موقع کی پچر لگ سکتی ہے؟

۲۔ اس باب میں کل چار روایات ہیں پہلی میں علی بن یقطین نے امام ابوالحسن موسی کاظم سے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تجھے اس سے کیا؟ اللہ تعالیٰ نے تجھے اس سے بے دیا ہے۔

دوسری روایت میں فتح بن یزید نے امام ابوالحسن سے متعہ کے متعلق دریافت آپ نے فرمایا:

﴿هی حلال مباح مطلقا لمن لم یغنه الله بالتزویج .... ﴾ یعنی یہ حلال ہے او مطلق ہے اس شخص کے لئے جسے اللہ تعالیٰ نے نکاح دائمی کے ذریعے سے مستغنی نہیں کیا مستغنی ہو تو صرف دوران سفر مباح ہے جبکہ بیوی سے غائب ہو۔

تیسری روایت محمد بن حسن بن شمعون سے ہے کہ حضرت ابوالحسن نے اپنے بعض

کی طرف یہ فرمان تحریر کیا ﴿لا تحلوا علی المتعة﴾ کہ متعہ پر بہت اصرار نہ کرو بلکہ صرف سنت قائم کرنے پر اکتفا کرو اور مفصل روایت بعد میں ذکر کی جائے گی۔

چوتھی روایت مفصل والی ہے کہ انہوں نے متعہ چھوڑنے کا حکم دیا اور سرزنش فرمائی پورے باب اور اس کی تمام روایات میں جس چیز کا نام ونشان تک نہ ہو اس کے متعلق یہ دعوی کہ اصل بات یوں ہے نہ وہ جو اصل کتاب میں ہے کتنا بڑا جھوٹ ہے۔ اور بے سروپا تاویل ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق ہے۔

ولے تاویل شاں در حیرت انداخت

خدا و جبرئیل و مصطفیٰ را

۳۔ علاوہ ازیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ احرام کی حالت میں وہ لوگ ایسا فعل کرتے تھے یا اس سے آگے پیچھے، حالت احرام میں ہو متعہ ہو یا نکاح دائم میں جماع ہر دو مفسد حج ہوئے پھر متعہ کی کیا تخصیص؟ اور اس سے آگے پیچھے جس طرح زوجہ سے مباشرت جائز، شیعی شریعت میں متعہ بھی جائز بلکہ متعہ زیادہ کار ثواب اور موجب ترقی درجات پھر اس سے منع کرنے کا کیا مطلب؟

۴۔ ڈھکو صاحب فرماتے ہیں کہ شرم نہیں آتی کہ ایسے شرمناک موقع پر دیکھے جاؤ اور اس کا اثر بد تمہارے دوسرے نیک بھائیوں پر بھی پڑے۔ ڈھکو صاحب **اول** تو جب متعہ شروع ہوتا ہے تو فرشتے پہرہ پر ہوتے ہیں تو اس وقت کسی سنی غریب کی نظریں کب پڑنے دیتے ہیں جس طرح ثواب متعہ کی روایات میں عرض کر چکے ہیں۔

دوم:۔ متعہ علانیہ ممنوع نہیں زوجہ کے ساتھ علانیہ ہم بستری منع ہے تو پھر بھی وجہ تفریق وتخصیص متعہ کی موجود نہیں اس صورت میں تو صرف اتنا فرمانا چاہیے تھا۔ بیٹو! بس ذرا پردہ سے اور مخصوص مقامات پر داد عیش دے لیا کرو سر عام نہیں۔

سوم:۔ متعہ کوئی کرے اور اس کا اثر دوسرے بھائیوں پر پڑے آخر اس کا کون عقل تصور کر سکتا ہے جن کو حالت متعہ پر دیکھا گیا انہیں کے متعلق کہا جائے گا نہ کہ دوسروں کے متعلق۔ پھر اس میں اثر بد والی کون سی بات ہے بلکہ ایک عظیم المرتبت رکن اسلام کی ایسے عظیم اجتماع میں رسم نقاب کشائی ادا ہو رہی ہے تاکہ پورے عالم اسلام میں جلد از جلد پھیل سکے اور ہر کوئی یقین کرے کہ ایسی مقدس جگہ یہ طریقہ جاری ہے تو اسے حرام کون کہہ سکتا ہے؟

چہارم:۔ ڈھکو صاحب اپنے دھرم سے کہیے جس میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اس دور میں اس فعل کے جواز کا زبانی علانیہ فتوی بھی دیا جا سکتا ہے؟ جب نہیں اور بالکل نہیں تو موسم حج میں کرنا اور پھر بھائیوں پر اثر بد مترتب ہونا چہ معنی دارد؟ بلکہ انہوں نے اپنی طرف نسبت کے ڈر سے ایسے دلدادگان متعہ پر مدینہ میں ہوتے ہوئے متعہ حرام ٹھہرا دیا کہ اگر تم پکڑے گئے تو لوگ کہیں گے کہ یہ اصحاب جعفر ہیں اور اس طرح تمہارا فعل میری مخبری کا موجب بنے گا کہ وہ ایسے فتوے دیتے ہیں۔

پنجم:۔ جن کے ساتھ شیعہ صاحبان متعہ کرتے تھے وہ مکہ میں رہتی تھیں یا اپنے ساتھ لے جاتے تھے پہلی صورت تو ناممکن کیونکہ اہل مکہ اس نظریہ کے خلاف تھے اور پتہ چلنے پر ان کو سنگین سزا دیتے نہ صرف یہ طعنہ کہ یہ متعہ کرنے آتے ہیں اور بس۔ اور دوسری صورت میں کسی کو پتہ ہی کیسے چل سکتا تھا کہ یہ دائمی نکاح والی مومنہ ہے یا وقتی گزر بسر کرنے والی اور سفر کو خوشگوار رکھنے کے لئے تن بخشی کرنے والی۔

الغرض یہ توجیہہ وتاویل سراسر لغو وباطل نہ کتاب سے اس کا کوئی تعلق اور نہ ہی حقائق وواقعات سے بلکہ محض جواب سے عاجزی کو چھپانے کی ایک ناکام کوشش اور وہ بھی خوف خدا وخوف خلق سے عاری اور بے نیاز ہو کر اور اپنے عوام کالانعام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی خاطر صرف اور صرف عیاری اور مکاری سے کام لینے کی ناپاک جدوجہد تاکہ وہ فرض کر لیں کہ

ہمارے مجتہد العصر نے جواب کا حق ادا کر دیا ہے۔

امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لاجواب ہونا

شیعہ صاحبان نے ایک طرف تو ائمہ کرام کے حق میں قدم قدم پر تقیہ اور اخفاء حق
دعویٰ کیا اور دوسری طرف ائمہ کرام کو تقیہ کے پردہ میں چھپے متنازعہ مسائل پر مناظرے کرتے
پھر لاجواب ہوتے بھی دکھایا گیا ہے چنانچہ شیعہ کے محدث اول علامہ کلینی نے فروع کافی
نقل کیا ہے کہ:

۵۔ عبداللہ بن عمر لیثی امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور متعہ کے متعلق دریا
کیا تو آپ نے فرمایا اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا ہے اور زبان نبی ﷺ پر
اسے حلال ٹھہرایا ہے لہذا یہ قیامت تک کے لئے حلال اور مباح ہے۔ تو عبداللہ لیثی نے کہا آپ
جیسا شخص یہ فتویٰ دے رہا ہے حالانکہ حضرت عمر بن الخطاب نے اسے حرام ٹھہرایا ہے آپ نے
اگر چہ عمر بن الخطاب نے حرام ٹھہرایا ہے میں تو اسے حلال سمجھتا ہوں۔

عبداللہ نے کہا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ تم ان کے
حرام قرار دیے ہوئے فعل کو حلال مت ٹھہراؤ تو امام موصوف نے فرمایا:

﴿فانت علی قول صاحبک وانا علی قول رسول اللہ فهلم الاعنک
فان الاولیٰ ماقال رسول اللہ ﷺ وان الباطل ماقال صاحبک.﴾

تو تم اپنے صاحب کے قول پر قائم رہو اور میں رسول اللہ ﷺ کے قول پر کار بند ہوں آ
میں تمہارے ساتھ مباہلہ کرتا ہوں کیونکہ اولیٰ وانسب وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا او
باطل وہ ہے جو تیرے صاحب نے کہا یہ سن کر عبداللہ لیثی نے کہا:

﴿ایسرک ان نساء ک وبناتک واخواتک وبنات عمک یفعلن

فاعرض عنه ابو جعفر علیه السلام حین ذکر نساء ه وبنات عمه.﴾

(فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۰، تہذیب الاحکام لابی جعفر طوسی ج ۷ ص ۲۵۰)

کیا تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ تمہاری عورتیں، بچیاں، بہنیں اور بھتیجیاں یہ فع
کریں۔ تو امام ابو جعفر محمد باقر نے عبداللہ لیثی سے منہ پھیر لیا جبکہ اس نے آپ کی عورتوں ا
بہنوں کا ذکر کیا اور اسے کوئی جواب نہ دیا۔

دریافت طلب امر

اگر واقعی متعہ کرنے سے دوزخ سے رہائی ملتی ہے اور ایک مرتبہ متعہ کرنے سے ا
حسین کا مرتبہ، دو مرتبہ متعہ کرنے سے امام حسن کا مرتبہ، تین مرتبہ متعہ کرنے سے حضرت ا
المومنین علی کا مرتبہ، اور چار مرتبہ کرنے سے امام ارسل سید الانبیاء علیہ وعلیہم السلام کا مرتبہ حا
ہوتا ہے۔ نیز جس نے متعہ نہیں کیا ہوگا روز قیامت اس کے ناک اور کان کٹے ہوں گے و
وغیرہ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرفاء کہ بہنوں، بیٹیوں وغیرہ کو ان درجات کی ضرورت نہ
ہے۔ اور کیا وہ متعہ سے نفرت وکراہت کا اظہار کرنے پر ان وعیدات اور تشدیدات اور لع
ملامت کا نشانہ نہیں بنیں گی جو متعہ سے نفرت کرنے والوں کے متعلق وارد ہیں لہذا بالکل ر
اور آشکار ہو گیا کہ امام موصوف نے علی تقدیر صحتہ الروایت خاموشی اختیار کی اور صرف
صرف اس لئے اس سوال کا جواب ان کے پاس نہیں تھا کیونکہ جو چیز اپنے لئے پسند نہ
از روئے شرع شریف دوسرے کے لئے بھی اسے پسند نہ کرنا چاہیے۔ آنچہ برائے خود نمی پس
برائے دیگراں مپسند۔ فاعتبروا یااولی الابصار.

علامہ ڈھکو صاحب کا اضطراب

شیعی محدث العصر علامہ ڈھکو صاحب نے اس روایت کے جواب میں بہت پیچ و

کھائے مگر بات بنتی نظر نہ آئی۔ ڈھکو صاحب لکھتے ہیں جب اس (عبداللہ) نے اپنی خار...
اظہار کرتے ہوئے امام علیہ السلام کی بنات اخوات کا ذکر کیا تو امام نے بموجب ارشاد...
﴿اعرض عن الجاهلين﴾ یعنی جاہلوں سے روگردانی کرو، اس سے روگردانی کر لی...
ایک غیور آدمی سمجھتا ہے کہ یہ خفگی کا مقام تھا۔ کسی کام کا جائز ہونا اور بات ہے اور اس کا کر...
۔تا۔ اگر مثال درکار ہے۔ کہ مرد کیلئے باعث ثواب اور عورت کے لئے باعث شرم، تو مثال...
خدمت ہے۔ کتب اہل السنّت سے ثابت ہے کہ ختنہ لڑکے اور لڑکی کیلئے یکساں سنت ہے مگر عو...
تو کجا خواص بلکہ خود علماء اہل السنۃ لڑکی کے نام سے گھبراتے ہیں اور لڑکیاں شرم اور عار محسوس
کرتی ہیں۔

(تجلیات ص ۳۰۳)

اقول: یہ سارا کلام شاعری اور لفاظی ہیرا پھیری اور چکر بازی تو کہلا سکتا ہے مگر اس کو جواب
کسی طرح بھی نہیں کہا جاسکتا تا بہ جواب صواب چہ رسد؟

ا۔ عبداللہ لیثی کے اس جواب کو اے امام ابو جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ
تمہاری بنات واخوات اور چچازاد متعہ کریں خارجیت کا اظہار اور جہالت قرار دے کر جواب
جاہلاں باشد خاموشی پر اکتفا کیا گیا۔ مگر عبداللہ لیثی کا مقصد تو صرف اور صرف ایک تھا۔

آنچہ برائے خود نمی پسندی برائے دیگراں مپسند

اگر متعہ کرنا موجب عار نہیں تو اس پر برہمی کیوں؟ اور موجب عار ہے تو دوسروں کے
لئے اس پر اصرار کیوں؟ بلکہ نہ کرنے کی صورت میں وعیدات اور انذار کیوں؟ اور کرنے کی
ترغیب دیتے ہوئے حسنین کریمین، علی مرتضیٰ اور سید الانبیاء کے ساتھ درجات میں اشتراک اور
مساوات کا اعلان اظہار کیوں؟

ب۔ عبداللہ لیثی نے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ اپنی بنات واخوات کو متعہ کا حکم دیں اور نہ روپے کمانے

...کی تھی لہذا ڈھکو صاحب کا اس ضمن میں نکاح حق مہر اور طلاق کے جواز کے فتویٰ اور
...کے اس ردعمل کا ذکر کیا کہ پھر تم اپنی بیٹیوں کو کہو کہ اس طرح روپے کمائیں تو کیا مولوی
...کو خفگی نہیں آئے گی؟ بالکل بے رابطہ، بے جوڑ اور بے موقع و محل تمثیل ہے کیونکہ اس کا
...صرف اور صرف یہی تھا کہ جو چیز اپنے لئے پسند نہیں فرماتے وہ دوسروں کے لئے پسند نہیں
...کرنی چاہیے۔

...ڈھکو صاحب فرماتے ہیں ایک غیور آدمی سمجھتا ہے کہ یہ خفگی کا مقام تھا کسی کام کا جائز ہونا اور
...ہے کرنا اور۔ مگر آپ نے تو ائمہ کرام کی زبانی یہ حکم نقل کر رکھا ہے کہ ہاشمیات کے ساتھ متعہ
کرو۔ پھر عبداللہ لیثی کے جواب میں از راہ غیرت خفگی کا اظہار کیا معنی؟ اگر ہاشمیات کے ساتھ
...کو آپ نے جائز کر دیا تھا تو اسے بھی فرما دیتے میرا فتویٰ جواز کا ہے اور اگر یہ فتویٰ غیرت اور
...نفس کے خلاف ہے تو پھر شیعہ نے یہ فتویٰ نقل کر کے امام محمد باقر کی غیرت اور عزت پر حملہ
کیا ہے اور بدترین گستاخی کا مظاہرہ کیا ہے۔

﴿عن منصور الصيقل عن ابى عبدالله عليه السلام فتمتع
بالهاشمية.﴾ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۱۷۲)

منصور صیقل نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہاشمیہ کے
ساتھ متعہ کرو۔ کیا ہاشمیہ عورت رشتے میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کوئی تعلق
نہیں رکھتی؟ اور اشراف کے ساتھ متعہ کے مکروہ اور ناجائز ہونے کی صورت میں ہاشمیہ کو یہ حکم
شامل نہیں تھا؟ یا اپنی بے غیرتی یا خارجیت کا اقرار کرو اور یا پھر عبداللہ لیثی کے سوال کا صحیح جواب
دو۔ یا مان لو کہ دلدادگان متعہ نے ائمہ پر افتراء اور بہتان سے کام لیا ہے۔

د۔ علامہ صاحب فرماتے ہیں اگر مثال درکار ہے کہ مرد کیلئے باعث ثواب اور عورت کے لئے
باعث شرم۔۔۔ الخ مگر افسوس تو یہ ہے کہ علامہ صاحب نشہ میں سب کچھ اگلتے جا رہے ہیں انہیں

نظیر ومثال کے فرق سے قطع نظر اس جگہ ختنہ کا حوالہ دینے کی کیا گنجائش تھی نہ لڑکے کے ختنہ کے ختنہ پر موقوف نہ لڑکی کا ختنہ لڑکے کے ختنہ پر موقوف۔ مگر متعہ مرد کا عورت کے بغیر اور عورت کا مرد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

کیا علامہ صاحب اوران کے مردے اور زندہ ایسی مثال پیش کر سکتے ہیں کہ مرد متعہ ثواب کمالے مگر عورت کو استعمال نہ کرے لہذا اگر عورت کے لئے موجب شرم ہے تو لامحالہ مرد کے لئے بھی موجب شرم ہے علاوہ ازیں جو ثواب کی روایات گھڑی ہیں ان میں بھی مرد اور عورت برابر کے حصہ دار ہیں مگر عورتوں کے لئے اسے باعث شرم قرار دینا ان سب روایات کو لغو اور بے ہودہ قرار دینے کے برابر ہے ﴿الیس منکم رجل رشید؟﴾

ہ۔ نیز دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح دوام اور متعہ اگر یکساں حلال اور جائز ہیں تو پھر دائمی نکاح بھی مردوں کے لئے کار ثواب اور عورتوں کیلئے باعث شرم اور عار نہیں ہونا چاہیے اور اگر دائمی نکاح میں شرم اور عار نہ عورتوں کیلئے ہو نہ ان کے اولیاء اور سرپرستوں کے لئے اسی لئے ان سے ہی رشتہ طلب کیا جاتا ہو اور وہ شرم وحیا کے تقاضوں کے عین مطابق ہو تو آخر متعہ میں عورتوں کے لئے شرم اور عار کا موجب کون سا ہے؟ اگر کسی کو کہا جائے خواہ کتنا بڑا پاک باز کیوں نہ ہو اور اعلی خاندان کا فرد کہ تم پسند کرتے ہو کہ تمہاری بنات واخوات شادی کر لیں اور نکاح دوام تو کیا وہ اس پر ناراض ہو جائے گا؟

معلوم ہوتا ہے کہ دل گواہی دیتا ہے کہ متعہ رذیل فعل ہے اور روح اسلام کے خلاف اور مقاصد نکاح کے برعکس اور منافی۔ مگر صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بغض وعناد، شیعہ کو اس کی حرمت کے اقرار سے مانع ہے۔

و۔ یہ بات بھی سراسر غلط ہے اور واقعات وحقائق کے بالکل خلاف کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے طور پر متعہ کو حرام ٹھہرایا بلکہ ہم خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ اور دیگر حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعدد صحیح روایات سے ثابت کر چکے ہیں کہ خود نبی اکرم ﷺ نے متعہ کو حرام فرمایا۔ لہذا امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قسم کا دعوی کیونکر کر سکتے تھے اور خود شیعی کتب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کو حرام ٹھہرایا تھا اگر چہ اس کو تقیہ پر محمول کیا گیا لیکن یہ تو ثابت ہو گیا کہ برملا حکم تو حرمت کا دیا جا رہا ہے اور وہ بھی اپنی طرف سے نہیں بلکہ سرچشمہ ہدایت کی طرف سے۔

اگر محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر جرات سے کام لے سکتے تھے اور مباہلہ کے لئے تیار تھے تو ابو الائمہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو اپنے دور خلافت میں کیوں جائز قرار نہ دے سکے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مباہلہ کا حوصلہ انہیں کیوں نہ ہوا؟

اگر یہ روایت درست ہے تو تقیہ کے دعاوی غلط ہیں اور وہ صحیح ہیں تو یہ روایات غلط ہیں اور محض افتراء۔

الغرض علامہ ڈھکو صاحب کا اضطراب اور بے چینی اس امر کی غماز ہی نہیں بلکہ بین دلیل ہے کہ شیعہ صاحبان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اور شیعہ کو امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عبد اللہ لیثی کے سامنے لاجواب ہونا تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں یا حکایت کو بے ہودہ تسلیم کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ خود سرور عالم ﷺ کا فرمان ہے ﴿تحب لاخیک ماتحب لنفسک﴾ کمال ایمان یہ ہے کہ اپنے بھائی کیلئے وہی پسند کر جو اپنے لئے پسند کرتا ہے یا بالفاظ دیگر

آنچہ برائے خود نمی پسندی برائے دیگراں مپسند

کثرت متعہ کی ممانعت

ایک طرف شیعہ صاحبان نے ہزار ہزار عورت کے ساتھ متعہ کو جائز قرار دیا ہے اور اسے بھی ائمہ کرام کی طرف منسوب کر دیا ہے اور دوسری طرف کثرت متعہ سے منع بھی انہیں ائمہ

سے نقل کر دیا ہے روایت ملاحظہ فرمائیں:۔

۴۔﴿عن محمد بن الحسن بن شمعون قال کتب ابو الحسن علیه السلام الی بعض موالیه: لا تلحوا علی المتعة انما علیکم اقامة السنة.﴾

محمد بن حسن بن شمعون کہتا ہے کہ امام ابوالحسن علیہ السلام نے اپنے بعض موالی کی طرف لکھا کہ متعہ پر اصرار نہ کرو اور اس میں زیادہ اشتغال وانہماک سے کام نہ لو بلکہ تم پر صرف سنت قائم کرنا لازم ہے۔ لہذا اس میں دلچسپی اور انہماک کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی حرائر اور بیویوں سے منہ ہی نہ موڑ لینا ورنہ وہ کفر کی اور دین سے بیزاری وبرات کی مرتکب ہو جائیں گی اور متعہ کا حکم دینے والے کے خلاف فریادی بن جائیں گی اور (یہ معلوم کر کے کہ متعہ کو حلال ٹھہرا کر ان کے ساتھ ہونے والی اس زیادتی اور بے داد کا دروازہ ہم نے کھولا ہے تو) وہ ہم پر لعنت بھیجنے لگیں گی۔

لیکن باز آئے کون؟ مگر سوال یہ ہے کہ جب ہر دن نئی نویلی دلہن ملے اور صرف ایک مٹھی گندم بلکہ مسواک پیش کر دینے پر بھی یہ شادی انجام پذیر ہو سکے اور اس کے بعد نان ونفقہ اور رہائش، بستر اور لباس وغیرہ کی مکمل چھٹی ہو تو پھر ساری زندگی ایک عورت کے ساتھ مقید اور پابند رہنا اور اس کے بھاری بھرکم اخراجات برداشت کرنا کون گوارا کو سکتا ہے؟

زنے نو کن اے خواجہ ہر نو بہار
کہ تقویم پارینہ ناید بکار

اگر منع ہی کرنا تھا تو پھر یہ چسکا کیوں ڈالنا تھا اور یہ دروازہ کھولنا ہی کیوں تھا؟ علی تقدیر صحتہ الروایۃ بھی امام کا یہ فرمان سن کر متعہ کا ہر شیدائی اور دلدادہ یہی کہتا ہوگا۔

اب تو نہ روک اے غنی عادت سگ بگڑ گئی
میرے کریم پہلے ہی لقمہ تر کھلائے کیوں

علاوہ ازیں اگر سنت قائم کرنے تک اس کا جواز محدود تھا تو ہزار ہزار عورت سے متعہ کو

جائز کیوں رکھا؟ شاید شیعی شریعت میں الحاح واصرار اور اشتغال وانہماک ہزار سے اوپر شروع ہوتا ہوگا اور صرف اس صورت میں ہی زوجات کو فریاد کی ضرورت پیش آتی ہوگی لیکن اس کے برعکس علیم وحکیم خدا نے تو صرف چار تک کی اجازت دیتے وقت ساتھ ہی فرما دیا کہ اگر عدل وانصاف نہ کر سکو تو پھر صرف ایک پر اکتفا کرو۔﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ بلکہ یہ بھی فرما دیا کہ تم عدل ومساوات کی کوشش کرو تو بھی کما حقہ عدل وانصاف نہ کر سکو گے۔﴿وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ.﴾

لہذا اس روایت نے ان تمام روایات کا صفایا کر دیا جن میں متعہ والی عورتوں میں حدود وقیود ختم کر دی گئی تھیں اور ستر ستر بلکہ ہزار ہزار سے متعہ کو روا رکھا گیا تھا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا متعہ کو حرام قرار دینا

۷۔﴿عن عمار قال ابو عبدالله علیه السلام لی ولسلیمان بن خالد قد حرمت علیکما المتعة من قبلی مادمتما بالمدینة لانکما تکثران الدخول علی و اخاف ان توخذا فیقال هولاء اصحاب جعفر﴾ (فروع کافی جلد ثانی ص ۱۹۸)

عمار سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے اور سلیمان بن خالد کو فرمایا کہ میں اپنی طرف سے تم پر متعہ حرام قرار دیتا ہوں جب تک تم مدینہ منورہ میں ہو کیونکہ تم بہت زیادہ میرے پاس آمد ورفت رکھتے ہو اور مجھے خطرہ ہے کہ تم متعہ کرتے ہوئے پکڑے جاؤ گے۔ پس کہا جائے گا یہ امام جعفر صادق کے ساتھی اور ان کے متعلقین ومعتقدین ہیں (جو اس فعل شنیع اور امر قبیح کا ارتکاب کرتے ہیں اور انہیں شرم اور عار محسوس نہیں ہوتی)۔

اس روایت میں کئی امور غور طلب ہیں۔

۱۔ امام جعفر صادق نے حلال کو حرام کیوں ٹھہرایا کیا متعہ کی حرمت کسی وقت اور مکان کی پابند تھی

اگر نہیں اور اہل تشیع کے نزدیک قطعاً اس طرح نہیں ورنہ مدینہ رسول ﷺ میں اور ائمہ معصومین کی خدمت میں حاضری کے وقت ان مخلصین کو قطعاً متعہ کرنے کی نہ سوجھتی اور نہ امام عالی مقام کو منع کرنے کی ضرورت پیش آتی لہذا قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ شیعہ لوگ قطعاً متعہ کو ہر زمانہ اور ہر مقام میں جائز سمجھتے تھے لیکن امام عالی مقام نے ان پر مدینہ منورہ میں قیام کے دوران اس کو حرام ٹھہرادیا تو امام جعفر صادق بھی خداتعالیٰ کے حلال کو حرام ٹھہرانے کے مرتکب ہو گئے لہذا حضرت امیرالمومنین عمر بن خطاب پر اعتراض کا کوئی موقعہ ومحل نہ رہا۔

۲۔ امام موصوف نے صرف اپنی ذات پر سے یہ عار دور کرنے کے لئے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ امام جعفر صادق کے متعلقین متعہ کرتے ہیں اس کو حرام ٹھہرادیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مومنین سے اس عار کو دور کرنے کے لئے کہ وہ شہوت کے پتلے ہیں اور جہاں جاتے ہیں شہوت رانی کے درپے ہو جاتے ہیں اور مومنات کو اس اجرت والی اور بکاؤ مال ہونے کی ذلت اور عار سے بچانے کے لئے اس فعل کو حرام ٹھہرایا لہذا اس صورت میں الٹا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اقدام زیادہ وقیع اور مستحسن ہو گیا۔

۳۔ اگر امام موصوف کے نزدیک واقعی یہ فعل یعنی متعہ اتنا بابرکت تھا اور موجب درجات عالیہ تو اس کو منع کرنا خیر کثیر میں رکاوٹ ڈالنے کے مترادف ہے اور اپنے مخلصین کو محروم کرنے کا موجب۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قبیح سمجھا لہذا منع کر دیا مگر امام موصوف نے جائز وحلال بلکہ کار ثواب بھی سمجھا اور حرام بھی کر دیا تو کیا یہ حکم قرین قیاس ہو سکتا ہے؟ قطعاً نہیں۔

روایات کی صحت کا معیار

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ شیعی کتب میں متعہ کی حلت بلکہ اس کار ثواب کا موجب ہونے اور درجات عالیہ کا کفیل ہونے کے متعلق ان گنت روایات موجود ہیں مگر سوال یہ ہے کہ

جب دونوں قسم کی روایات موجود ہوں تو ترجیح کس کو ہوگی؟ اس معاملہ میں ہم ائمہ کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۷۵ پر رقمطراز ہے:۔

﴿روی عن النبی ﷺ وعن الائمة علیهم السلام انهم قالو اذاجاء کم منا حدیث فاعر ضوه علی کتاب الله فما وافق کتاب الله فخذوه وماخالف فاطر حوه اوردور علینا﴾ (وكذافي الاستبصار ج ۲ ص ۸۵)

نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے اور ائمہ کرام سے کہ جب تمہیں ہماری طرف سے کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو پس جو اس کے موافق ہو اس کو مضبوطی سے تھامو او جو اس کے خلاف ہو اس کو پھینک دو۔ لہذا اس ضابطہ اور قاعدہ کی رو سے صحیح اور قابل اعتماد وہ روایات ہو سکتی ہیں جن میں متعہ کی حرمت بیان کی گئی ہے کیونکہ قرآن حکیم کے مطابق وہ ہیں۔ اور جن میں متعہ کی حلت بیان کی گئی ہے اور اس کا عظیم اجر وثواب، وہ سراسر قرآن مجید کے خلاف ہیں۔ لہذا نا قابل اعتبار ہیں۔

تنبیہ: نیز یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ شیعہ مذہب کی کتب میں ہر قسم کی روایات موجود ہیں۔ ا ان میں تصحیح وتضعیف اور جرح وتعدیل کی گنجائش ہے اور اس لئے انہوں نے بھی اسماء الرجال کی کتب وضع کی ہیں تو پھر اہل السنّت پر محض ان کی کتابوں میں کوئی روایت موجود ہونے سے الزامی کاروائی کا کیا جواز ہے؟ آخر انہیں بھی تو جرح وتعدیل کا حق حاصل ہے۔ اور ان کے نزدیک بھی تصحیح وتضعیف کا ایک معیار ہے لہذا جو اس پر پوری نہ اترے گی وہ ان کے نزدیک قا قبول نہ ہوگی۔ بلکہ درحقیقت ان اصول وقواعد میں اہل السنّت امام وپیشوا ہیں اور اہل تشیع ا کے مقلد اور پیروکار ہیں۔ چنانچہ ابوالحسن بن محمد الشعرانی مقدمہ تفسیر منہج الصادقین میں اس حقیق

کا خود اعتراف کرتا ہے:۔

خود اہل حدیث کہ ایں اعتراض از ناحیت ایشاں است اکثر اصطلاحات خویش راز عامہ گرفتہ اند مانند حدیث مسلسل ومسند ومرفوع ومقطوع ومدرجہ ومناولہ وجادہ ودر اخبار اہل بیت ایں اصطلاحات نیامدہ است الا آنکہ چوں محدثین ما کتب درایت اہل سنت راخواندند وروش آنانرا پسندیدند واصطلاحات آنہارا مناسب یافتند (مقدمہ منہج ص ۲۶)

ترجمہ: وہ شیعی محدثین جن کو اہل السنّت کے تفسیری اقوال نقل کرنے کی وجہ سے شیعی مفسرین پر اعتراض ہے خود انہوں نے اپنے اکثر اصطلاحات اہل السنہ سے اخذ کی ہیں مثلاً حدیث مسلسل اور مسند، مرفوع اور مقطوع، مدرجہ اور مناولہ وجادہ وغیرہ حالانکہ اہل بیت کے مرویات اخبار میں ان اصطلاحات کا نام ونشان نہیں ملتا لیکن جب ہمارے محدثین نے اہل سنت کی کتب درایت (اصول وقواعد) کا مطالعہ کیا اور ان کی روش اور طرز ان کو پسند آئی اور ان کی اصطلاحات ان کو مناسب معلوم ہوئیں تو انہوں نے بھی ان کو اپنا لیا۔

الغرض جب شیعہ صاحبان کے نزدیک روایات کی درجہ بندی اور ان میں بعض کی بعض پر ترجیح اور بعض کا رد وقدح امر مسلم ہے تو اہل السنّت جو ان قواعد وضوابط کے موجد ہیں ان کو یہ حق کیوں نہیں دیا جاتا؟

عندالشیعہ روایات کی کثرت وقلت معیار حق نہیں

رہا یہ عذر کہ متعہ کی حلت پر دلالت کرنے والی روایات مشہور و مستفیض ہیں اور حرمت پر دلالت کرنے والی اخبار آحاد کے قبیل سے ہیں تو یہ عذر قابل قبول نہیں۔ کیونکہ بقول علامہ نوری طبرسی صاحب فصل الخطاب، قرآن مجید کی تحریف پر دلالت کرنے والی روایات مستفیض ومشہور ہیں بلکہ متواتر جن کی تعداد دو ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ جو قرآن مجید میں ہر قسم کے نقص پر دلالت کرتی

ہیں لیکن شیعی علماء شیخ صدوق علم الہدیٰ سید مرتضیٰ اور طبرسی نے ان کو غلط اور ناقابل اعتبار قرار دے دیا اور قرآن مجید کو کامل ومکمل تحریف سے منزہ ومبرا اور ہر قسم کے نقص سے پاک اور مقدس تسلیم کر لیا جس سے صاف ظاہر کہ یہاں قلت وکثرت اور خبر واحد یا متواتر کا قطعاً کوئی لحاظ نہیں ہے۔ بس طبیعت جس کی طرف مائل ہو جائے اور دل کو بھا جائے۔

متعہ کے مفاسد کا بیان اور عقلاً ناجائز ہونے کا ثبوت

اگر کوئی عقل مند خواہشات نفس کے جال سے آزاد ہو کر اور اپنی نفسانی ہوس سے مجرد ہو کر اس عقد فاسد کے مفاسد میں غور وفکر کرے تو قطعاً اس کے حلال اور جائز ہونے کا قول نہیں کر سکے گا۔

۱۔ اولاد کا ضائع ہونا اور تعلیم وتربیت اور تہذیب وشائستگی سے عاری ہونا متعہ میں لازمی امر ہے کیونکہ ایک جہاں گشت آدمی جہاں گیا اس نے متعہ کر لیا اور دو تین دن رہنے کے بعد دوسری اور تیسری جگہ چلتا رہا اگر ہر جگہ اولاد پیدا ہو گئی ہو اور اس سے دور رہ کر پرورش پائے تو ہر جگہ اس کا جانا مشکل اور سب کا اس کے پاس جمع ہونا مشکل۔ لہذا وہ اولاد زنا کی طرح بے کسی کی حالت میں وقت گزارے گی اور اخلاقی لحاظ سے بھی تہی دامن ہوگی۔

۲۔ اگر مختلف علاقوں میں متمتع کی بچیاں متولد ہوں تو ذلت ورسوائی حد سے بڑھ جائیگی کیونکہ کفو میں ان کے نکاح کی صورت ہی کوئی نہ ہو سکے گی اور نہ ہی ان کی عزت وآبرو کا تحفظ کیونکہ والدہ بھی نت نئے متعوں کے درپے رہے گی کس کس کے پتے یاد رکھے گی اور کس کس کو اولاد کی اطلاع بہم پہنچائے گی پھر وہ فصلی خاوند بھی کہاں سے کہاں جا چکا ہوگا۔

۳۔ اگر یہ شخص جگہ جگہ متعہ کرتا چلا گیا، اولاد پیدا ہوتی گئی تو میراث کا معاملہ بالکل الجھ کر رہ جائے گا۔ وراثت بھی تقسیم ہونے سے رہی کیونکہ کیا پتہ اولاد کہاں کہاں پھیلی ہے پھر لڑکے کتنے ہیں اور لڑکیاں کتنی؟ نیز اولاد کی وراثت کا معاملہ بھی الجھ جائے گا کہ باپ کدھر ہے؟ اور دوسرے بہن

بھائی کتنے اور کہاں کہاں؟ کیونکہ متعہ تو ہزار ہزار عورت سے ہوسکتا ہے اور ایک دن اور رات کے لئے بھی بلکہ ایک دفعہ جماع اور قضاء شہوت کے لئے بھی تو اتنا طویل حساب کتاب رکھنا بہت ہی مشکل اور ناممکن ہوگا بلکہ ان اعداد وشمار کے لئے تو بہت ہی وسیع محکمہ درکار ہوگا۔

۴۔ اگر سفر طویل ترین ہو اور ہر جگہ پڑاؤ ڈالتے وقت متعہ کا کاروبار جاری رہے اور متمتعہ عورت سے بچیوں کا تولد ہوتا رہے تو جب دس گیارہ سال بعد ادھر گزر ہو تو عین ممکن ہے کہ یہ باپ جس نے اس عرصے میں بیٹی کی شکل ہی نہیں دیکھی اس سے متعہ کر بیٹھے کیونکہ وہ متمتعہ عورت تو ایک حیض یا ڈیڑھ ماہ کے بعد دوسری جگہ پھر تیسری جگہ متعہ کرنے میں لگی ہوگی اور اس عقد میں گواہ نہ اعلان تشہیر اور مکان اور رہائش گاہ کی پابندی اور مکان وغیرہ تو اس متمتع کا وہاں پر تھا نہیں جس میں بچی کی سکونت کا انتظام ہوتا اور مکان میں رہائش سے کچھ اندازہ لگ سکتا تو آخر اس ظلم سے بچنے کی صورت کیا ہوسکتی ہے؟

۵۔ متمتع کا بھائی یا بیٹا بھی اس سفر پر روانہ ہوا اور ان بچیوں کے ساتھ متعہ کرتا چلا گیا کیونکہ کوئی کہاں تک جملہ قرابت داروں اور متمتعات کی تعداد یاد رکھے وہ تو ہزاروں کے ساتھ جائز ہے تو اس قباحت سے بچنے کی آخر کیا صورت ہوسکتی ہے؟

۶۔ اگر ایک آدمی اس سفر میں ان عورتوں کے ساتھ متعہ کرتا جائے جو اس سے پہلے شخص سے متولد ہوئیں تا چالیس پچاس بہنوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے عدت کے اندر عقد متعہ لازم آجائے گا۔ جو انتہائی قبیح ہے اور جرم عظیم۔

۷۔ عقد متعہ میں ایک گواہ کی بھی ضرورت نہیں چوری چھپے عقد ہوگیا ماں باپ نے ایام متعہ میں دوسری جگہ نکاح اور رخصتی کردی لڑکی اظہار بھی نہیں کرسکتے (کیونکہ وہ خفیہ کاروبار تھا) تو اب دو عقد بیک وقت مجتمع ہوگئے اور اگر متمتع نے مدت متعہ کے بقایا دن معاف کردیے اور اس طرح خدا خوفی کا مظاہرہ کر بھی دیا تو کم از کم متعہ کی عدت میں دوسرا عقد لازم آگیا اور یہ بھی

مطلقاً ناجائز ہے۔

۸۔ عقد متعہ خفیہ ہوگیا علوق ٹھہر گیا مرد تو چند دن کے بعد فارغ اب لڑکی اس حمل کے ساتھ کیا کرے اور اس لڑکی کا معاشرہ میں کیا مقام ہوگیا بتائے تو کیا بتائے اور چپ رہے تو کیسے اگر کہے بھی سہی کہ یہ متعہ مقدسہ کا کرشمہ ہے زنا کا نہیں تو کون اعتبار کرے گا؟

۹۔ چلو خفیہ والی بات چھوڑیے عقد متعہ میں گواہ رکھے گئے لیکن حمل ٹھہرنے پر وہ شخص انکار کردے کہ یہ حمل میرا نہیں اس کو کون ثابت کرسکتا ہے کہ یہ اس کا ہے۔ نکاح میں لعان والی صورت موجود ہے۔ مگر متعہ میں تکلیف لعان بھی نہیں تو بلا حیل وحجت وہ متقی شخص فارغ البال ہوگیا اور یہ وبال صرف اس متعہ کی شائق لڑکی کے سر رہ گیا کہ اس مولود کی پرورش بھی کرے اور زناکار ہونے کی تہمت بھی برداشت کرے اور فصلی خاوند فقط قسم اٹھانے کا پابند بھی نہ ہو۔ ہائے مومنات کی بدقسمتی واہ رے مومنین کی بہار عیش ونشاط۔

۱۰۔ متعہ کو جائز رکھنے والے تو ڈنکے کی چوٹ پر کہہ رہے ہیں حمل کا خرچہ فصلی خاوند کے ذمے نہیں ۔زنے کہ صیغہ شدہ اگرچہ آبستن شود حق خرجے ندارد۔ (توضیح المسائل ص ۴۵۵)

متعہ میں نان ونفقہ اور رہائش کا بندوبست عورت کے اپنے سپرد ہوتا ہے۔ مرد صرف متعہ کی اجرت دیتا ہے آخر وہ عورت اپنی ضروریات کا انتظام کیسے کرے گی اور دوران عدت جو اس متمتع کی پابند ہوگی اپنے خرچ کا بندوبست کیسے کرے گی لازماً مزدوری وغیرہ کرے گی جو اس متعہ کرنے والے مرد کی عزت نفس کے خلاف ہے اور بازاری عورتوں کی طرح روز وشب کئی لوگوں سے رابطہ رکھے گی جس سے عصمت فروشی کا وسیع دھندا شروع ہوجائے گا۔ کیا اسلام اس کی اجازت دے سکتا ہے؟

۱۱۔ جو عورت دو تین مرتبہ متعہ کر بیٹھے گی اور اولاد متعہ کو بھی جنم دے لے گی فصلی خاوند تو حاجت پوری کر کے گئے اب اس کا مستقبل کیا ہوگا؟ دائمی نکاح کے لئے تو اس کو کوئی شاذ ونادر ہی قبول

کرئے گا لازماً اس کو زندگی بھر اس متعہ پر اکتفا کرنا پڑے گا۔ ایسی صورت میں اس کے والدین کا معاشرہ میں کیا مقام ہوگا جن کا ہر ڈیڑھ دو ماہ بعد نیا داماد بن رہا ہوگا اور کرایہ کی ٹیکسی کی طرح ان کی بیٹی کو استعمال کر کے رفو چکر ہوتا رہے گا! اور ان کی اس بچی کا مستقبل کیا ہوگا؟ جو اجرت دینے والے کے انتظار میں آنکھیں فرش راہ کئے بیٹھی ہوگی۔

۱۲۔ متعہ عورت پر عدت وفات لازم ہے اور رواثت میں حصہ نہیں ہے تو چار ماہ دس دن آخر کس طرح اخراجات نکالے گی؟ اور کون اس کا پرسان حال ہوگا؟ جب خاوند کے دکھ میں دوسرے پس ماندگان کے ساتھ اس کی شرکت لازم ہے تو آخر اس کو ترکہ میں سے حصہ دے کر دوسری بیویوں کا ہم پلہ کیوں نہیں بنایا جاتا؟ بیوی ہے تو دونوں حقوق میں برابر ہوتی اور نہیں تھی تو عدت وفات سے پابندی سے رہائی پاتی اور اپنی گزران کا فکر کرتی کیا یہ اس پر ظلم و زیادتی نہیں اور اسلام اس کا روادار ہو سکتا ہے؟

لمحہ فکریہ!

کیا ہے کوئی اپنی بہن اور بیٹی کی عزت کا پاسبان جو اس قسم کے گھناؤنے اور گندے فعل کو جائز رکھے اور الٹا اسے کار ثواب قرار دے بلکہ عین ایمان سمجھے اور اس کو اخروی فلاح ونجات کا دارومدار قرار دے۔ کیا وہ نبی الانبیاء اور آخر الزمان پیغمبر جو مکارم اخلاق کی تکمیل وتتمیم کے لئے مبعوث ہوئے اور انسانیت کو علمی اور فکری ونظری بلندیوں پر فائز المرام کرنے کے لئے مبعوث ہوئے ان کی شریعت وملت میں خسیس اور غلیظ نظریات واعمال داخل ہو سکتے ہیں۔

﴿العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ﴾

متعہ کا بطلان از روئے عقل

متعہ ذلت ورسوائی کا موجب ہے اور بے عقلی کی دلیل

دلدادگان متعہ نے اس کے جواز پر انوکھا اور چونکا دینے والا استدلال یہ پیش کیا ہے کہ متعہ کی حرمت روایت پر مبنی ہے اور اس کا جواز درایت پر مبنی ہے اور درایت وقیاس اور دلالت عقل روایات واخبار اور دلائل نقلیہ پر مقدم ہے جیسے کہ علامہ کاشانی نے منہج جلد دوم ص ۴۸۶ پر کہا:

شرعیت آں درایت است ونسخ آں روایت وما طرح نمی کنیم درایت را بروایت۔

اسی طرح صاحب برہان المتعہ ابو القاسم بن الحسین النقی الرضوی نے سید مرتضیٰ علم الہدی کی کتاب انتصار سے اور علامہ ابو الفتوح کی تفسیر روض الجنان سے اور ابن ادریس کی کتاب السرائر سے نقل کیا:

آنچہ بہ برہان عقل ونقل ثابت است ایست کہ ﴿کل منفعتہ لاضرر فیہا فی عاجلو لا آجل فہی مباحۃ بضرورۃ العقل وھذہ صفۃ نکاح المتعۃ فیجب اباحۃ بضرورۃ العقل﴾ (ص ۸)

یعنی جو قدر عقلی اور نقلی براہین اور ادلہ سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایسی منفعت جس میں نہ دنیا میں ضرر ہو اور نہ آخرت میں تو وہ بتقاضائے عقل مباح اور جائز ہونی ضروری ہے اور عقد متعہ میں بھی دنیا اور آخرت کے لحاظ سے کوئی ضرر نہیں ہے لہذا ضرورت عقلیہ کے تحت اس کا مباح اور جائز ہونا واجب ولازم آتا ہے۔

الغرض ان حوالہ جات سے یہ بات مہر نیمروز کی طرح عیاں ہوگئی کہ متعہ کی اباحت پر اصل اور بنیادی دلیل شیعی علماء کے نزدیک درایت اور قیاس عقل ہے اور دوسرے دلائل محض تائید وتقویت کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ ورنہ نقلی دلائل کی صرف اس قدر اہمیت ہے کہ عقل کی

تائید کریں تو بہتر ورنہ ان کو رد کر دیا جائے گا اور عقل کہتی ہے کہ متعہ منفعت خالصہ ہے اور اس میں نہ دنیوی ضرر اور نہ اخروی۔ لہذا امباح اور حلال ہے۔

والجواب السديد ومنه التوفيق والتسديد:

یہ استدلال بوجوہ باطل اور لغو ہے۔

اول: اگر احکام کا دارومدار عقل پر ہوتا تو پھر رسل کرام کو بھیجنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اور ان کو صرف اور صرف اس لئے مبعوث فرمایا تاکہ یہ عذر ختم ہوجائے کہ ہمیں صحیح اور باطل عقائد میں درست اور ناجائز اعمال میں امتیاز معلوم نہیں تھا۔ قال الله تعالىٰ: ﴿لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾

تاکہ رسولوں کی آمد کے بعد لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی عذر اور بہانہ نہ مل سکے لہذا عقل انسانی مدار احکام نہیں ہوسکتی اور جتنے اختلاف مذاہب کفار ومشرکین وغیرہ میں موجود ہیں وہ سب عقل کی پیداوار ہیں اور بت پرست بھی عقل رکھتے ہیں اور ان کی عقل بھی اس پرستش کو جائز بلکہ ضروری بتلاتی ہے تو کیا علماء شیعہ ان کے تقاضائے عقل کو جائز رکھیں گے؟ بلکہ عقل کو شریعت کے تابع کرنا ضروری ہے اور اسے غلام رسالت رہنا لازم ہے۔

عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ

دوم: علماء شیعہ نے اس قاعدہ اور ضابطہ میں صرف اپنا لحاظ رکھا اور اپنی ممتوعات عورتوں کا خیال نہیں رکھا۔ ان کے لئے تو سراسر منفعت ہے کہ نہ رہائش کا بوجھ نہ لباس اور نان ونفقہ کا، نہ وراثت سے حصہ بانٹنے کا خطرہ اور نہ ہی اولاد کا بوجھ۔ بلکہ جب چاہا انکار کر دیا کہ یہ میری اولاد ہی نہیں وغیرہ وغیرہ۔ جیسے کہ مفصل طور پر یہ احکام دوسری جگہ بیان کئے گئے ہیں۔

لیکن متعہ عورتوں کیلئے سراسر نقصان ہے اور وہ منکوحہ عورتوں کے حقوق سے کلیۃ محروم

ہو جاتی ہیں اور صرف چند صاحب غرض اور اوباش لوگوں کی ہوس نفس کا نشانہ بن کر رہ جاتی ہیں لہذا جب ان کیلئے دنیوی لحاظ سے خسارہ ہی خسارہ ہے تو از روئے عقل ان کا متعہ حرام ٹھہرا لہذا دلائل عقل متعارض ہوگئے۔ اندریں صورت اس کے مباح اور جائز ہونے کو ضرورت عقل قرار دینا تو کور مغز ہونے کی دلیل ہے۔ اسلئے ابوالحسن شعرانی نے ایسی عورتوں کو رشیدہ اور صاحب عقل ماننے سے انکار کر دیا جو اس عارضی اور انقطاعی عقد پر راضی ہوجاتی ہیں۔

متعہ پر راضی لڑکیاں بے عقل ہیں

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شیعہ کتب میں دس سال کی لڑکی بغیر اذن ولی کے متعہ کر سکتی ہے۔ مگر ابوالحسن شعرانی نے اس کو زنا قرار دیا اور ان روایات کو موضوع اور من گھڑت۔ مگر اب یہ اشکال سامنے آیا کہ شیعی فقہاء ومجتہدین نے بھی دس سالہ لڑکی کو خود مختار قرار دیا ہے اور وہ روایات ان فتاویٰ کے عین مطابق ہیں تو ان کو موضوع کیونکر کہا جا سکتا ہے؟ تو اس کا جواب دیتے ہوئے شعرانی صاحب نے کہا:

آنہا کہ جائز داشتند شرط کردند دختر رشیدہ باشد یعنی مصالح ومفاسد خویش را تشخیص دہد ودختری کہ چنیں باشد ہرگز راضی بعقد انقطاعی نمے شود وسرمایہ آبروئے خویش را برباد نمے دہد ہمیں عمل کاشف رشد نبودن اوست۔ (مقدمہ منہج ص ۳۲)

جن فقہاء مجتہدین نے دس سالہ لڑکی کے لئے بغیر والدین اور دیگر اولیاء کی اجازت کے عقد متعہ کو جائز رکھا ہے۔ انہوں نے اس شرط پر جائز رکھا ہے کہ وہ رشیدہ ہو یعنی اپنے نفع ونقصان کو سمجھ سکتی ہو اور موجبات نفع ونقصان میں تمیز کر سکتی ہو اور جس لڑکی میں یہ استعداد ہوگی اور اس قدر شعور ہوگا وہ ہرگز ہرگز عارضی اور انقطاعی عقد پر راضی نہیں ہوگی اور اپنی عزت وآبرو کے سرمایہ کو برباد نہیں کرے گی اور جو لڑکی ایسا عقد کرتی ہے تو اس کے بدتمیز اور بے شعور ہونے پر

یہی کافی ووافی دلیل ہے۔

قابل غور امر یہ ہے کہ جب باشعور اور صاحب عقل وفہم لڑکی ایسے عقد پر رضا مند نہیں ہوسکتی اور جو رضا مند ہو جائے اس کی عقل وفہم اور شعور وتمیز سے عاری اور خالی ہونے پر مزید دلیل کی ضرورت ہی نہیں تو پھر ان بڑی بی صاحبہ میں عقل وشعور اور فہم وتدبر نام کی کوئی شے ہوسکتی ہے؟ جن کی ساری زندگی ہی ہوس ناک لوگوں کی ہوس رانی میں گزر جائے اور وہ اولیاء اور سرپرست کیونکر صاحب فہم وادراک اور ارباب فکر ونظر سمجھے جاسکتے ہیں۔ جو اپنی بہنوں بچیوں کو اس طرح کے عقد کی اجازت دیں گے لہذا یہ کاروبار سراسر خلاف عقل ودرایت ہے۔

لمحہ فکریہ

اس سوال کا ابوالحسن شعرانی پر جواب دینا ابھی ادھار ہے کہ جب ایسے عقد پر رضا مندی عقل وفہم سے عاری اور غیر رشید ہونے کی دلیل ہے تو فقہاء اور مجتہدین شیعہ نے کون سی رشیدہ بی بی کیلئے اس عقد متعہ کو جائز رکھا تھا؟ ظاہر ہے جو رشیدہ ہوگی وہ اس پر راضی نہیں ہوگی اور جو راضی ہے وہ رشیدہ نہیں تو بقول شعرانی صاحب کے نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔ کیا یہ فعل دس گیارہ سالہ لڑکیوں کیلئے بے عقل اور بے شعور ہونے کی دلیل ہے۔ وہ عمر رسیدہ بزرگ عورتوں کیلئے عقل مندی اور دانائی کی دلیل ہوسکتا ہے؟ قطعاً نہیں۔

نیز جن محدثین نے ایسی روایات نقل کیں بلکہ تیار کیں اور ائمہ کرام کی طرف منسوب کیں اور درجات ومراتب بیان کرتے ہوئے متعہ کرنے والے کو انبیاء کرام اور ائمہ عظام سے بھی بڑھا دیا۔ ان کے اندر عقل وتمیز اور نظر وفکر اور ادراک وشعور تسلیم کرنے کا کوئی جواز ہوسکتا ہے؟

سوم: عقل اس امر کو مستحسن اور جائز ومباح قرار دے گی جو دنیا کی طرح آخرت میں بھی مضر

اور موجب عذاب وعقاب نہ ہو لیکن آخرت کے معاملات کا فیصلہ تو عقل کر ہی نہیں سکتی کیونکہ اس کا ماحقہ ادراک ہی نہیں تو پھر متعہ کی اباحت والا حکم امر محال پر موقوف ہو گیا۔

یعنی اخروی مضرت اور نقصان عقل کو متعہ میں معلوم نہ ہو تو حلال ہے اور مضر سمجھے تو حرام اور اخروی مضرت اور نقصان اسے معلوم نہیں لہذا متعہ کی اباحت وحرمت بھی اس کو معلوم نہیں ہو سکتی تو اس کو از روئے عقل واجب الاباحت قرار دینا اور اس کے جواز کو واضح اور روشن بدیہی امر قرار دینا احمقوں کی جنت میں بسنے والوں کا ہی کام ہوسکتا ہے۔ لہذا خود تراشیدہ دلیل ہی شیعہ کے خلاف ہے۔

چہارم: جن لوگوں نے محارم کے ساتھ نکاح جائز رکھا اور مردوں کے ساتھ لواطت کو جائز رکھا جیسے اسماعیلی، بشری اور نصیری شیعہ انہوں نے بھی اسی درایت کا سہارا لیا کہ یہ منفعت خالصہ ہے اور عند العقل اس میں کوئی مضر پہلو نہیں ہے لہذا یہ امور مباح وحلال ہیں۔ تو اثنا عشریہ شیعہ اپنے ان بھائیوں کی اس درایت کو کیونکر نظر انداز کر سکتے ہیں لہذا انہیں ان امور کو جائز رکھنا لازم اور واجب ٹھہرا اور اگر ان شیعہ کی درایت اثنا عشری شیعہ کے نزدیک غلط ہے کیونکہ محارم کے ساتھ نکاح کو اور مردوں کے ساتھ لواطت کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ لہذا یہ فعل آخرت میں موجب عذاب وعقاب ہے۔ تو ہمارے نزدیک عقد متعہ چونکہ ممنوع حرام ہے لہذا اس کا ارتکاب آخرت میں مضر اور نقصان دہ ہے۔ لہذا از روئے عقل ودرایت اس کو حلال ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔ اور اثنا عشریہ شیعہ کی یہ درایت سراسر باطل ہے اور نا قابل التفات واعتبار بلکہ بقول ابوالحسن شعرانی بدتمیزی اور بے عقلی کی روشن، عیاں اور آشکار دلیل ہے۔

پنجم: ائمہ کرام سے منقول ومروی ہے کہ متعہ مومنین عورتوں کے لئے موجب ذلت ہے لہذا ان کے ساتھ متعہ نہ کرو۔ کنواری بچیوں کے لئے موجب عار اور ننگ ہے اور ان کے خویش

واقارب کیلئے بھی لہذا مکروہ اور ناپسندیدہ فعل ہے۔ جیسے کہ مفصل بیان ان کا گزر چکا تو اس میں بھی عقلی قباحت کا بیان ہے نہ کہ شرعی قباحت کا۔ ورنہ فرماتے اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام فرمایا ہے۔ جب دلیل نقلی ذکر نہیں کی بلکہ اس کا ازروئے عقل موجب ذلت ورسوائی اور باعث عار وعیب ہونا ذکر کیا ہے اب ان کی درایت درست ہے تو اس کی اباحت کو واجب اور لازم سمجھنا غلط اور عقلی دلیل بے بنیاد ہے اور اگر یہ صحیح ہے تو ائمہ کرام کو تقاضائے عقل سمجھنے سے عاری اور قاصر سمجھنا لازم۔ نعوذ باللہ۔ لیکن ائمہ کا فرمان یقیناً عقل سلیم کا ترجمان ہے۔ اور جو کچھ ان علماء نے ذکر کیا ہے وہ تقاضائے نفس اور مقتضائے قوائے حیوانی لہذا ایسی درایت کا اسلام اور شریعت مصطفوی ﷺ میں قطعاً کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا۔

سوال: متعہ زنا سے بچنے کا ذریعہ ہے اور جو حرام سے بچنے کا ذریعہ ہو وہ واجب نہ ہو تو کم از کم اس کا استحباب تسلیم کرنا تو لازم ہے اسی لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔

﴿یرحم اللہ عمر ما کانت المتعۃ الا رحمۃ من اللہ رحم بھا امۃ محمد ﷺ ولولا نھیہ عنھا ما احتاج الی الزناء الاشقی۔﴾

اللہ تعالیٰ حضرت عمر بن الخطاب پر رحم کرے متعہ نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت جس کے ساتھ اس نے امت محمدیہ پر رحم فرمایا۔ اگر عمر بن الخطاب کی طرف سے منع اور نہی نہ پائی جاتی تو زنا کی طرف محتاج نہ ہوتے مگر شقی اور بدبخت یا قلیل ترین مردم۔

(برہان ص ۹، تجلیات صداقت بحوالہ تفسیر کبیر ونہایہ بن کثیر ودر منثور)

والجواب الشافی بتوفیق الکافی:

اولاً: یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ متعہ کی ممنوعیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام مجید میں ثابت اور سرور عالم ﷺ کی طرف سے بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف اور ابن ماجہ شریف میں ثابت جیسے کہ آیات مبارکہ اور احادیث مقدسہ اس ضمن میں صراحت ووضاحت کے ساتھ بیان کی جا چکی ہیں۔ لہذا یہ بات تو قطعاً قرین قیاس نہیں کہ صحاح ستہ کی مرفوع ومتصل روایات کو چھوڑ کر صرف ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذاتی قول اختیار کر لیا جائے اور وہ بھی ان کتابوں سے جن کی صحت کا التزام ہی نہیں کیا گیا۔ یا فن حدیث سے ہی تعلق نہ رکھتی ہوں۔

ثانیاً: اہل سنت کے نزدیک حضرت ابن عباس اپنی تمام تر علمی عظمت اور برتری کے باوجود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برابری اور ہمسری نہیں کر سکتے۔ علی الخصوص جبکہ وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مجمع میں اعلان فرما رہے ہوں کہ سرور عالم ﷺ نے اس سے منع فرمادیا تھا اور اگر کوئی شخص چار گواہ ایسے پیش کر دے جو اس امر کی شہادت دیں کہ آپ نے دوبارہ اس کی اجازت دے دی تھی تو میں بھی اس کی تحریم کا حکم واپس لے لوں گا۔ جیسے کہ ابن ماجہ شریف کے حوالے سے یہ روایت عرض کی جا چکی ہے۔ جو کہ سید عالم ﷺ کی طرف سے تحریم متعہ پر اجماع کی حیثیت رکھتی ہے لہذا اس کے بعد حضرت ابن عباس کے ذاتی خیال کے ساتھ جواز متعہ پر استدلال کسی طرح بھی روا نہیں ہو سکتا بلکہ اس قول کی مناسب توجیہہ ہو سکے تو بہتر ورنہ اس کو نظر انداز کریں گے۔ نہ کہ آیات مبارکہ، احادیث طیبہ اور اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان کو۔ اگر یہ دلیل اس قدر اہم تھی تو آپ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اسے کیوں نہ بیان فرمایا اور پوری امت پر مہربانی کیوں نہ فرمادی۔

ثالثاً: زنا سے بچانے والا وہی امر مستحب ہو سکتا ہے جو بذات خود ممنوع نہ ہو۔ اگر محارم کے ساتھ جواز نکاح میں کوئی شخص یہی دلیل پیش کر دے تو کوئی صاحب عقل اس کی صحت اور قبولیت کا تصور بھی نہیں کر سکتا ہے۔ اس لئے جب اس کے جواز اور اباحت میں ہی بحث وکلام ہے اور وہ

خود بھی از روئے قرآن وحدیث اور اجماع ممنوع ہے تو اس کا ارتکاب زنا کا ارتکاب ہے۔ وہ
سے مانع کیونکر ہوگا۔

رابعاً: بعض اوقات ایک ایسا امر اور معاملہ پیش آتا ہے جس میں مضر اور مفید دونوں پہلو ہوتے
ہیں۔ مفید اور کار آمد پہلو کے لحاظ سے اگر اس کا مشروع اور مباح ہونا رحمت ورافت ہے تو مضر
اور نقصان دہ پہلو کے لحاظ سے اس کا حرام اور ممنوع ٹھہرایا جانا بھی سراسر رحمت وعنایت ہوگا۔
شراب اور جوا پہلے پہل اسلام میں ممنوع نہیں ٹھہرائے گئے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما.﴾

ان دونوں میں بہت بڑا گناہ بھی ہے اور لوگوں کے لئے منافع بھی اور ان کی گنہگاری
ان کے منافع سے زیادہ ہے۔ مگر بایں ہمہ فوری طور پر ان کو حرام نہ کیا گیا بلکہ عرصہ بعد اس آیت
کریمہ کو نازل فرما کر ان کی حرمت واضح کردی گئی۔

﴿انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان
فاجتنبوہ لعلکم تفلحون﴾

جز ایں نیست کہ شراب جوا، تھان اور فال گیری نجس امور ہیں اور شیطانی امور۔ لہذا
ان سے بچو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

اس ارشاد ربانی سے ہر مسلمان بخوبی اس حقیقت کو سمجھ سکتا ہے مثلاً شراب کو ابتداء میں
حرام نہ فرمانا بھی ظلم نہیں تھا بلکہ ارحم الراحمین کی طرف سے رحمت کا اظہار تھا اور آخر میں اس کو حرام
اور نجس قرار دینا اور شیطانی عمل قرار دینا بھی ظلم نہیں بلکہ سراسر رحمت ہے۔ علی ھذا القیاس۔
احکام شرعیہ تدریجاً اور آہستہ آہستہ لاگو کئے جاتے رہے تو پہلے پہل ان کو مقید نہ ٹھہرانا بھی عین
رحمت تھا اور بعد ازاں ان کے ساتھ مقید اور مکلّف ٹھہرانا بھی سراسر رحمت۔ ابتدائے اسلام میں

بیویوں کے متعلق چار کی تعیین نہیں تھی بعد ازاں ان کی آخری حد چار مقرر کردی گئی لہذا دونوں
پہلوؤں میں کوئی نہ کوئی مصلحت اور بہتری بھی موجود ہے اور کوئی نہ کوئی تضییق وتکلیف والا پہلو بھی
ہے۔ تو اگر ابتدائی حالت کی مصلحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی کہے کہ اگر یہ تبدیلی نہ آتی تو فلاں
منفعت اور مصلحت حاصل ہوتی تو اس کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ آخری حالت میں مصلحت اور
منفعت ہی نہیں ہے یا اس کو پہلی پر فوقیت ورجحان حاصل نہیں ہے۔ مثلاً کوئی کہے کہ عورتوں کی
چار تک تحدید نہ ہوتی تو زنا کا ارتکاب کم ہوتا۔ کیونکہ امراء ورؤسا اس سے زیادہ رکھنے پر قادر
ہوتے ہیں اور مزید کی رخصت نہ ہونے پر زنا کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ تو کسی حد تک بات
درست ہوسکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت اور عواقب امور کا حتمی علم یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے
کہ یہ حد بندی بھی سراسر رحمت وعنایت ہے اور اس میں عورتوں کے حقوق کی زیادہ نگہداشت کی
گئی ہے۔ اس طرح متعہ کو بھی اضطرار اور مجبوری کے تحت مباح کیا گیا تو بھی عین مصلحت اور بعد
ازاں حرام ٹھہرایا گیا تو وہ بھی عین مصلحت اور اس میں بھی عورتوں کے حقوق کی پہلے کی نسبت
زیادہ نگہداشت اور رعایت کی گئی ہے۔ لہذا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول متعہ کی
حرمت کے منافی نہیں ہے۔

خامساً: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی متعہ کا ابتداء اسلام میں مباح ہونا اور بعد
ازاں اس کا منسوخ ٹھہرایا جانا ثابت ہے۔ جیسے کہ قبل ازیں عرض کیا جا چکا ہے۔ تفسیر درمنثور میں
ابن ابی حاتم کے حوالہ سے مذکور ہے۔

﴿کان متعة النساء فی اول الاسلام (الی) وکان یقرء فما استمتعتم به
منھن الی اجل مسمی نسختھا محصنین غیر مسافحین وکان الاحصان بید
الرجل یمسک متی شاء ویطلق متی شاء.﴾

یعنی متعہ آغاز اسلام میں جائز تھا (تا) اور قول باری تعالیٰ ﴿فما استمتعتم به منهن﴾ کے بعد ﴿الی اجل مسمی﴾ پڑھا جاتا ہے۔ جس کو قول باری ﴿محصنین غیر مسافحین﴾ منسوخ ٹھہرادیا اور عورت کے احصان اور عزت و آبرو کے تحفظ کا معاملہ مرد کے ہاتھ میں دے دیا گیا وہ جب تک چاہے اسے اپنے عقد نکاح میں رکھے اور جب چاہے طلاق دے دے۔

تفسیر در منشور میں بیہقی اور طبرانی کے حوالے سے حضرت ابن عباس کا یہ ارشاد منقول ہے۔

﴿کانت المتعة فی اول الاسلام و کانو یقرء ون هذه الاية فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی (الی) حتی نزلت هذه الاية حرمت علیکم امهاتکم الاية فنسخ الاولیٰ فحرمت المتعة وتصدیقها من القرآن الاعلیٰ ازواجهم اوماملکت وماسوی هذا الفرج فهم حرام.﴾

متعہ ابتداء اسلام میں مباح تھا اور اہل اسلام اس آیت کی تلاوت اس طرح کیا کرتے تھے یعنی ﴿الی اجل مسمی﴾ کے اضافہ کے ساتھ جس کا مطلب یہ ہوتا کہ جن عورتوں کے ساتھ تم ایک مدت مقرر تک نفع اندوز ہوتے رہے تو انہیں ان کی اجرت ادا کرو۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ، الخ﴾ تو اس نے پہلی آیت اور قرآت کو منسوخ ٹھہرایا اور متعہ حرام ہوگیا۔ اور اس کی حرمت کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔ ﴿اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ....﴾ یعنی فلاح پانے والے صرف وہی مومن ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی محافظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں پر یا مملوکہ لونڈیاں پر اور اس کے علاوہ تمام فرج حرام ہیں۔

ان دونوں روایتوں سے واضح ہوگیا کہ حضرت ابن عباس کے نزدیک بھی متعہ کو حرام کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اس نے ﴿الیٰ اجل مسمی﴾ کی تلاوت اور اس کے حکم

کو منسوخ ٹھہرایا ہے اور اس نے اس نسخ اور رفع اباحت میں مصلحت اور رحمت دیکھی۔ لہذا حضرت ابن عباس کی ان روایات کو نظر انداز کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی اور اس روایت کے ساتھ ان کی منافات بھی نہیں کیونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نسبت باہتمام تام نفاذ اور عمل درآمد کرانے کے لحاظ سے ہے۔ اور اس کی ممنوعیت کا اعلان کر کے عذر اور تعلل ختم کرنے کے لحاظ سے ورنہ ایک جائز اور مباح کو حرام ٹھہرانے والے اور شریعت میں تغیر و تبدل کرنے والے شخص کے لئے دعاء رحمت کا کیا مطلب؟ حالانکہ آپ نے ذکر ہی دعا رحمت کے ساتھ کیا ہے۔

سادساً: زنا سے مانع ہونے کے لحاظ سے متعہ کا وجوب یا استحباب اس وقت ثابت ہوتا جب اس کے علاوہ دوسری صورت موجود نہ ہوتی جب نکاح دوام یا لونڈیوں کے ساتھ نکاح جیسی صورتیں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادی ہیں تو پھر اس کا استحباب وغیرہ کیسے ثابت ہوگیا؟

سابعاً: اگر متعہ صرف اس لئے مستحب ہونا لازم ہے کہ اس میں بوجھ زیادہ برداشت نہیں کرنا پڑتا تو پھر حرائر کے ساتھ نکاح دوام کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں اس کا حکم دیا جانا چاہیے تھا۔ حالانکہ اس ارحم الراحمین نے دوسروں کی لونڈیوں سے نکاح کرنے کی رخصت دی مگر متعہ کی رخصت نہ دی اور یہ رخصت بھی خوف زنا کے تحت دی اس لئے فرمایا:

﴿ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

اور لونڈیوں کے ساتھ نکاح کی رخصت تم میں سے اس شخص کے لئے ہے جو زحمت تجرد سے خوفزدہ ہو (اور زنا کے ارتکاب سے اندیشہ ناک ہو) اور صبر کرنا تمہارا بہت بہتر ہے (لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے) اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحمت والا ہے اس ارشاد تعالیٰ سے صاف ظاہر کہ رحمت کا اظہار اس نے صرف اس صورت میں فرمایا کہ حرہ سے نکاح کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں

لونڈی کے ساتھ نکاح کی اجازت دے دی۔ اگر متعہ رحمت ہوتا تو اس کا ذکر از حد ضروری تھا کیونکہ لونڈیوں میں نہ تو تہذیب وشائستگی اور تربیت ہوتی ہے۔ اور نہ ہی اولاد آزاد اور مالک حریت ہوتی ہے بلکہ لونڈی کے مولیٰ کی غلام بن جاتی ہے اور قیمت ادا کر کے باپ کو آزاد کرانا پڑتی ہے۔ اور سرور عالم ﷺ نے فرمایا: کہ جس میں نکاح کرنے کی ہمت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے کیونکہ اس سے شہوانی طاقتوں کا قلع قمع ہو جائے گا۔ لہذا ارحم الرحمین اور رحمۃ للعالمین ذاتوں نے جو صورت بیان فرمائی رحمت وہی ہے۔ اور سراسر مصلحت بھی وہی ہے نہ کہ ہم اپنی درایت اور دلالت عقل سے رحمتوں کے نئے باب کھولنے لگ جائیں۔

متعہ خالص زنا ہے

جب کلام مجید کی آیات بینات سید الانبیا ﷺ اجماع صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت اتفاق سے متعہ کی منسوخیت اور اس کی حرمت ثابت ہوگئی تو اب بلا ریب وتردد ہم کہتے ہیں کہ متعہ بالکل زنا ہے۔ اور اس کا مرتکب زنا کار اور فاسق وفاجر ہے اور یہی حکم حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے جیسے کہ بیہقی نے نقل کیا ہے کہ آپ سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ھی الزنا بعینہ۔ (فتح الباری ج۹ص۱۵۰)

لیکن شیعی علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب اس بات پر بہت رنجیدہ وکبیدہ بلکہ سراپا غیظ وغضب اور مجسم اشتعال بنے نظر آتے ہیں کہ متعہ کو زنا اور قبیح ترین فعل کیوں قرار دیا گیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول خدا ﷺ نے زنا کو حلال کر دیا؟ حالانکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ متعہ ابتداء اسلام میں مباح وحلال تھا۔ (تجلیات صداقت ص۳۰۰)

اقول وعلی توفیقہ اعول:

ہماری گزارشات کے مطابق کتاب وسنت، اجماع امت اور علی الخصوص ائمہ اہل بیت کرام کے ارشادات سے اس فعل کی اباحت اور رخصت منسوخ ہو چکی اور اس کی حرمت ثابت ہو چکی تو اس کے بعد وہ یقیناً زنا ہے اور اس کا مرتکب فاسق وفاجر اور جب تک اس کی حرمت بیان نہیں ہوئی تھی تو اس کا مرتکب زنا کار نہیں تھا۔ علامہ موصوف کی منطق الٹی ہے کہ جو فعل حرام ہونے کے بعد زنا کہلاتا ہو اس کو تحریم سے پہلے بھی زنا کہنا چاہیے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ پر اور رسول اللہ ﷺ پر زنا کے حلال ٹھہرانے کی وجہ سے فتویٰ لگانا چاہیے۔ اب اس علامہ کو کون سمجھائے کہ عورت کے ساتھ جنسی تعلقات کی حدود شرعیہ سے تجاوز زنا کہا جاتا ہے۔ اور قوانین واحکام شرعیہ کی مخالفت زنا ہوگی نہ کہ مخالفت وتجاوز سے قبل ہی کوئی فعل زنا بن جائے گا۔

مثلاً ہماری شریعت میں دو بہنوں کو ایک شخص اپنے عقد کی نکاح میں نہیں رکھ سکتا لیکن پہلی شریعتوں میں یہ صورت عقد کی مباح اور جائز تھی حضرت یعقوب علیہ السلام کے عقد میں دو سگی بہنیں تھیں حضرت لیا جو یہودہ کی والدہ تھیں اور حضرت راحیل جو سیدنا یوسف علیہ السلام کی والدہ تھیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ اور موجودہ احکام میں تفاوت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ ﴿وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَاقَدْ سَلَفَ﴾

اور تم پر دو بہنوں کو عقد نکاح میں جمع کرنا حرام کر دیا گیا ہے مگر وہ جو گزر چکا تو اس فرمان خداوندی کے بعد ایک بہن کے ہوتے ہوئے دوسری بہن سے شادی کرنے والے اور جنسی تعلق قائم کرنے والے کو زنا کا مرتکب نہیں کہیں گے اور کیا علامہ موصوف یہاں بھی ہم پر یہی اعتراض کریں گے کہ ان کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کو حلال کر دیا تھا؟

نیز حضرت آدم علیہ السلام کے دور میں چونکہ سوائے آپ کی اولاد کے نسل انسانی کا وجود ہی نہیں تھا تا کہ ان کے ساتھ رشتہ داریاں قائم کر کے نسل انسانی کو بڑھایا جا سکتا اور اس نور کی بقاء کا سامان کیا جا سکتا لہذا اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم وحوا علیہما السلام میں باہمی ازدواجی تعلقات

قائم کرنے کی اجازت دے دی۔ اور اس طرح ہوتا تھا کہ ایک بطن کے لڑکے لڑکی کا دوسرے بطن کی لڑکے لڑکی کے ساتھ باہم نکاح کر دیا جاتا جیسے شیعہ کے عظیم مفسر علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں اور انہی کے مورخ نے روضۃ الشہداء میں اس کی تصریح کی ہے بلکہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس طرح منقول ہے ملاحظہ ہو۔

(انوار نعمانیہ ج ا ص ۲۶۴ مولفہ سید نعمت اللہ الجزائری)

لیکن یہ حوالہ جات نقل کرنے کے بعد جزائری نے ڈھکو صاحب کی طرح اس پر اعتراض کر دیا کہ وہ دونوں بطن والے بہن بھائی تھے لہذا ان کا باہمی نکاح کیونکر درست ہوسکتا ہے۔ اور یہ تو سراسر مجوسیت ہے اور ان کا جنسی تعلق قائم رکھنا زنا کا ارتکاب کرنا ہے وغیرہ وغیرہ۔ جس کا جواب دیتے ہوئے قاضی محمد طبائی نے اپنے استاد کاشف الغطاء کے حوالہ سے کہا:

﴿ان الزنا ليس الا مخالفة القوانين الشرعية والنواميس المقررة من المشرع الحكيم وحيث ان فى بدء الخليقة لايمكن التناسل الابهذاالوضع اجازه الشرع فى وقته بوجود المقتضى وعدم المانع﴾ (حاشیہ انوار نعمانیہ ص ۲۶۴)

یعنی زنا قوانین شرعیہ کی مخالفت کا نام ہے اور منبع حکمت سے صادر ہونے والے الہامی دائمی احکام کی خلاف ورزی کا اور ابتداء تخلیق میں توالد وتناسل کا سوائے اس وضع وطریقہ کا امکان ہی نہیں تھا لہذا شریعت نے اس وقت میں اس عقد کے جواز واباحت کا مقتضی اور موجب موجود ہونے کی وجہ سے اور مانع وموجب تحریم موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کا جائز رکھا اور جب یہ ضرورت پوری ہوگئی تو حفظ نسل اور احکام وراثت وغیرہ کی خاطر اس کو حرام فرما دیا لہذا اس کو زنا یا مجوسیت سے تعبیر کرنا سراسر غلط ہے۔

الغرض اب بہن بھائی کے عقد اور جنسی تعلق کے زنا ہونے میں کسی کو بحث اور کلام نہیں ہوسکتا۔ اور ابتداء وآغاز میں خود ائمہ کرام سے اس کا وقوع اور تحقیق منقول ہے اور شیعی مفسر و

مورخ اور فقہا بھی اس کے قائل ہیں۔

لہذا علامہ ڈھکو صاحب کا متعہ کی اباحت ورخصت کے حرمت سے بدلنے اور زنا بن جانے پر حیرت وتعجب کا اظہار بذات خود محل تعجب ہے اور سراسر گھبراہٹ اور سرگردانی کا مظاہرہ ہے۔ وگرنہ تحقیق وتدقیق کی دنیا میں ایسے توہمات قائل کے علم وتحقیق کے نہیں بلکہ عقل وفہم کے لحاظ سے مفلس وقلاش ہونے کی بین برہان ہوا کرتے ہیں۔

اس فتویٰ کی زد میں کون لوگ آتے ہیں؟

علامہ موصوف فرماتے ہیں۔ یہ فتویٰ دیکھنے سے قبل یہ دیکھنا تھا کہ اس کی زد میں کون کون بزرگ آتے ہیں۔ جوش کے ساتھ ہوش کی بھی ضرورت ہے ورنہ لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں۔ (تجلیات ص ۳۰۰)

الجواب الصواب بتوفيق معطى السداد:

تحریم سے قبل یا اس کے علم سے قبل جو بزرگ سے بزرگ تر ہستی بھی اس فعل کا ارتکاب کرے اس پر کوئی فتویٰ لگ ہی نہیں سکتا جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام یا حضرت آدم علیہ السلام جنہوں نے خود اولاد کا باہمی ازدواجی تعلق قائم فرمایا۔ کیونکہ اس وقت یہ تعلق ممنوع وحرام نہیں تھا۔ لہذا ان پر فتویٰ لاگو نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح ان حضرات صحابہ پر بھی جو تحریم سے قبل عقد متعہ کے مرتکب ہوئے اور بعد ازاں اگر کسی کو تحریم کا علم نہیں ہوسکا تو وہ معذور سمجھا جائے گا۔ بوجہ لاعلمی کے نہ کہ اس کا وہ فعل مباح اور جائز ہوگا۔

علامہ موصوف نے یہاں بھی اپنی وصیت ونصیحت کے برعکس صرف جوش کا مظاہرہ کیا۔ ہوش کا مظاہرہ نہیں کیا معذور سمجھا جانا اور مواخذہ نہ کیا جانا علیحدہ امر ہے اور اس فعل کا مباح اور جائز ہونا علیحدہ امر ہے۔ ایک شخص عمداً جھوٹ بولتا ہے تو وہ لعنت کا مستحق ہے۔ ﴿لَعْنَةُ اللّٰهِ

عَلَى الْكَاذِبِيْن﴾ لیکن غلط فہمی کی بنا پر نادانستہ ایسی بات سرزد ہو جائے جو خلاف واقعہ ہو مگر اس کا گمان یہی ہے کہ جو میں نے کہا ہے واقعہ وحقیقت بھی اسی طرح ہے تو وہ لعنت کا مستحق نہیں ہوگا۔ اور معذور سمجھا جائے گا۔ لہذا علامہ موصوف نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ صرف شاعرانہ انداز بیان اور صرف الفاظ کا کھیل ہونے کے علاوہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور تحقیق وتدقیق کی دنیا میں پر کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔

الغرض کتاب وسنت اور ائمہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال اور عقلی ونقلی دلائل سے یہ امر واضح اور عیاں ہو گیا کہ متعہ معروفہ حرام ہے اور اس کا مرتکب زنا کار ہے اور اس کی حلت واباحت پر کوئی آیت اور حدیث دلالت نہیں کرتی اور اس ضمن میں شیعہ حضرات کے دلائل کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

كلمة التقديم

اعوذ بالله من الشيطن الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

اما بعد

یہ حقیقت محتاج بیان نہیں ہے کہ دین اسلام نے اللہ تعالیٰ کی امداد واعانت اور اس کی ازلی وعدہ ﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّه﴾ کے تحت تمام ادیان عالم پر غلبہ اور برتری حاصل کر لی اور صرف دلائل وبراہین سے اس کا مقابلہ ناممکن نہ بنایا بلکہ غازیان اسلام کی روز افزوں فتوحات سے اس کو اطراف واکناف کے ممالک میں تمکین اور غلبہ ظاہری بھی عطا فرمایا حتیٰ کہ ایران، عراق، شام، فلسطین اور مصر وغیرہ سے مجوس، یہود اور عیسائی سلطنتوں کی بیخ کنی کر کے اپنے وعدہ ازلی ﴿وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِيْ ارْتَضٰى لَهُمْ﴾ کے مطابق وہاں پر دین اسلام کی حکومت قائم فرمائی اور یوں دین اسلام نظریاتی سطح پر بھی غلبہ اور تفوق سے بہرہ ور ہوا اور نظام کی حیثیت سے بھی نمایاں مقام حاصل کرنے والا مذہب قرار پایا لیکن دشمنان اسلام نے میدان کارزار میں گو غازیان اسلام کے مقابلہ ومقاتلہ کی ہمت اپنے اندر نہ پائی مگر اس کو دل وجان سے تسلیم بھی نہیں کیا تھا اور بالکل ہی سپر انداز اور تن بتقدیر بھی نہیں ہو گئے تھے بلکہ انہوں نے محاذ بدل کر لڑنے کا فیصلہ کیا جس کے لئے تجویز یہ طے پائی کہ اسلام میں داخل ہو کر اہل اسلام کا بظاہر ہمنوا بن کر ان میں ملک وسلطنت اور حکمرانی اور جہانبانی کے استحقاق کے لحاظ سے جھگڑا پیدا کر دو تا کہ باہم جنگ وجدال تک نوبت آجائے اور ہم ان کی ضرب ہائے شمشیر سے صرف محفوظ ہی نہ ہو جائیں بلکہ ان کے باہمی جنگ وجدال اور قتل وقتال کو دیکھیں اور بغلیں بجائیں اور خود ان کی تلواریں ان سے ہمارے بدلے لیں چنانچہ عبداللہ بن سبا یہودی نے ۳۵ھ

میں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف یہی سازش کی اور بنوامیہ اور بنوہاشم کا ٹکراؤ پیدا کر کے اور ہزاروں مسلمانوں کو اپنی تلواروں سے تہ تیغ ہوتے دیکھ کر اور سلسلہ فتوحات کی یکسر بندش دیکھ کر گھی کے چراغ جلائے ملاحظہ ہو (ناسخ التواریخ جلد ثانی صفحہ ۵۲۴)

لیکن صرف اس اقدام سے ان کا مقصد پورا نہیں ہوسکتا تھا اور نہ ہی ہوا بلکہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی اس غیبی خبر کو سچا کر دیا ﴿ان ابنی ھذا سید لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین ﴾ کہ یہ میرا بیٹا سردار ہے اور عالی ہمت امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بدولت اہل اسلام کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرا دے گا۔

چنانچہ آپ نے اپنی خلافت وامارت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ کر کے باہمی انتشار واختلاف کا سد باب کر دیا اس لئے انہوں نے اس سازش کے ساتھ ساتھ نظریاتی اور عملی محاذ پر بھی دین اسلام کے خلاف سازش کا ناکام منصوبہ بنایا اور اہل اسلام کو غلط نظریات اور فاسد عقائد اور گمراہ کن اعمال وافعال کے ذریعے بے دین بنانے کی کوشش کی تا کہ اگر مسلمان کہلائیں تو بھی حقیقت میں مسلمان نہ ہوں بلکہ مجوسی ، یہودی اور نصرانی یا مادر پدر آزاد ہوں چنانچہ اسی مقصد کو بروئے کار لاتے ہوئے یہود ومجوس وغیرہ نے اہل اسلام میں حلول واتحاد تجسیم تشبیہ والوہیت علی والوہیت اولاد علی ، نبوت علی وآل علی ، خلافت بلافصل اور وصیت وغیرہ کے عقائد داخل کئے معرفت امام کو نماز وروزہ کی جگہ کافی قرار دے کر اعمال کی اہمیت کو ختم کر دیا بلکہ ان کو عیاش ، شہوت پرست اور آوارہ بنانے کے لئے ہزار ہزار عورتوں کے ساتھ متعہ کو جائز قرار دیا اور گواہوں کے تکلف کو بھی ختم کیا اور ساتھ ہی نان نفقہ اور سکونت مہیا کرنے کے بارگراں کو بھی معاف کر دیا اور اجرت بھی اتنی معمولی رکھی کہ ہر کس وناکس ہزاروں عورتوں کو وہ اجرت مہیا کر سکے یعنی جو یا گندم کی مٹھی ، مسواک یا پانی کا گلاس پھر اس پر بھی بس نہ کی بلکہ قوم لوط کے عمل کو تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ مباح قرار دے دیا یعنی اپنی عورتوں کے ساتھ لواطت کو مباح قرار

دے دیا اور مجوس کے نظریہ تحلیل محارم کو بھی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اسلام کا حصہ بنا دیا مجوس کا عقیدہ یہ ہے کہ ماں ، بہن اور دیگر محارم انسان کے لئے حلال ہیں مگر انہوں نے تھوڑے سے ریشم کے ٹکڑے کو آلہ تناسل پر لپیٹ کر ماں ، بہن اور خالہ پھوپھی سے مباشرت کو جائز کر دیا اسی طرح سپیئر پارٹس کے طور پر عورتوں کو استعمال کرنے کا طریقہ جاری کر دیا مثلاً ایک شخص کی لونڈی ہے اور دوسرے کو ضرورت پیش آ گئی تو وہ چند دن کے لئے متاع مستعار کے طور پر استعمال کر کے واپس کر دے بلکہ آقاؤں اور غلاموں میں کاروباری شراکت کے طور پر اس جنسی تعلق کو مباح کر دیا لونڈی مالک کی ہے نکاح غلام کا ہو گیا ہے مگر جب مالک کی مرضی بن جائے وہ بھی اس کو استعمال کر سکتا ہے وعلی ہذا القیاس اور یہ حقیقت کسی سے بھی مخفی نہیں کہ ہر شخص طبعاً شہوانی امور کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے اور بالخصوص عورتوں کے معاملہ میں آزادی تو اس کو بہت مرغوب ہوتی ہے اسی لئے انگریز جن جن علاقوں پر غالب آتے رہے اور متصرف وحاکم بنے تو انہوں نے عورتوں کی آزادی کا علم بلند کیا اور مخلوط تعلیم کا سلسلہ جاری کر کے جنسی بے راہ روی کو عام کر دیا جس کا تدارک اب ناممکن ہو گیا ہے وہ خود تباہ حال تھے ہی انہوں نے اہل اسلام کو بھی اس تباہی و بربادی سے دوچار کر دیا۔

الغرض ان کا یہ عمل اور طرز وطریق بھی اس سازش کا حصہ ہے جس سے نئی نسلوں کو عملاً عیسائی ، یہودی اور مجوسی بنا دیا گیا اور صرف اسلامی نام ہی مسلمان ہونے کی علامت رہ گئے ورنہ نہ نظریات اسلامی اور نہ ہی عمل وکردار اسلامی رہ گیا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ان نظریات ، فاسد عقائد اور گمراہ کن اعمال کی ترویج واشاعت کسی ایسے ہی نام سے کرنی تھی جس کا اسلام میں تقدس حاصل ہوتا اور عظمت ورفعت تو اس کے لئے اکابر اہل بیت کے نام استعمال کیے اور بالخصوص امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ حالانکہ ان کا اور تمام اہل بیت کرام کا مذہب وہی تھا جو اہل السنۃ الجماعت کا مذہب ہے اور وہی مقدس ہستیاں ان کی ان

عقائداوراعمال میں امام اورقائدتھیں اورہیں لیکن انہوں نے مکاری اورعیاری سے ان کوڈرپوک بزدل اورخوف وخشیت کا شکارقراردے کران کے دومذہب بناڈالے ایک ظاہری اورعلانیہ جمہوراہل اسلام کے مطابق تھا جومحض جان بچانے کے لئے ظاہرکرتے تھےاورتقیہ پرمبنی تھااور دوسراحقیقی اورباطنی جوچندخواص کے سامنے ظاہرکرتے تھےاورلطف یہ کہ ائمہ کا بالعموم مسکن مدینہ منورہ رہالیکن خفیہ ذرائع سے ان کا مذہب عراق میں پھلتا پھولتارہاکیونکہ وہ خاص اورمحرم اسراراس علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔اس زمانہ کے ذرائع رسل ورسائل محدود تھےاوریہ مذہب ونظریہ بھی اندرہی اندرتقیہ اورراز داری کے انداز میں چلایا جاتا تھا۔لہذا ائمہ کرام تک اطلاع پہنچتے پہنچتے بہت وقت لگ جاتا تھااوراس دوران وہ بہت سے لوگوں کوگمراہ کرچکے ہوتے تھےاور جب ائمہ کرام ان کے حق میں فرماتے کہ یہ یہوداورمجوس کی مانند ہیں اورتثلیث کے قائلین سے بھی بدترین ہیں اوریہ جھوٹے،مکاراورمفتری بہتان پردازہیں تو یہ لوگ اس کی تاویل یہ کرتے کہ دراصل امام کوہم سے بڑاپیاراورلگاؤ ہے مگرہم پرجمہوراہل اسلام کی طرف سے قتل اورظلم وغضب سے ڈرتے ہیں اس لئے اس طرح کے کلمات فرماتے ہیں گویا گالیاں نہیں بلکہ ہمارے لئے تیغ بندتعویذاورہماری حرزوحفاظت کی ضمانت ہیں۔ (رجال کشی وحاشیہ)

الغرض اس طرح ان دشمنان دین اسلام نے ائمہ کرام پر بہتان اورافتراء سے کام لے کرخفیہ اورراز دارانہ انداز میں اس بے دینی کوامت میں رائج کردیااورشہوت کے پتلوں نے اس کودل وجان سے قبول کرلیااوراس کوواقعی اہل بیت کرام کا مذہب ودین اورعقیدہ ونظریہ تسلیم کرلیا حاشاوکلا وہ مقدس ہستیاں ان مکروہ اورسراپا ضلالت اعمال واطوار سے ان کو جائزقرار دینے سے بالکل مبرااورمنزہ ہیں اوریہ صرف ان دشمنان دین اسلام کی سازشی کارروائی تھی جس کے ذریعے انہوں نے اسلام پرخاکم بدہن کاری ضرب لگانے کی مذموم کوشش کی۔

قارئین کرام! پہلے پہل ان بداعمالیوں اورشہوت رانی کے ان شیطانی طریقوں کا مذہب شیعہ

کے آئینہ میں مشاہدہ فرمائیں اوراس کے بعد اسلامی مقدس اورمنزہ نظریہ ملاحظہ ہواورخودہی فیصلہ فرمائیں کہ آیاروح اسلام کے مطابق اورنبوی تعلیمات اورائمہ کرام کی روش وکردار کے مطابق یہ اعمال وافعال ہیں جن کوشیعہ صاحبان نے جاری کیا ہے یا وہ جس کے اہل سنت والجماعت قائل اورمعتقد ہیں۔

﴿ان ارید الاالا صلاح وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب،ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین﴾

باب اول

متعہ کے بیان میں

متعہ کافر عورتوں سے جائز ہے مگر ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں

ا۔﴿عن ابی عبداللہ علیه السلام لا باس ان یتمتع الرجل بالیهودیة والنصرانیة وعنده حرة﴾ (استبصار ص ۷۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حرہ اور آزاد عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے یہودی اور نصرانی عورت کے ساتھ متعہ کرنے میں حرج نہیں ہے۔

۲۔﴿عن ابی عبداللہ علیه السلام لاباس للرجل ان یتمتع بالمجوسیة﴾

(استبصار ص ۷۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ مرد کے لئے مجوسی عورت کے ساتھ متعہ کرنے میں حرج نہیں ہے۔

۳۔﴿عن محمد بن سنان عن الرضاء علیه السلام قال سالته عن نکاح الیهودیة والنصرانیة فقال لاباس به فقلت المجوسیة قال لا باس به یعنی متعة﴾

(استبصار ص ۷۸)

محمد بن سنان سے مروی ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے یہودی اور نصرانی عورت کے ساتھ نکاح متعہ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے تو میں نے عرض کیا مجوسی عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے تو آپ نے فرمایا اس میں حرج نہیں یعنی متعہ کے طور پر (نہ کہ دائمی نکاح کے طور پر) ملاحظہ ہو (الاستبصار ج ۲ ص ۷۸)

برہان المتعہ میں شیعہ فاضل ابوالقاسم ابن الحسین لکھتا ہے:۔

اصحاب ما عقد دائم با زناں اہل کتاب ابتدائی صحیح نیست بخلاف متعہ کہ با زنان یہود ونصاری جائز است اما با زنان مجوس ترک احوط است (برہان المتعہ ص ۵۴)

ہمارے علمائے اعلام کے نزدیک دائمی نکاح تو اہل کتاب یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ جائز نہیں ہے البتہ متعہ کا حکم اس سے مختلف ہے وہ ان عورتوں کے ساتھ جائز ہے مگر مجوسی عورتوں کے ساتھ محتاط امر یہ ہے کہ متعہ نہ کیا جائے (مگر حرام اور ناجائز نہیں ہے)۔

استبصار میں ابو جعفر طوسی نے مستقل باب قائم کیا ہے۔﴿تحریم نکاح الکوافر من سائر اصناف الکفار﴾ یعنی ہر قسم کے کافروں کی کافرہ عورتوں کے ساتھ نکاح حرام ہونے کا بیان اور جن روایات میں یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ نکاح کا جواز ثابت ہوتا ہے ان کی توجیہ کرتے ہوئے کہا۔

﴿الاخبار التی تضمنت جواز نکاح الیهودیات و النصرانیات فانها تحتمل وجوهامن التاویل منها ان یکون خرجت مخرج التقیة لان جمیع من خالفنا یذهبون الی جواز ذلک فیجوز ان یکون هذه الا خبار وردت موافقة لهم کماوردت نظائر هالمثل ذلک (الی) ومنها ان یتناول ذلک اباحة العقد علیهن عقد المتعة دون نکاح الدوام علی مابیناه فیما مضی﴾

وہ روایات جو یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان میں مختلف وجوہ تاویل کا احتمال ہے۔ پہلی توجیہ یہ ہے کہ ایسی روایات تقیہ پر محمول ہیں کیونکہ جتنے فرقے شیعہ کے علاوہ ہیں وہ سب اس نکاح کو جائز رکھتے ہیں لہذا ائمہ اہل بیت کی روایات بھی از روئے تقیہ عام اہل اسلام کے ساتھ ظاہری موافقت (اور در پردہ مخالفت) پر مبنی ہیں اور آخری توجیہ یہ ہے کہ ان میں نکاح سے مراد عقد متعہ ہے نہ کہ دائمی نکاح اور عقد متعہ ان عورتوں

کے ساتھ جائز ہے جیسے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ جواز نکاح منسوخ

ا۔امام ابوالحسن رضا نے ابومحمد حسن بن الجہم سے دریافت فرمایا کہ جو شخص مسلمان بیوی کے ہوتے ہوئے نصرانی عورت کے ساتھ شادی کرے اس کے متعلق تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا میں آپ پر فدا ہوں تمہارے سامنے میرا کچھ کہنا جسارت ہے آپ نے فرمایا نہیں ضرور جواب دو تاکہ اس طرح تمہیں میری رائے معلوم ہو سکے چنانچہ میں نے کہا نصرانی عورت کے ساتھ نکاح قطعاً درست نہیں ہے خواہ مسلمان بیوی موجود ہو یا غیر مسلمہ انہوں نے دریافت کیا وہ کیوں؟ تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے و لا تنکحوا المشرکات حتی یومن مشرک عورتوں کے ساتھ اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لائیں انہوں نے فرمایا تو اس آیت کے متعلق کیا کہتا ہے:

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ اہل ایمان میں سے محصنات اور تم سے پہلے اہل کتاب کی محصنہ عورتوں کے ساتھ نکاح حلال ہے میں نے کہا یہ حکم پہلے کا ہے اور قول باری تعالیٰ ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ نے اس کو منسوخ کر دیا ہے تو آپ مسکرائے (اور کوئی رد و قدح نہ فرمایا)۔

۲۔زرارہ ابن اعین سے روایت ہے کہ میں نے امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق دریافت کیا ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ تو آپ نے فرمایا ﴿منسوخة بقوله و لا تمسكوا بعصم الكوافر﴾ یعنی یہ آیت دوسری آیت سے منسوخ ہے کہ کافر عورتوں کو نکاح میں نہ روکو۔ (استبصار ج ۲)۔

۳۔اور منہج الصادقین میں ہے متاخرون اصحاب ما حکم کردہ اند بحل کتابیات در متعہ نہ در غیر آں

(جلد ا ص ۵۰۷)

فائدہ: ان روایات سے نکاح اور متعہ کا فرق اچھی طرح واضح ہو گیا کہ یہودی، نصرانی اور مجوسی عورتوں سے نکاح ناجائز مگر متعہ جائز۔ کیا متعہ نکاح نہیں ہے یا کفر و شرک وقتی طور پر قابل قبول ہے اور دائمی طور پر قابل قبول نہیں؟ بلکہ قرآن مجید میں جب مطلقاً مشرک عورتوں سے نکاح ممنوع ہے تو پھر وقتی اور دائمی دونوں ممنوع ہوں گے اور جب متعہ جائز رہا گیا تو اس کو نکاح کہنا از روئے قرآن غلط ہو گیا۔

متعہ ہزار عورتوں سے بھی جائز ہے

ا۔بکر بن محمد ازدی سے مروی ہے کہ میں نے امام ابوالحسن الرضا سے دریافت کیا ھی من الاربع قال لا کیا متعہ صرف چار عورتوں سے جائز ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں (اس میں پابندی جائز نہیں ہے)۔

۲۔زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا ﴿ما يحل من المتعة؟ قال كم شئت﴾ متعہ کتنی عورتوں سے جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا جتنی عورتوں سے چاہے۔

۳۔ابوبصیر سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا ﴿هي من الاربعة؟ قال لا و لا من السبعين﴾ کیا متعہ صرف چار عورتوں کے ساتھ جائز ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں چار تو کیا اس میں ستر کی پابندی بھی نہیں۔

۴۔عبید اللہ بن زرارہ اپنے باپ کے واسطہ سے حضرت ابوعبداللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ آپ سے متعہ کے متعلق استفسار کیا گیا کہ صرف چار عورتوں سے ہو سکتا

ہے تو آپ نے فرمایا تزوج منهن الفا تو ہزار عورتوں کے ساتھ متعہ کر لے تفسیر منہج الصادقین ،جلد دوم ص ۴۹۶ پر مرقوم ہے در نکاح متعہ عدد زوجات نیست اور برہان المتعہ ص ۶۴ متعات زیادہ چہار عدد و بلا حصر جائز است۔ الغرض یہ شیعہ صاحبان کا حتمی اور یقینی نظریہ ہے جس میں کوئی اختلافی قول ذکر نہیں کیا گیا استبصار میں مستقل عنوان قائم کر کے کہا ﴿باب یجوز الجمع بین الاکثر من الاربع﴾ ملاحظہ ہو (ج ۲ ص ۹۷) اور (فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۱) پر لکھا ہے ۔﴿باب انهن من الاماء ليست من الاربع﴾

۵۔محمد بن مسلم امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ﴿المتعة ليست من الاربع لانها لا تطلق ولا ترث ولا تورث وانما هى مستاجرة وقال عدتها خمسة واربعون ليلة﴾ متعہ میں چار کا عدد معتبر نہیں (بلکہ ہزار عورت سے ہو سکتا ہے) کیونکہ اس کو نہ طلاق دی جاتی ہے نہ وہ وارث بنتی ہے اور نہ اس کے ساتھ متعہ کرنے والا اس کا وارث ہوتا ہے وہ تو صرف اجرت پر لی ہوئی عورت ہے اور فرمایا کہ اس کی عدت پینتالیس دن ہیں۔

لہذا یہ حلوائے بے دود ہے اور مفت کی شراب عتیق و رحیق اس میں کمی و کوتاہی تو محرومی کی علامت ہے۔

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

نبی اکرم ﷺ کی امت کے لئے حکم قرآنی

فائدہ: یاد رہے کہ قرآن مجید میں حلال حرہ عورتوں میں سے صرف چار کے ساتھ نکاح جائز رکھا گیا ہے ﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں ان میں سے دو دو یا تین تین یا چار چار کے ساتھ نکاح کر لو۔

لیکن اس صورت میں بھی عدالت نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو تو صرف ایک عورت کے ساتھ نکاح کرو

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ اور پھر لونڈیوں کے ساتھ مباشرت پر اکتفا کرو مگر متعہ عقد کس قدر رنگیلا شاہی طریقہ ہے کہ بیک وقت ہزار عورت ہو تو بھی خوب تر ہے۔

مگر سوال یہ ہے کہ متعہ نکاح نہیں ہے یا دوسرے نکاح سے اس کا حکم الگ ہے؟ صورت اولیٰ میں اس کا جائز ماننا ممکن نہیں ہے۔ اور دوسری صورت میں وہ آیت بتلائی جائے جس سے ثابت ہو حرہ عورتوں کے ساتھ متعہ بلا عدد اور بلا حصر جائز ہے ﴿هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾

عقد متعہ میں باپ دادا کی اجازت ضروری نہیں

۱۔امام جعفر صادق علیہ السلام سے محمد بن مسلم نے سوال کیا کہ مرد نو جوان عورت کے ساتھ متعہ سکتا ہے تو انہوں نے فرمایا ہاں کر سکتا ہے ﴿الا ان تكون صبية تخدع قلت اصلحك الله فكم الحد الذى اذا بلغت لم تخدع قال بنت وعشر سنين﴾ البتہ اگر بچی اس کو دھوکہ دیا جا سکتا ہو تو پھر (اذن ولی) کے بغیر جائز نہیں۔ محمد بن مسلم کہتا ہے کہ میں دریافت کیا کہ اس کے لئے عمر کی کیا حد ہے جس تک پہنچ کر دھوکہ کھانے سے بچ سکتی ہے آپ نے فرمایا دس سال یعنی اس عمر کو پہنچ جائے تو متعہ کے معاملہ میں تو خود مختار ہے (مگر کے معاملہ میں خود مختار نہیں بلکہ اذن ولی لازمی ہے)

۲۔امام ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا جو باکرہ اور نو جوان لڑکیاں والدین کے پاس ہوتی ہیں ان کے ساتھ متعہ کرنے میں والدین کی اجازت ضروری ہے یا نہیں تو آپ نے فرمایا ﴿لا باس ولا اقول كما يقول هولاء الاقشاب﴾ اس میں کوئی نہیں ہے اور میں نہیں کہتا جس طرح کہ یہ کور مغز کہتے ہیں۔ یعنی بلا اذن ولی متعہ کے

ہونے کا قول کرتے ہیں۔

۳۔ایک شخص سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا۔

﴿عن التمتع بالبکر اذا کانت بین ابویھا بلااذن ابویھا ،قال لاباس به مالم یقتض ماھنالک لتعف بذلک﴾

کیا جب نوجوان لڑکی والدین کے زیر سایہ ہو تو ان کی اجازت کے بغیر اس کے ساتھ متعہ کرنا جائز ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ کوئی حرج نہیں ہے جب تک کوئی موجب اذن کا نہ ہو کیونکہ اس طرح اس کو عفت اور پاکدامنی حاصل ہوگی۔

فائدہ: جو دس سال کی عمر سے متعہ کرنے میں مصروف ہو جائے اور بلوغت سے قبل ہی والدین اور اقربا کی اجازت سے بے نیاز ہو اس کی عفت اور پاکدامنی کو کسی طرح کا خطرہ کب لاحق ہو سکتا ہے اور خدا جانے یہ لڑکیاں کس درس گاہ کی تربیت یافتہ ہوں گی کہ اس نو عمری میں بھی کوئی ان کو دھوکہ فریب نہیں دے سکے گا کہاں ہیں غیور ماں باپ جو اس صورت حال کو دیکھ کر بھی اس مذہب کے بانیوں کی اصلیت اور حقیقی چہرہ نہ پہچان سکیں۔

عقد متعہ میں گواہوں کی ضرورت نہیں

۱۔حارث بن مغیرہ سے مروی ہے کہ میں نے امام ابو عبداللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا ﴿مایجوز فی المتعة من الشھود؟ قال رجل وامرء تان ،قلت فان کرہ الشھود قال یجزیه رجل وانماذلک لمکان المرء ة لئلا تقول فی نفسھا ھذا فجور﴾ متعہ میں کتنے گواہ درست ہیں؟ فرمایا ایک مرد اور دو عورتیں۔ میں نے کہا اگر متعہ کرنے والا گواہوں کو ناپسند کرے تو فرمایا صرف ایک آدمی بھی کافی ہے اور اس کی ضرورت بھی صرف متعہ والی عورت کی تسلی کے لئے ہے تا کہ وہ اس کو فجور اور زنا نہ سمجھے (ورنہ اس عقد کے لئے ایک

گواہ کی بھی ضرورت نہیں ہے اور اگر متعہ کی حقیقت سے واقف ہو تو ایک گواہ کا تکلف بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے)

۲۔معلیٰ بن خنیس کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا متعہ میں کتنے گواہ درست ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا ایک مرد اور دو عورتیں۔ میں نے کہا اگر انہیں گواہ نہ ملے تو انہوں نے کہا نہیں اس قدر گواہوں سے تو عاجز نہیں ہو سکتے تو میں نے کہا اچھا یہ بتلایئے اگر وہ اس سے خوف محسوس کریں کہ ہمارے متعہ کا کسی کو علم ہو تو ایک آدمی کی گواہی کافی ہو سکتی ہے (جو محرم راز ہو اور افشائے راز سے گریزاں ہو) تو آپ نے فرمایا ہاں میں نے عرض کیا: نبی پاک ﷺ کے زمانہ میں مسلمان لوگ گواہوں کے بغیر نکاح کیا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا نہیں

﴿قلت: ارایت ان اشفقوا ان یعلم بھم احد. ایجزیھم رجل واحد قال نعم قال جعلت فداک اکان المسلمون علی عھد النبی ﷺ یتزوجون بغیر بینة قال: لا﴾

۳۔زرارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا ﴿عن رجل تزوج متعة بغیر شھود فقال لا باس بالتزویج البتة بغیر شھود فیما بینه وبین الله و انماجعل الشھود فی تزویج البتة لاجل الولد ولولا ذلک لم یکن به باس﴾ ایک آدمی عقد متعہ بغیر گواہوں کے کرے تو کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے فرمایا اس میں حرج نہیں۔ نکاح دائمی میں گواہی کا اعتبار بھی صرف اولاد کے لئے ہوتا ہے (تا کہ ان کا نسب ثابت ہو سکے) اگر یہ مقصد پیش نظر نہ ہوتا تو نہ لوگوں کے ڈر خوف سے کوئی ضرورت گواہوں کی تھی اور رنہ ہی بندے اور اللہ تعالیٰ کے باہمی معاملہ کے لحاظ سے (اور متعہ میں تو اولاد مقصود ہی نہیں ہوتی، بنیادی مقصد تسکین نفس اور قضائے شہوت ہوتا ہے لہٰذا گواہوں کی کیا ضرورت؟)

ابو جعفر طوسی (صاحب استبصار و تہذیب الاحکام وغیرہ) آخری اور پہلی روایت میں

تطبیق دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ ان روایات سے قطعاً یہ لازم نہیں آتا کہ متعہ کا عقد بغیر گواہوں کے جائز نہیں ہوتا ﴿لانه ليس فى الخبر المنع من جواز النكاح بغير بينة﴾ کیونکہ اس روایت میں عقد متعہ سے گواہ نہ ہونے کی صورت میں منع نہیں فرمایا گیا۔ صرف آنحضرت ﷺ کے زمانہ اقدس میں اہل اسلام کا طور طریقہ بیان کیا گیا ہے ﴿انهم ماتزوجوا الابينة وذلک هو الافضل﴾ کہ وہ گواہوں کے بغیر نکاح نہیں کرتے تھے اور وہ طریقہ افضل ضرور ہے (مگر بغیر گواہوں کے نکاح، متعہ کے عدم جواز کو مستلزم نہیں ہے)

دوسری وجہ تطبیق یہ بیان کی گئی ہے کہ گواہوں کی ضرورت صرف اس وقت ہوگی جب عورت عارفہ نہ ہو اور متعہ کی حقیقت کو نہ سمجھتی ہو بلکہ بغیر گواہوں کے انعقاد پذیر ہونے والے متعہ کو فجور اور زنا سمجھتی ہو تو اس کا یہ وہم دور کرنے کے لئے ایک گواہ رکھ لیا جائے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔ ﴿يمكن ان يكون الخبر ورد موردا لاحتياط دون الا يجاب مثلا تعتقد المرء ة ان ذلک فجور اذالم تكن من اهل المعرفة﴾

ف: اگر انہیں ہوش سنبھالتے ہی متعہ کی حقیقت سمجھا دی جائے اور ان کا یہ بے جا وہم دور کر دیا جائے تو کسی کو خبر تک نہ ہونے پائے کہ کس کس کی عیدیں ہو رہی ہیں اور کس کس کی عزت و آبرو برباد ہو رہی ہے۔

دو آدمیوں کے متعہ اور نکاح کا اجتماع ایک عورت کے ساتھ

مگر افسوس! کبھی کبھی یہ عرفان اور اخفاء بیکار ثابت ہوتا ہے جب عقد متعہ سے بے خبر والدین لڑکی کا دوسری جگہ عقد کر دیتے ہیں اور متعہ والے عقد کا اظہار اور ابھی عہد و پیمان کے ایام کی بقاء کا بیان خطرہ جان ثابت ہوتا ہے ایک ایسے ہی نامراد محبت کی داستان غم اور امام کا دم درکش والا فرمان سنئے۔

﴿عن المهلب الدلال انه كتب الى ابى الحسن عليه السلام ان امرء ة كانت معى فى الدار ثم انها زوجتنى نفسها فاشهدت الله وملائكة ورسله على ذلک. ثم ان اباها زوجها من رجل اخر فما تقول فكتب التزويج الدائم لا يكون الابولى وشاهدين ولايكون يزويج متعة ببكر استر على نفسک واكتم رحمک الله﴾ (استبصار ۲، ص ۷۹)

مہلب دلال سے مروی کہ اس نے امام ابوالحسن علیہ السلام کی طرف لکھا کہ عورت میرے ساتھ مکان میں رہتی تھی پھر اس نے اپنا عقد میرے ساتھ کر دیا اور میں نے اس عقد پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور سب رسل کرام کو گواہ بنایا۔ لیکن اس کے باپ نے اس کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ کر دیا تو کوئی حل بتائیں؟

آپ نے فرمایا: دائمی نکاح ولی اور دو گواہوں کے بغیر نہیں ہوتا اور کنواری عورت کے ساتھ عقد متعہ اس طرح نہیں ہوتا بلکہ اس میں نہ اذن ولی ضروری ہے اور نہ گواہ مگر اس کو چھپا اور دم درکش اللہ تجھ پر رحم کرے (امام تو یہی دعا کر سکتے تھے اور یہی تلقین ہی ورنہ یہ تو ان بڑے بڑے گواہوں کا کام تھا کہ اس لڑکی کے باپ کو دوسری جگہ نکاح کرنے سے روکتے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

ف: نکاح دائم میں بھی ولی اور گواہوں کی شرط تقیہ پر مبنی ہے۔ ورنہ اصل مذہب روافض کا یہی ہے کہ قطعاً کسی عقد میں گواہوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ابوجعفر طوسی کہتا ہے: ﴿الخبر خرج مخرج التقية يدل على ذلک ماروه.... الخ﴾ اور برہان المعہ میں تصریح کردی ہے۔ اعلان و شہود نزد اصحاب ما در دائم و منقطع شرط نیست بل مستحب است اس مگر ترس اتہام باشد یا فتنہ دیگر مترتب میشود اعلان و شہود در آں وقت احوط است۔ ہمارے علماء کے نزدیک نکاح دائمی

اور متعہ میں اعلان اور گواہ عقد کی صحت کے لئے ضروری نہیں ہیں بلکہ مستحب ہیں ہاں تہمت کا اندیشہ ہو یا کسی دوسرے فتنے کا تو اس وقت اعلان کرنا اور گواہ بنانا زیادہ بہتر ہوتا ہے برہان المتعہ ص ٦٦ اور جامع عباسی ج ٢ ص ١١٧ میں ہے۔ گواہ گرفتن در عقد متعہ سنت نیست چنانکہ در دائم سنت است، عقد متعہ میں گواہ مقرر کرنا مسنون نہیں جیسے کہ نکاح دائم میں مسنون ہے۔

عقد متعہ چھپانے کا حیلہ اور تجدید نکاح کا بہانہ

۞عن اسحاق بن عمار قال قلت لابی الحسن موسی علیه السلام: رجل تزوج امرءة متعة ثم وثب علیها اهلها فزوجوها بغیر اذنها علانیة والسرءة امرءة صدق کیف الحیلة ؟ قال لا تمکن زوجها من نفسها حتی ینقضی شرطها وعدتها قلت ان شرطها سنة ولا یصبرلها زوجها ولااهلها سنة.قال فلیتق الله زوجها الاول ولیتصدق علیها بالایام فانها قد ابتلیت والدار دار هدنة و المومنون فی تقیة ،قلت فانه تصدق علیها بایاها وانقضت عدتها فماتصنع؟قال اذا خلاالرجل بها فلتقل هی یا هذاان اهلی وثبواعلی فزو جونی منک بغیر امری ولم یستامرونی وانی الان قد رضیت فاستانف انت الان فتروجنی تزویجا صحیحافیمابینی وبینک ۞

اسحاق بن عمار کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسن موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ عقد متعہ کیا مگر عورت کے ورثاء نے اس کے اذن کے بغیر اس کا زبردستی دوسری جگہ علانیہ نکاح کر دیا عورت سچی ہے اور وہ جھوٹ بولنا پسند نہیں کرتی (اور اپنا عقد متعہ بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتی) لہذا کوئی حیلہ بتا دو، آپ نے فرمایا: ایام متعہ پورے ہونے تک اور متعہ کی عدت گزرنے تک پچھلے خاوند کو قریب نہ آنے دے (اور پہلے کا حق وفاداری اور

نمک ادا کرے) میں نے عرض کیا کہ ایام متعہ جو طے ہوئے تھے وہ ہیں پورا سال۔ اتنا عرصہ دوسرا خاوند صبر کر سکتا ہے اور نہ عورت کے ولی و وارث۔ تو آپ نے فرمایا: تو پھر پہلا خاوند خدا کا خوف کرے اور جو کچھ منفعت اٹھالی ہے اسی کو غنیمت سمجھے اور بقیہ عرصہ اس عورت کو معاف کردے کیونکہ وہ بچاری بری طرح پھنس گئی اور یہ ملک دار اسلام نہیں، محض دار صلح ہے اور مومن تقیہ میں ہیں۔ (متعہ علانیہ نہیں کر سکتے اور خفیہ یاری لگانے میں اس طرح کا ابتلاء و امتحان آ جاتا ہے) میں نے کہا اس نے بقیہ ایام تو معاف کر دیے ہیں اور عدت بھی گزر گئی ہے (کیونکہ اس کا پیر کامل تھا اور معرفت کے مقام تک واصل ہو چکا تھا) لیکن اب مسئلہ صرف اتنا رہ گیا ہے کہ پہلے جو علانیہ نکاح پڑھا گیا وہ تو ایام متعہ میں تھا، لہذا کالعدم ٹھہرا اور دوبارہ پڑھنے کے لئے کہے تو پردہ اٹھتا ہے) اب وہ کیا کرے؟ تو امام موصوف نے فرمایا: جب خاوند اس کے ساتھ خلوت کرے تو اسے کہے: اے میرے آقا و محبوب! میرے والدین نے میرا نکاح زبردستی تیرے ساتھ کر دیا تھا اور مجھ سے مشورہ نہیں لیا تھا (اور میں ڈر خوف کے مارے چپ چاپ پالکی میں بیٹھ کر سسرال آ گئی) لیکن اب یہاں پہنچ کر میں راضی ہو گئی لہذا اب نئے سرے سے میرے ساتھ عقد نکاح کر لے اور یہ معاملہ صرف تیرے اور میرے درمیان رہے (کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے، ورنہ والدین ناراض ہو جائیں گے کہ ہمارا نکاح پسند نہ آیا اور اپنے طور پر نئے سرے سے کیا اور ہو سکتا ہے کہ کچھ شکوک و شبہات بھی پیدا ہونے لگیں)۔

اقول انہیں ابتلاء کے ایام کو مدنظر رکھتے ہوئے مومنین کے لئے نکاح دائمی میں بھی گواہوں کا موجود ہونا ضروری نہ ٹھہرایا گیا تا کہ میاں بیوی ایک دوسرے پر راضی ہو جائیں اور پچھلے کئے دھرے پر پردے پڑے رہیں ماشاء اللہ اماموں نے اپنے شیعہ صاحبان کے لئے کیا کیا سہولتیں پیدا کر دی ہیں۔ نہیں: نہیں بلکہ ان مقدس ہستیوں پر کیا کیا بہتان باندھے گئے ہیں۔

متعہ صرف عفیفہ عورتوں سے درست ہے

ا۔ابو سارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا: آیا متعہ درست ہے؟ تو آپ نے فرمایا: بالکل حلال ہے۔

﴿فقال لی حلال ولاتتزوج الاعفیفة ان اللہ یقول والذین ھم لفروجھم حافظون فقال لا تضع فرجک حیث لا تأمن علی درھمک.﴾

لیکن متعہ صرف عفیفہ لڑکی سے کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مؤمن فلاح پانے والے ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں لہذا اپنی شرمگاہ کو وہاں استعمال نہ کر جہاں تجھے اپنے درہم کے متعلق اطمینان نہیں۔

عفیفہ ہونے کی سند کیا ہے

ا۔﴿عن میسرہ قال: قلت لابی عبداللہ علیہ السلام: القی المراة بالفلاة التی لیس بھا احد فاقول لھا: ھل لک زوج؟ فتقول: لا فاتزوجھا قال: نعم ھی المصدقه علی نفسھا﴾ میسرہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ اسلام سے عرض کیا:

اگر میں ایک عورت کو ویرانے میں ملوں جہاں کوئی دوسرا شخص نہیں ہے اور اس سے دریافت کروں: کیا تیرا خاوند ہے؟ وہ کہے میرا خاوند نہیں ہے تو کیا (اس جنگل کو منگل بنانے کے لئے اور ویرانہ کو آباد کرنے کے لئے) اس سے متعہ کرلوں (مزید تحقیق کی گنجائش ہی نہیں) آپ نے فرمایا: ہاں متعہ کرلو، اپنے متعلق جو کچھ اس نے کہا ہے اس کو سچا جاننا لازم ہے۔

۲۔ابان بن تغلب سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا

۔﴿انی اکون فی بعض الطرقات فاری المراة الحسناء ولاامن ان تکون ذات بعل اومن العواھر: قال: لیس ھذاعلیک انما علیک ان تصدقھا فی نفسھا﴾

اگر میں سفر پر ہوں اور برسر راہ کسی جگہ ایک پیکر حسن و جمال پر نظر پڑے (اور دوسرا آدمی بھی وہاں کوئی نہ ہو) اور بذات خود مجھے یہ اندیشہ بھی ہو کہ عورت ہوسکتا ہے خاوند والی ہو یا زنا کار۔ فرمایا: اس قسم کے اوہام وظنون میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں بس تجھے اس کی قسم اور اس کے قول پر یقین لازم ہے۔

خیمہ در ملک یقین زن کہ گماں چیزے نیست

ل: اقول اگر جھوٹی نکلی تو کیا ہوگیا؟ تو معذور ہوگا اور اس کا بقایا جو تیرے ذمہ واجب الادا ہوگا اس کو روک لینا اور کیا ہے؟ نفس وشیطان بھی راضی ہوجائیں گے اور قدرے بچت بھی حاصل ہو جائے گی۔

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت

ا۔محمد بن فضل کہتا ہے کہ میں نے امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ عورت حسین جمیل ہو اور زنا کار بھی ہو ﴿ھل تحب للرجل ان یتمتع بھا یوما اکثر؟ فقال: اذا کانت مشھورة بالزنا فلا تتمتع منھا ولاتنکحھا﴾

کیا آپ اس امر کو پسند کرتے ہیں کہ ایک شخص اس پیکر حسن و جمال اور غارت گر دین وایمان کے ساتھ صرف ایک دو دن کے لئے متعہ کرکے آتش عشق کو بجھائے؟ فرمایا: اگر اس کا زنا کار ہونا مشہور ومعروف ہوچکا ہے تو پھر اس سے نہ ہی متعہ کر اور نہ ہی نکاح۔ (لیکن اگر اس کا زنا کار ہونا مشہور ومعروف نہیں خواہ تجھے ذاتی طور پر یقین بھی ہے کہ وہ ﴿المراة الحسناء الفاجرة﴾ شمع ہر محفل ہے اور سکون ہر قلب مضطرب تو اس کے ساتھ متعہ میں حرج نہیں ہے۔

۲۔زرارہ کہتا ہے کہ عمار نے امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے مسئلہ دریافت کیا اور میں بھی اس وقت موجود تھا۔﴿الرجل یتزوج الفاجرة متعة قال لا باس وان کان التزویج الاخر

فلیحصن بابہ﴾ اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے جو فاجرہ زانیہ عورت کے ساتھ متعہ کرتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر دائمی نکاح ہو تو پھر اپنے دروازے کا پہرہ دے (نہ اسے نکلنے دے اور نہ کسی دوسرے کو داخل ہونے دے لیکن متعہ کی صورت میں اس پابندی نہیں) فاعتبروا یا اولی الالباب۔

بیوی کی عفت اور خاوند کی عزت

شیعی محدث کبیر سید نعمت اللہ الجزائری نے نقل کیا ہے کہ ایک عورت فسق وفجور کماتی اور خرچ کرتی تھی خاوند نے اس کو طلاق دے دی اور ایک عفیفہ کے ساتھ تزویج کر لیا لیکن اس سے بھی اسی طرح کمائی کرنے کا مطالبہ کیا (چنانچہ حسب الارشاد اس نے وہی روش اختیار کر لی) تو ایک دن وہ گھر لوٹا اور بیوی نے عمدہ اور لذیذ کھانا پیش کیا اور اس نے دریافت کیا یہ کہاں سے آیا ہے؟ تو اس عورت نے کہا: فلاں شخص آیا تھا اور اپنے ساتھ کھانے پینے کا سامان لایا اور حلوہ بھی چنانچہ ہم نے کھایا، اس کے بعد ہمبستری کی اور یہ بچ گیا تھا جو تمہاری خدمت میں پیش کر دیا ہے تو غیرت مند خاوند نے کہا:

﴿اذا تعاطیت هذا فایاک و اخباری بتفاصیل ماجری علیک فانی غیور﴾

(انوار نعمانیہ ص۱۵۳، جلد۴)

جب ایسا کام کرے تو خبردار: مجھے ان امور کی تفصیلات سے ہرگز آگاہ نہ کرنا جو تجھ پر گزریں کیونکہ میں بہت غیرت مند ہوں۔

اگر یہی عفت اور پاکدامنی ہے اور یہی غیرت مندی، تو پھر جو عفیف نہیں اور غیرت مند بھی نہیں، ان کا حال کیا ہوگا۔۔۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

نیز بعض روایات میں عفیفہ کی شرط دیکھ کر مغالطہ میں نہ رہنا چاہیے کہ واقعی یہ شرط پوری [کرنا] ضروری ہے اور عفیفہ کا یہاں بھی وہی معنی ہے جو عام اہل اسلام کے نزدیک ملحوظ و معتبر ہے [مذ]ہبی شریعت میں عفت کے معنی بھی مختلف ہیں اور غیرت کے پیمانے بھی۔ بلکہ یہ محض لفظ ہی [ہ]یں جن کے تحت کوئی معنی ہے ہی نہیں۔

ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندہ معنی نہ ہوا

﴿لا حول ولا قوۃ الا باللہ﴾

کہ مستحق کرامت گناہگارانند

متعہ کے فضائل میں مرقوم روایات سے واضح ہوتا ہے کہ متعہ کرنے والے مرد اور [عو]رت کو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے تو پھر کس قدر زیادتی ہوگی کہ فاجرہ اور زانیہ کو اس نعمت سے محروم [کیا] جائے منہج الصادقین میں مذکور ہے اے محمد ﷺ چوں مومنے مومنہ را عقد متعہ کند از جائے خود [برنخیز]د تا آنکہ حق تعالیٰ اور را بیامرزد و مومنہ را نیز مغفور سازد۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فرمایا [ک]ہ جب مومن مرد مومنہ عورت کے ساتھ عقد متعہ کرتا ہے تو ابھی اپنی جگہ سے اٹھنے نہیں پاتا کہ [اللہ] تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے اور مومنہ کو بھی مغفرت و بخشش سے سرفراز فرماتا ہے (یہ تو ہے عقد متعہ [کی] برکت اور جب اس عقد کے تقاضے پورے کریں گے تو پھر کیا کیا درجات و مراتب ملیں گے وہ [ب]عد میں بتائیں گے ابھی صرف اس معاملہ میں پوری طرح غور و فکر کر لو)

ممتوعہ کی عفت معلوم کرنے کا طریقہ

﴿عن عبداللہ بن ابی یعفور عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال سالتہ عن [ال]مراۃ ولا ادری ماحالها: ایتزوجها الرجل متعة؟ قال: یتعرض لها فان اجابته الی [الف]جور فلا یفعل﴾

(فروغ ص۱۹۲، جلد۲)

عبداللہ بن ابی یعفور نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک عورت
حال معلوم نہیں ہے کہ عفیفہ ہے یا نہیں تو کیا اس کے ساتھ متعہ کر لیا جائے؟ فرمایا: اس کو زنا کی
دعوت دے اگر وہ قبول کر لے تو اس کے ساتھ متعہ نہ کرے لیکن اس کی رضامندی کے
امتحان لینے والا ہی۔

الوداع اے زہد وایمان الوداع سجدہ سجود

کہہ بیٹھے تو پھر کیا ہو گیا؟ آیئے اس کا علاج بھی بتلایئے دیتے ہیں۔ اور وہ ہے گزشتہ
راصلوات آئندہ را احتیاط۔

آئندہ احتیاط

﴿عن سماعة قال سالناعن رجل ادخل جارية يتمتع بهاثم نسي ان يشترط حتى واقعها يجب عليه حدالزاني قال: لاولكن يتمتع بهابعد النكاح ويستغفر الله مما مضى﴾ (فروع کافی جلد۲، ص ۱۹۸)

سماعہ سے مروی ہے کہ ہم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے ایک عورت کو (مکان میں) داخل کیا تا کہ اس کے ساتھ متعہ کرے لیکن وہ شرائط طے کرنا بھول گیا (اور جذبات شہوانی اور خیالات شیطانی کے غالب آجانے سے شرائط طے کرنے سے قبل ہی) اس کے ساتھ جماع کر لیا تو کیا اس پر زنا کی حد لگے گی؟ تو امام موصوف نے فرمایا: نہیں زنا کی حد نہیں لگے گی بس نکاح کر کے پھر اس سے لطف اندوز ہو لے، اور گذرے معاملہ سے استغفار کرے۔
(کیا ہے کوئی رائی برابر ایمان رکھنے والا اور ذرہ برابر عقل رکھنے والا جو ان روایات کو ملاحظہ کرنے کے بعد متعہ کو رواج دینے والوں کے متعلق کسی حسن ظن سے کام لے اور انہیں دین اسلام کے خلاف سازش کرنے والے یہودی اور مجوسی نہ سمجھے)۔

متعہ میں مدت کی تعین کس حد تک ہو سکتی ہے

عقد متعہ میں شیعہ کے نزدیک اجل اور مدت کا تعین بنیادی شرط ہے ذرا اس کے طول وعرض اور وسعت کو ملاحظہ فرمایئے:۔

۱۔ زرارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا:۔

﴿هل يجوز ان يتمتع الرجل من المراة ساعة اوساعتين؟ فقال: الساعة والساعتان لايوقف على حد همالكن العردو العردين واليوم واليومين واشباه ذلك﴾

آیا یہ درست ہے کہ مرد عورت کے ساتھ ایک یا دو گھڑی کیلئے متعہ کرے؟ تو آپ نے فرمایا: ایک یا دو ساعت کی حد نہیں معلوم ہو سکتی، بلکہ ایک دفعہ جماع یا دو دفعہ جماع پر متعہ کیا جائے یا ایک دو دن کے لئے اور اس کی مثل تعین مہ و سال کی صورت میں

(استبصار۔ ج ۳، ص ۸۲)

۲۔ قاسم بن محمد ایک شخص سے روایت کرتا ہے جس کا نام اس نے ذکر کیا (لیکن نچلے راوی بھول گئے) کہ اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا:

﴿الرجل يتزوج على عردواحد فقال: لاباس به لكن اذافرغ فليحول وجهه﴾ ایک شخص ایک عورت کے ساتھ ایک مرتبہ ہمبستری کے لئے متعہ کرتا ہے کیا یہ درست ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: اس میں حرج نہیں ہے البتہ جب فارغ ہو جائے تو فوراً منہ پھیر لے۔

ان دونوں روایتوں کو نقل کرنے کے بعد ابو جعفر طوسی صاحب استبصار کہتا ہے: **﴿فالوجه في هذين الخبرين ضرب من الرخصة﴾** یعنی ان روایتوں کا محمل یہ ہے کہ اس قدر تسکین نفس اور حرارت شہوت کو بجھانے کیلئے متعہ درست ہے اور اس میں رخصت ہے اگرچہ عزیمت یہ

ہے کہ کم از کم ایک دن مقرر کیا جائے۔

۳۔ درروایتے مروی است کہ بیک مرہ جماع عقد جائز است وبعض فراغ از جماع چشم ورو خود از ضعیفہ بگرداند بل ہر دو از یکدگر بگردانند ایں روایت متروک العمل است۔

(برہان المتعہ ص ۶۱)۔

ف: صاحب البرہان نے اس قدر اضافہ کیا ہے کہ صرف مرد منہ نہ پھیرے بلکہ دونوں ایک دوسرے سے آنکھیں اور منہ پھیرلیں بلکہ جدا ہو جائیں اور جسم ایک دوسرے سے مس نہ ہونے پائیں اس کی ضرورت کسی نے محسوس نہیں کی کہ آنکھ اور منہ پھیرنا اہم ہے یا مساس اجسام وابدان سے احتراز واجتناب زیادہ ضروری ہے دوسرا اضافہ یہ فرمایا کہ اس پر عمل نہیں ہے لیکن اس سے نہ روایت کی صحت پر اثر پڑتا ہے اور نہ ہی علامہ ابوالقاسم بن الحسین القی کے ترک عمل سے دوسروں کی راہ مسدود ہوتی ہے جب بھی کوئی ضرورت مند ایک دو دفعہ جماع میں اپنی ہوس پوری کر لے سکے لئے مذہب اثنا عشری میں کوئی عار نہیں ہے۔

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

کیا کوئی غیرت مند شخص اپنی بہن اور بیٹی کا عقد کسی کے ساتھ اس شرط پر کرنے کے لئے تیار ہوگا کہ تو ایک دفعہ اسے استعمال کر کے ہمیں واپس کر دینا۔ اسی لئے تو متعہ میں والدین کی اجازت کا تکلف بھی گوارا نہیں کیا گیا اگر عورت متعہ کی رمز سمجھتی ہو تو بس بزم عیش میں غیر کا وجود گوارا ہی کیوں ہو اور پس پردہ نئی نئی شادیوں کا موقع فراہم ہوتا رہے گا ان روایات کو ملاحظہ کرنے کے بعد کوئی شخص بازاری عورتوں اور متقی عفائف میں فرق کر سکتا ہے جو ایک دو مرتبہ مرد کی شہوت رانی کیلئے اپنے آپ کو اجرت پر پیش کر دیں اور نئے نئے خاوند بناتی پھریں آج ایک کی بغل میں ہیں تو کل کلاں دوسرے اور تیسرے کی بغل میں۔

متعہ دوریہ اور پچاس سال سے زائد عمر کی عورتوں کے لئے خصوصی رعایت

وہ عورت جو سن ایاس کو پہنچ جائے اور عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے اس کا حیض آنا بند ہو جائے تو مدت متعہ ختم ہونے کی صورت میں اس کے لئے عدت نہیں ہے عام لوگوں میں تو یہ حالت پچاس سال سے عمر کے متجاوز ہونے کے وقت طاری ہوتی ہے۔ لیکن سادات قرشیات اور نبطیات کو ساٹھ سال کے بعد حیض نہیں آتا لہذا ان کیلئے اس عمر تک پہنچ جانے کے بعد عدت متعہ نہیں ہے ایسی ہی عورتوں کے لئے خصوصی رعایت ملاحظہ ہو۔

پس اگر کسے با او درروز تا شام عقد کند وبعد اتمام اجلش ودخولش بعد از شام با دیگرے تا صبح عقد کند ودخول واقع شود وفردا روز با دیگر عقد کند وبکذا کردہ برود عیب ندارد۔

(برہان المتعہ ص ۶۹)

لہذا اگر ایسی عورت کے ساتھ ایک شخص صبح سے شام تک کے لئے متعہ کرے اور مباشرت بھی کرے شام ہونے اور مدت متعہ گزرنے پر دوسرے شخص سے متعہ کرے صبح تک اس کے ساتھ رہے مباشرت کرے صبح ہو جائے تو پھر تیسرے شخص سے متعہ کا عقد کرے اور ہر صبح وشام اس طرح سے کرتی چلی جائے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔

ف: عیب والی کون سی بات ہو سکتی ہے اس عمر میں نانی اماں کو رہی سہی کسر نکال کر ہی دنیا سے رخت سفر باندھنا چاہیے ایک خاوند کیا کر سکتا ہے ہر صبح وشام نیا ہو، تب ہی ساری قضائیں ادا ہو سکتی ہیں مگر نقوی صاحب نے ایک ظلم اب بھی روا رکھا ہے کیونکہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک ایک ایک شخص سے پابند کر دیا ہے کتنا ہی اچھا ہوتا کہ ایک ایک مرتبہ جماع کیلئے عقد متعہ

کے جواز والی روایت کو یہاں درج کرتا بس ایک الگ ہوتو دوسرا فوراً حاضر ہو جائے اور وہ عاجز ہو جائے تو تیسرا جب تیسرے کا ہتھیار کند ہو جائے تو چوتھا اور بس اسی طریقہ سے تا کہ

جتنی ہوں قضا ایک ہی ہفتہ میں ادا ہوں

قرآن مقدس میں عدت کے متعلق مفصل احکام موجود ہیں اور سن ایاس کو پہنچنے والی عورت کی مدت تین ماہ مقرر کی ہے یہ بجا کہ وہاں متعہ مذکورہ نہیں بلکہ اہل سنت کی تحقیق کے مطابق تو سرے سے عقد متعہ کا قرآن مجید میں ذکر ہی نہیں کیا گیا لیکن پھر بھی روافض نے نوجوان عورت کی عدت جہاں قرآن مجید کے حکم کے برعکس پینتالیس دن یا ایک دو حیض مقرر کر رکھی تھی تو اس بوڑھی اماں کو بھی مہینہ ڈیڑھ مہینہ کا وقفہ دے دیتے تو اس کی صحت پر کوئی ناگوار اثر تو نہیں پڑنا تھا مگر وہ جانیں اور ان کا کام۔ ہم نے تو صرف ان کا مذہب بیان کرنا تھا وہ پوری احتیاط سے بیان کر دیا ہے۔

ف: یہ امر اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ متعہ دوریہ کی تصریح کتب شیعہ میں نہ بھی ہوتی تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کیونکہ جب شیعہ مذہب میں سن ایاس والی عورت کے لئے مدت ہی نہیں تو فی الفور یکے بعد دیگرے خاوند بناتے جانا اور ایک سے فراغت حاصل کر کے دوسرے کا آرام جان بنتے جانا اصول شیعہ کے مطابق بالکل جائز ہے اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنا ان کے لئے ممکن نہیں ہے خواہ اس کا نام متعہ دوریہ رکھیں یا کوئی اور۔ کیونکہ ہماری بحث صرف نام میں نہیں بلکہ ایک غیر اخلاقی فعل کو جائز رکھنے میں ہے اور اس مذہب کی رو سے ہی طوائف اپنا کاروبار جائز سمجھتی ہے اور آئینی تحفظ حاصل کرنے کی مذموم کوشش کرتی ہے۔

قاضی نور اللہ شوستری کی فریاد اور متعہ دوریہ کا اعتراف

قاضی نور اللہ شوستری نے مصائب النواصب میں ذکر کیا ہے:

﴿اما نسبه الی اصحابنا انهم جوزوا ان یتمتع الرجال المتعددون لیلة

واحدة من امراة سواء كانت من ذوات الاقراء ام لا فمماخان فی بعض قیوده وذلک لان الاصحاب قد خصوا ذلک بالائسة لا بغیرها من ذوات الاقراء﴾

یعنی نواقض الروافض میں ہمارے اصحاب کی طرف جو منسوب کیا گیا ہے کہ وہ ایک ہی رات میں کئی آدمیوں کے لئے ایک عورت کے ساتھ متعہ جائز رکھتے ہیں خواہ اس کو حیض آتا ہو یا نہ۔ تو اس نے بعض قیود بطور خیانت ترک کر دی ہیں۔ کیونکہ ہمارے علماء نے اس متعہ دوریہ کو صرف اس عورت کے ساتھ جائز رکھا ہے جو حیض سے ناامید ہو چکی ہو نہ کہ ان عورتوں کے ساتھ جن کو حیض آتا ہے۔ (بحوالہ آفتاب صداقت)

متعہ دوریہ اور علامہ ڈھکو صاحب کا اعتراف

آفتاب ہدایت میں درج قاضی صاحب کے اس حوالہ کا تجلیات صداقت میں جواب دیتے ہوئے علامہ ڈھکو صاحب بھی اس کو بالکل تسلیم کر گئے اور حسب عادت نہ حوالہ پر اعتراض کیا اور نہ عبارت پر کمی بیشی وغیرہ کا اعتراض کیا بلکہ اس کو عین صواب اور سراپا حق وصداقت مان لیا ذرا آپ بھی موصوف کی عبارت ملاحظہ فرمالیں اور محظوظ ہوں۔

متعہ دوریہ والے اعتراض کا جواب

مولف نے اپنے بعض پیشروؤں کی تقلید میں جس متعہ دوریہ کا تذکرہ کیا ہے اس کا کئی طرح جواب دیا جاسکتا ہے۔

اولاً: تو ہماری کتب متداولہ فقیہ میں اس مسئلہ کا کہیں نام ونشان نہیں۔

ثانیاً: بنابر تسلیم صحت اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ آئسہ عورت جو اس سن وسال کی ہو چکی ہے کہ اب اولاد جننے کے قابل نہیں رہی یعنی ایام ماہواری کا طبعی سلسلہ بند ہو گیا ہے لہذا اب اختلاط نسب کا

اندیشہ نہیں رہا شریعت نے اس سے عدت کی پابندی ختم کردی ہے چونکہ اس پر عدت نہیں ہے اس لئے اگر ایک شخص نے تھوڑی مدت کے لئے متعہ کیا جب اس کی مدت ختم ہوگئی تو دوسرے نے کرلیا اس میں کیا جائے ایراد (اعتراض) ہے؟

ثالثاً: اس عورت میں نکاح دوری والا اعتراض ہوسکتا ہے کہ ایک ہی رات میں دس بیس مرد اس سے نکاح کریں اور ہم بستر بھی ہوں تو جائز ہے کیونکہ صورت یہ ہوگئی کہ ایک نے نکاح کیا ہم بستری کی اور پھر طلاق دے دی اور چونکہ بوجہ آئسہ ہونے کے اس پر عدت واجب نہیں ہے فوراً دوسرے نے عقد کرلیا۔ ہاں البتہ اہل السنّت والجماعت کے نزدیک اس عورت پر بھی عدت لازم ہے جو خلاف عقل وشرع ہے۔ (تجلیات صداقت ص ۳۰۲)

تنبیہ: اقول علامہ موصوف کے تین جواب آپ نے ملاحظہ فرمائے دوسرے جواب میں صرف اس متعہ دوریہ کا جواز ہی تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کو مدلل انداز میں ثابت کیا ہے اور یہی ہمارا اصل مدعا تھا پہلے جواب کو صرف نمبر بڑھانے کی ایک بے سود کوشش سمجھا جائے گا کیونکہ جب اس عورت کے لئے عدت نہ از روئے عقل ثابت اور نہ از روئے شرع ثابت تو پھر متداول اور غیر متداول فقہی کتب کی بحث لایعنی اور بے ہودہ ہوگئی علاوہ ازیں متداول کتب فقہیہ نہ سہی مگر یہ کتابیں ہیں تو آپ کی ہی نہ کہ اہل السنّت کی اور ان کا یہ فتویٰ بھی تمہارے اصول وقواعد کے عین مطابق ہے پھر چون وچرا کی گنجائش کیا رہ گئی؟ یک نشد دوشد۔ نہ معلوم علامہ موصوف نشہ میں تھے یا نیند میں کہ متعہ دوریہ کا جواب دیتے دیتے جناب نے نکاح دوری بھی ثابت کر دکھایا اور اس کا جواز از روئے عقل اور شرع تسلیم کرلیا اب تو راہ فرار بالکل ہی مسدود ہوگئی کیونکہ نکاح میں حدود وقیود سخت تھیں لیکن جب سن ایاس کو پہنچی ہوئی عورت شیعہ مذہب میں خوش بختی سے نکاح میں بھی اس تعدد ازواج میں آزاد ہے اور اسے ایک ہی رات میں متعدد شادیاں رچانے کی رخصت ہاتھ آگئی

تو متعہ کی اجازت بطریق اولی ثابت ہوگئی۔

اعتراض کس پر؟

علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ متعہ دوریہ پر اعتراض کرنے والوں پر نکاح دوری کے ساتھ اعتراض ہوسکتا ہے مگر آخری سطر میں تسلیم کرلیا کہ اہل سنت کے نزدیک تو اس پر عدت لازم ہے تو پھر یہ اعتراض کس پر ہوا؟ شیعہ پر یا اہل سنت پر شیعہ پر تو اس لئے اعتراض نہیں ہوسکتا کہ وہ متعہ دوریہ کے بھی قائل اور نکاح دوری کے بھی اور اہل سنت پر اس لئے نہیں ہوسکتا کہ وہ دونوں کے منکر اور ان کو ناجائز اور ناصواب سمجھنے والے ہیں تو آخر اس عبارت یعنی تیسری شق کا اس مقام سے تعلق کیا ہے؟ تو غالب کی زبان میں ہی کیوں نہ کہہ دوں۔

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

کیا آئسہ پر لزوم عدت کا قول خلاف عقل ونقل ہے

سطور بالا میں آپ نے ڈھکو صاحب کا یہ دعوی ملاحظہ فرمالیا کہ اہل سنت سن ایاس کو پہنچنے والی عورت پر بھی عدت لازم کرتے ہیں جو کہ خلاف عقل وشرع ہے اس ضمن میں انہوں نے شرعی دلیل کا ذکر ہی نہیں کیا جس سے اہل سنت کا قول باطل ہوتا ہوا البتہ عقلی دلیل ذکر کی ہے جو اوپر مذکور ہو چکی یعنی عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے ماہواری کا طبعی سلسلہ بند ہوا اور اولاد میں اختلاط نسب کا اندیشہ نہ رہا لہذا شریعت نے عدت کی پابندی ختم کردی اور تقریباً یہی خلاصہ منہج الصادقین میں فتح اللہ کاشانی صاحب کی عقلی دلیل کا ہے اس عقلی دلیل میں چند امور قابل غور ہیں:

۱۔ کیا ماہواری آنے پر اولاد پر ہونا موقوف ہے؟

۲۔ کیا پچاس سال کی عمر کے بعد اولاد پیدا ہونا ناممکن ہے؟

۳۔کیا اختلاط نسب کا اندیشہ نہ رہے تو یکے بعد دیگرے تسلسل کے ساتھ خاوند اختیار کئے جا سکتے ہیں؟

امر اول: نقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو ماہواری نہیں آتی تھی نورالابصار، تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۴۷۵۔ ﴿عن ابی عبداللہ علیہ السلام انہا طاھرۃ لا تحیض﴾ لیکن اولاد پیدا ہوتی رہی اور اس دور میں بھی کتنی عورتیں ہیں جن کو ماہواری نہیں آتی اور اولاد بھی پیدا ہو رہی ہے۔

امر دوم: یہ دعویٰ بھی غلط اور نا قابل اعتبار واعتناد ہے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا عمر شریف کے کس حصہ میں پہنچ چکی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ اسلام عطا فرمائے نیز شریعت میں کمال احتیاط سے کام لیا جاتا ہے اور امکان بعید کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاتا مثلاً ایک شخص مغرب میں ہے اور اس کی بیوی مشرق میں بظاہر اجتماع کی صورت نہیں لیکن بایں ہمہ اس عورت سے فرزند متولد ہوا اور اس خاوند نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ طی مکانی کے مرتبہ پر فائز ہو اور مسافت بعیدہ کو آن واحد میں طے کرنے پر قادر ہو لہذا امکان بعید اور عادت معروفہ کے خلاف ہونے کے باوجود، از روئے شرع اس کا نسب ثابت کیا جائے گا۔ اور اس شخص کے دعویٰ کو تسلیم کر لیا جائے گا۔

علاوہ ازیں یہ حلال کا معاملہ ہے اور اس میں احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ عدت لازم کی جائے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے۔ ﴿فان الوقوف عند الشبھۃ خیر من الاقتحام فی الھلکۃ﴾ کیونکہ شبہ کے نزدیک توقف اور رک جانا بہتر ہے ہلاکت میں گرنے سے

(تہذیب جلد ۷ ص ۴۷۲)

اور آپ سے مروی ہے: ﴿امر الفرج شدید ومنہ یکون الولد ونحن

نحتاط﴾ (جلد ۷ ص ۴۷۲)

عورت اور اس کے اندام مخصوص کی حلت وحرمت کا معاملہ شدید اور سخت ہے اور اس سے ولد ہوتا ہے اور ہم اس میں احتیاط سے کام لیتے ہیں۔

امر سوم: بھی ظاہر البطلان ہے مثلاً ایک عورت جوان ہے اور اپنی بچہ دانی ہی نکلوا دیتی ہے یا پیدائشی طور پر اس میں ہوتی ہی نہیں جس کی کئی مثالیں موجود ہیں یا ایسا آپریشن کروا دیتی ہے جس کے بعد اولاد کا امکان نہیں رہتا تو کیا وہ عدت سے مستثنیٰ ہو جائے گی قطعاً نہیں بلکہ اسے حیض نہیں آتا تو تین ماہ عدت گزارنی ہوگی اس لئے یہ عقلی دلیل نہیں بلکہ سراسر توہمات اور بے سروپا تخیلات کا مجموعہ ہے۔

عدت کا شرعی حکم

قرآن مجید نے سن ایاس والی اور صغیرہ کا جس کو حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو اس کی عدت تین ماہ فرمائی ہے ﴿قال اللہ: وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ (سورہ طلاق پارہ ۲۸)

اور وہ جو تمہاری عورتوں میں سے حیض سے مایوس ہو جائیں اگر تمہیں ریب وتردد ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض نہیں آیا تو قرآن مجید کے اس فرمان کے بعد آیسہ کی عدت نہ ماننا قرآن کے خلاف ہوگا نہ کہ تین ماہ عدت کا تسلیم کرنا۔

ہر چیز یہاں کی الٹی ہے — یہاں الٹی گنگا بہتی ہے

سوال: تین ماہ عدت تو ریب وتردد کی صورت میں ہے نہ کہ علی الاطلاق۔

جواب اول: قرآن مجید میں موصوف بالصفت یا مشروط بالشرط کا یہ معنی نہیں ہوتا کہ صفت

اورشرط نہ پائی گئی توحکم معدوم ہوجائے گا۔ مثلاً حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ربائبکم اللاتی فی حجور کم. تم پرتمہاری وہ ربیبہ حرام ہیں جوتمہاری گود میں ہیں۔ حالانکہ بیوی کی بچی مطلقاً حرام ہے۔ خواہ زیرتربیت اور پرورش نہ بھی ہو اسی طرح ارشاد خداوند تعالیٰ ہے۔ ﴿لا جناح علیکم ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم من الذین کفروا﴾ تم پرنماز سے قصراور کمی کرنے میں حرج نہیں ہے اگرتمہیں کفار کی طرف سے خطرہ لاحق ہوحالانکہ خوف لاحق نہ ہونے کی صورت میں بھی قصر کرنا درست ہے اگر مسافت قصر ہوتو لہذا یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوگئی کہ صفت اور شرط کی نفی سے حکم کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ حکم اس طرح ثابت ہوتا ہے بالکل یہاں پربھی یہی صورت ہے کہ شرط موجود ہویا نہ ہو ہرحال میں عدت آیسہ اورصغیرہ کی تین ماہ ہی ہے۔

جواب ثانی: ریب وتردد کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں حیض میں ریب وتردد ہویا اس کا تو یقین ہے لیکن عدت کتنی ہے آیا حیضوں کے تناسب سے اس کی عدت متعین کریں گے جس کو تین حیض تین ماہ میں آتے تھے اس کی تین ماہ عدت ہوجائے جس کو چھ ماہ میں آتے ہیں۔ اس کی عدت اتنی ہوگی اگرکم سے کم مدت میں آجاتے تھے یعنی انتالیس دن میں تو وہ عدت ہوگی وغیرہ ذلک۔ صورت اولیٰ میں توشرط کی نفی الٹا بطریق اولویت عدت کوتین ماہ میں منحصر کرے گی کیونکہ جب آیسہ ہونا محل تردد تھا تو اس عورت کی عدت مہینوں کی صورت میں تھی توجب اس کا یقین ہوگیا توبطریق اولیٰ مہینوں کے ساتھ ہوگی لہذا اب مفہوم مخالف کا اعتبار کرتے ہوئے عدت کی نفی کرنا دلالتہ النص کی رو سے باطل ہوگیا جس طرح کہ اصولی طور پربھی غلط تھا۔

صورت ثانیہ: میں بھی شرط کا مفہوم واضح ہے کہ اگرتمہیں یہ حکم معلوم نہیں اورتم اس میں متردد ہوتو ہم اس کی وضاحت کیے دیتے ہیں کہ عدت ان کی تین ماہ ہے۔ جس طرح حیض ایک امر ضابط تھا اور قاعدہ کلیہ تو اسی طرح یہاں بھی حکم کلی ہونا چاہیے ہرعورت کی عادت معروفہ کو اعتبار

کرنے پرحکم بدلتے رہیں گے لہذا اس میں اٹل حکم تین ماہ والا ہے خواہ عادت معروفہ جوبھی ہو اوریں صورت شرط کا ذکر صورت واقعیہ بیان کرنے کے لئے ہوا نہ کہ احتراز کے لئے یعنی تمہیں اس میں تردد تھا لہذا اہم نے حتمی فیصلہ بتلا کر تمہارا تردد زائل کر دیا۔

صورت ثالثہ: ریب وتردد اس میں ہو کہ آیا ان پر بھی عدت واجب ہے یا نہیں جبکہ حیض والی پرتو عدت واجب ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگرتم وجوب اور عدم وجوب میں متردد ہو تو سنو ان عورتوں کی جو آیسہ ہیں یا صغیر السن، ان کی عدت تین ماہ ہے اور جمہور مفسرین نے بھی اسی شق کو اختیار کیا ہے اور شان نزول بھی اس کی تائید کرتا ہے اور شیعہ کے علامہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا مختار بھی یہی ہے۔ منہج الصادقین میں ہے: واکثر مفسراں برآنند کہ مراد بقولہ تعالیٰ ان ارتبتم ارتیابست در وجوب عدت نہ درسن ومراد بقولہ تعالیٰ لم یحضن عدم بلوغ ایشانست بسن حیض و علم الہدی برآنست۔ (ج۹ص۳۲۱)

سوال: شان نزول کی رو سے صرف اتنا ثابت ہوا کہ حضرت ابی اور دیگر صحابہ کو عدت معلوم نہیں تھی لہذا انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کی عدت بیان فرمائی مگر آیسہ صغیرہ اور حامل کی عدت رہ گئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ کو ان کو مہلتم فرمانا چاہیے تھا کیونکہ وہ عدت سے بے خبر تھے نہ کہ اس میں متردد۔

(منہج الصادقین از کاشانی ص۳۲۱)

جواب اول:

عن ابی (الی) قالوا: لقد بقی من عدة النساء عدة لم تذکر فی القرآن عن اسماعیل (الی) فقالوا یا رسول الله ارایت التی لم تحض والتی

قدیئست من المحیض فاختلفوا فیھا فانزل اللہ ان ارتبتم یعنی ان شککتم﴾

(درمنثور جلد ٦ ص ٥٣٢)

دوسری روایت میں اختلاف کی تصریح موجود ہے اور روایت اولی میں گو تصریح نہیں لیکن تردد اور ریب کے منافی بھی نہیں ہے کیونکہ یہ تو انہیں معلوم ہے کہ عدت ہونی چاہیے اس لئے عرض کیا کہ ان عورتوں کی عدت بیان ہونی باقی ہے۔ یہ نہیں عرض کیا کہ ان کے لئے عدت ہے یا نہیں تو لامحالہ عدت کی تعیین میں ریب وتردد ہو گا کہ ہر عورت کی عادت معروفہ کو دیکھا جائے گا یا کوئی حتمی صورت اس کی بیان ہوتی ہے۔ تو اس تردد کو زائل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿وَالّٰئِیۡ یَئِسۡنَ مِنَ الۡمَحِیۡضِ مِنۡ نِّسَآئِکُمۡ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ فَعِدَّتُہُنَّ ثَلٰثَۃُ اَشۡہُرٍ وَّالّٰئِیۡ لَمۡ یَحِضۡنَ﴾

جواب دوم: اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اسے معلوم تھا کہ ایک گروہ اپنے مزعومات کی وجہ سے اس عدت کا انکار کرے گا۔ اور ان کی عقلی دلیل بے بنیاد ہوگی جو محض موجب شک اور باعث ریب وتردد ہوگی اس لئے فرمایا ان ریب وتردد میں نہ رہو۔ میرا حتمی اور قطعی حکم سنو، جیسے منکرین قرآن اپنے طور پر تو یقین رکھتے تھے۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں لیکن اس قول کے بے بنیاد ہونے کی وجہ سے فرمایا:

اور یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ آیات شان نزول میں منحصر نہیں ہوتیں جبکہ یہ حکم قیامت تک کیلئے ہے تو کسی بھی دور کا متردد اس کا مخاطب ہو سکتا ہے اور بطریق التغلیب سب امت مخاطب ہو سکتی ہے۔ مزید جوابات بھی دیے جا سکتے ہیں لیکن خوف طوالت مانع ہے۔

سوال: شیعہ مذہب میں ائمہ کرام سے منقول روایات میں تصریح موجود ہے کہ صغیرہ اور آیسہ پر عدت نہیں، لہذا کلام مجید کا معنی ومفہوم بھی انہی روایات کی روشنی میں متعین کیا جائے گا۔ لہذا

ڈھکو صاحب کا یہ کہنا درست ہو گیا کہ لزوم عدت کا قول خلاف شرع ہے؟

جواب اول: قرآن مجید کے صریح مفہوم اور قطعی مدلول کے خلاف جو روایت بھی ہوگی وہ لامحالہ مردود اور ناقابل قبول ہوگی اور اس ضابطہ کا شیعہ کو بھی اعتراف ہے۔ اور ایسی جملہ روایات صریح مفہوم اور قطعی مدلول کے خلاف ہیں اور یہ تو چند روایات ہیں ان کا کیا اعتبار جبکہ انہی ائمہ کی طرف سے دو ہزار سے زیادہ روایات شیعہ کی کتب صحاح اور دیگر کتب میں منقول ہیں جو کہ تحریف قرآن پر مشتمل ہیں ﴿کما صرح صاحب فصل الخطاب﴾ مگر ڈھکو صاحب کہتے ہیں وہ سب مردود اور ناقابل اعتبار ہیں۔ تو جس مذہب کی ہزاروں روایات پر یقین نہیں کیا جا سکتا اس کی چند روایات پر اعتماد کیسے کیا جا سکتا ہے اور وہ بھی قرآن مجید کے صریح فرمان کو نظر انداز کر کے۔

جواب ثانی: اندریں صورت ڈھکو صاحب کو یوں کہنا چاہیے تھا کہ لزوم عدت کا قول شیعہ مذہب کے خلاف ہے نہ کہ خلاف شرع ہونے کا حکم لگانا چاہیے تھا۔ کیونکہ شریعت پر کاربند ہونے کے تہتر اسلامی فرقوں میں سے ہر فرقہ کا دعویٰ ہے۔ اور ہر فریق اپنے طور پر آیات اور احادیث سے استدلال کرتا ہے اندریں صورت اہل السنّت کا دعویٰ قرآن مجید کے مطابق ہے اور اپنے مذہب کی کتب احادیث وتفاسیر کے مطابق۔ اور شیعہ کے مسلم محدث اور متکلم سید مرتضی علم الہدیٰ بھی اس مسلک پر گامزن نظر آتے ہیں تو ڈھکو صاحب کو قطعاً یہ دعویٰ زیبا نہ تھا کہ یہ قول خلاف شرع بھی ہے اور خلاف عقل بھی۔ جمہور کا لحاظ نہ تھا نہ سہی۔ ذرا اپنے علم الہدیٰ کے علم ہدایت کا ہی کچھ لحاظ کر جاتے۔۔۔ مگر متعہ دوریہ کا جوش تھا جس نے ہوش سلب کر لیا تھا اس لئے اپنے بیگانے کی پہچان بھی ختم ہو گئی اور یہ احساس بھی ختم ہو گیا کہ اہل السنّت کا قول شیعی تحقیق کے خلاف سہی مگر کمال احتیاط اسی میں ہے اور حلال وحرام کے معاملہ میں سخت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے لہذا اس کو اختیار کر لیا جائے بلکہ اس کو علی الاطلاق خلاف عقل وشرع قرار

دے کر مکمل بے احتیاطی کا مظاہرہ کیا۔ کیا سید مرتضیٰ علم الہدیٰ جیسے شیعی عالم میں عقل نہیں تھی یا اس کو شیعی شریعت کا علم نہیں تھا۔

قاضی نور اللہ شوستری کی خیانت اور غیر حائضہ کا متعہ دوریہ

اقول: قاضی صاحب بھی ایک خیانت کر گئے ہیں کیونکہ اگر عورت ایسی عمر میں ہو کہ اس کو بوجہ صغرسنی کے حیض نہ آتا ہو تو باوجود جماع کئے جانے کے اس پر عدت نہیں ہے جیسے کہ (فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۸) میں امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے لیس علیها عدة وان دخل بها۔ لہذا اس کے ساتھ بھی متعہ دوریہ کا جواز تسلیم کرنا لازمی تھا کیوں کہ نہ وہ آیسہ ہے اور نہ ہی ذوات الاقراء سے ہے اور نہ ہی اس پر عدت ہے اور ایک جگہ سے فارغ ہونے پر فوری طور پر دوسری جگہ شادی یا متعہ اس کے لئے بالکل روا ہے جیسے عبدالرحمن بن الحجاج نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔ ﴿ثلاث یتزوجن علی کل حال﴾ تین عورتیں ہر حال میں نکاح کر سکتی ہیں اور پہلے نمبر پر ﴿التی لم تحض ومثلها لاتحیض﴾ اسی زوجہ کا ذکر ہے جس کو حیض نہ آیا ہو اور نہ اس عمر کی لڑکیوں کو حیض آتا ہو جب عدت بھی نہیں اور نکاح و متعہ میں رکاوٹ ائمہ اہل بیت کی طرف سے نہیں تو لازمی طور پر اس کے لئے متعہ دوریہ جائز ہوگا جب تک حیض آنا شروع نہ ہو یا حمل ٹھہرنے کی عمر کو نہ پہنچے۔ لہذا قاضی صاحب نے اس صنف کا ذکر نہ کر کے خیانت سے کام لیا ہے اور اس کے متبعین شیعی علماء نے بھی۔

مگر بدقسمت صرف وہ ہے

جس کو حیض آتا ہو یا اس عمر میں ہو اگرچہ منکوحہ عورتوں کی نسبت ان کیلئے کافی رعایت دی گئی ہے کیونکہ نکاح والیوں کے لئے تین حیض یا تین ماہ عدت ہے اور متعہ والی کے لئے صرف

ایک حیض یا ڈیڑھ ماہ عدت ہے مگر کہاں ایک ایک مرتبہ جماع پر متعہ کرنے والیوں یا ایک ایک گھنٹہ کی میعاد پر متعہ کرنے والیوں کا اجر و ثواب اور آمدنی کا حساب اور کہاں ڈیڑھ ڈیڑھ ماہ یا ایک ایک حیض کے وقفہ سے متعہ کرنے کا اجر اور اجرت۔ ارمان تو ہمیں اس کی محرومی کا بہت ہے لیکن اس کی تدبیر ہمیں کتب شیعہ میں نظر نہیں آئی لہذا کوئی کارگر نسخہ کرنے سے قاصر ہیں۔

محرومی کا تدارک

مگر وہ اس طرح بھی کر لیتی ہیں کہ ایک خاوند کے ہوتے ہوئے دوسری جگہ متعہ کرتی رہتی ہیں اگر پردہ رہ جائے تو پھر اجرت اور آمدنی والا خسارہ پورا ہو جاتا ہے آخرت میں جو ہوگا وہ تو یقین ہے کہ ایک ایک کے ساتھ متعہ کرنے والیوں کا حشر بھی زناکاروں جیسا ہوگا لیکن داد عیش و لذت نفس میں یعنی کل جدید لذیذ اور آمدنی میں تو وہ سبقت نہیں لے جائیں گی نا۔ روایت ملاحظہ ہو۔

امام ابوالحسن کے پاس ابان بن تغلب نے ایسی ہی ایک متمتعہ کا خط میں ذکر کے مسئلہ دریافت کیا ہے۔

﴿الرجل یتزوج المراة متعة بمهر الی اجل معلوم واعطاها بعض مهرها واخرته بالباقی ثم دخل بها وعلم بعد دخوله قبل ان یوفیها باقی مهرها انما زوجته نفسها ولها زوج مقیم معها. ایجوز جس باقی مهرها ام لا یجوز؟ فکتب علیه السلام لا یعطیها شیئا لانها عصت الله عزوجل﴾

(کافی ج ۲ ص ۱۹۲)

ایک آدمی نے ایک عورت کے ساتھ مہر معین پر مدت معینہ کے لئے عقد متعہ کر لیا کچھ مہر دے دیا اور کچھ ادھار کیا ہم بستری کر لی اور اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس کا خاوند تھا جو اس کے

ساتھ مقیم تھا۔ کیا بقایا اجرت اس کو دینی لازم ہے یا اس کو روک سکتا ہے (تا کہ بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی)؟

تو امام موصوف نے فرمایا کہ اس کو کوئی چیز نہ دے، کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرنبرداری کی ہے۔ لیکن افسوس کہ نہ تو ابان بن تغلب نے توجہ دلائی اور نہ ہی امام موصوف کو خیال آیا کہ جس غریب کا نکاح تھا اس کی عزت برباد ہوئی اور اس متعہ کے شائق نے صرف اس عورت کے کہنے پر بغیر تحقیق و تفتیش کے یہ قدم کیوں اٹھایا؟ اور اس کی آبرو کیوں برباد کی۔ نہ اس کی سزا اور حدود و تعزیر کا ذکر آیا نہ اس کو تاوان ادا کرنے کا حکم دیا معلوم ہوتا ہے کہ اس مذہب میں کسی شریف آدمی کی عزت اور ناموس کے تحفظ کا کوئی بندوبست نہیں ہے اور اس خرابی کی جڑ اور بنیاد یہ ہے کہ اس مذہب میں صرف متعلقہ عورت کا اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ میں خاوند والی نہیں ہوں۔ نیز گواہ مقرر کرنے اور عقد کی تشہیر بھی لازم وضروری نہیں ہے ورنہ روز اول ہی حقیقت واضح ہو جاتی اور عزت و آبرو کے تحفظ کا سامان ہو جاتا۔

عقد متعہ میں سخت بے احتیاطی

شیعہ صاحبان خود بے احتیاطی کرتے اور بیک وقت ایک عورت کے متعدد خاوند ہوتے رہتے تو کہہ سکتے تھے ہمارا ذاتی معاملہ ہے اس میں دوسرے شخص کو مداخلت کا کیا حق مگر وہ جو بھی غلط کام کرتے ہیں ائمہ کرام اور اہل بیت عظام کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور ان کی عظمت واحترام کو بھی ختم کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔

۱۔ ابان بن تغلب کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا ﴿انی اکون فی بعض الطرقات فاری المراۃ الحسناء ولا امن ان تکون ذات بعل او من العواھر قال لیس ھذا علیک انما علیک ان تصدقھا فی

نفسھا﴾ (فروع کافی ج ۲ ص ۲۹۶) (باب۔ مصدقہ علی نفسھا)

میں کبھی کسی راستے پر گزرتے ہوئے حسین وجمیل عورت کو دیکھوں اور اندیشہ بھی ہو کہ شادی شدہ ہے یا زناکاروں میں سے ہے (اور متعہ کرنے کے لئے طبیعت بھی مضطرب اور بے قرار ہو تو تحقیق و تفتیش کروں یا اس کی ضرورت نہیں ہے) تو آپ نے فرمایا: یہ تیری ذمہ داری نہیں ہے بلکہ تم پر یہ لازم ہے کہ اس کو سچا مانے اور اپنے معاملے میں اس کی زبان پر اعتماد و اعتبار کرے یہ ہے شیعہ کا اولین محدث ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی جس نے عنوان بھی یہی قائم کیا کہ متعہ جو کہے اس کی تصدیق کرو اور تفتیش و تحقیق کے چکر میں نہ پڑو۔

اسی طرح کا عنوان شیعہ کے عظیم محدث اور متکلم ابو جعفر محمد بن حسن طوسی شیخ الطائفہ نے قائم کیا ہے۔

﴿متی ارادالرجل تزویج المتعۃ فلیس علیہ التفتیش عنھا بل یصدقھا فی قولھا﴾ کہ جو شخص عقد متعہ کا ارادہ کرے تو اسے عورت کے معاملے میں تحقیق اور تفتیش کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جو عورت کہہ دے اسی کو درست تسلیم کرتے ہوئے متعہ کرے۔ (خواہ وہ جھوٹ ہی کیوں نہ بول رہی ہو اور مرد کو اس کی سچائی میں شک وشبہ ہی کیوں نہ ہو) پھر اس ضمن میں تین روایات درج کی ہیں ملاحظہ فرمائیں اور متعہ کی سہولتوں اور آسانیوں پر داد دیں۔

۱۔ فضل مولی محمد بن راشد کہتا ہے کہ میں نے امام ابو عبداللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔

﴿انی تزوجت المراۃ متعۃ فوقع فی نفسی ان لھا زوجا ففتشت عن ذالک فوجدت لھا زوجا قال ولم فتشت؟﴾

میں نے ایک عورت کے ساتھ متعہ کیا اور میرے دل میں یہ بات جاگزیں ہوگئی کہ اس کا خاوند ہے۔ (اور اس نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے اور زنا کا ارتکاب کیا ہے؟ چنانچہ میں نے

حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے تفتیش کی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ اس کا خاوند تھا تو امام صا
نے فرمایا تو نے یہ تحقیق وتفتیش کی ہی کیوں؟

۳۔مہران بن محمد اپنے بعض ساتھیوں سے نقل کرتا ہے کہ امام ابوعبداللہ سے عرض کیا گیا۔ان

﴿فلاناتزوج امرائة متعة فقيل له ان لهازوجافسألها فقال ابو عبدالله عليه السلام. ولم سألها؟﴾

بے شک فلاں نے ایک عورت کے ساتھ متعہ کیا تو اسے کہا گیا اس کا خاوند موجود ہے تو اس نے اپنے متعہ سے دریافت کیا تو امام ابوعبداللہ نے (سرزنش کرتے ہوئے) فرمایا۔اس نے سوال کیوں کیا؟

۴۔محمد بن عبداللہ الاشعری کہتا ہے کہ میں نے امام رضا سے دریافت کیا۔

﴿الرجل يتزوج بالمرئة فيقع فى قلبه ان لهازوجاقال ماعليه ارا
لو سالها البينة كان يجد من يشهد ان ليس لها زوج؟﴾

ایک شخص ایک عورت کے ساتھ متعہ کرتا ہے اور اس کے دل میں خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کا خاوند ہے (اور یہ مجھے دھوکہ دے کر متعہ کی اجرت کما رہی ہے) تو آپ نے فرمایا اس پر کوئی حرج نہیں ہے اور نہ تحقیق وتفتیش کے گورکھ دھندے میں پڑنے کی ضرورت ہے۔بتلایئے اگر شخص اس عورت سے گواہ طلب کرے گا تو کیا لامحالہ ایسے اشخاص مل جائیں گے جو گواہی دیں گے کہ اس کا خاوند نہیں ہے۔

ف:روایت گھڑنے والوں نے یہ نہ سوچا کہ متقیوں کے سردار اور پیشوا کیا ایسی بے احتیاطیوں کا حکم دے سکتے ہیں اور علی الخصوص حلال وحرام کے معاملہ میں پھر حیرانگی کی بات ہے کہ امام کو اس قدر بے علم اور بے خبر ثابت کر دکھلایا کہ نفی واثبات میں تعارض وتخالف کی صورت میں ترجیح کس کو ہوتی ہے اور خاص طور پر جو امور خفیہ سرانجام دیے جاتے ہوں اور صرف اخص الخواص ہی اس

سے باخبر ہو سکتے ہوں بلکہ ماں باپ کو بھی خبر نہ ہونے دی جاتی ہو تو وہاں نفی کی گواہی کی کوئی اہمیت بلکہ اعتبار کی صورت ہو سکتی ہے؟

الغرض یہ ہے وہ لچک اور نرمی جس کی وجہ سے کئی لوگ عزت وآبرو گنوا بیٹھتے ہیں اور ان کی عورتوں کو بیک وقت کئی جگہ متعہ کرنے کا موقع مل جاتا ہے اگر پردہ رہ جائے تو آمدنی ہی آمدنی اور بہار ہی بہار ہے اور راز فاش ہو جائے تو صرف بقایا ملنے کی توقع نہیں رکھ سکتیں، بس۔

متعہ کی اجرت

اس متعہ کو سہل ترین اور مرغوب القلوب بنانے کے لئے اسکے مرتکبین اور دلدادگان کو بڑی رعایت اور چھوٹ دی گئی ہے نہ نان ونفقہ لازم نہ لباس و پوشاک کی ذمہ داری اور نہ مکان اور رہائش گاہ مہیا کرنے کا بار گراں اور مزید برآں یہ کہ اجرت بھی انتہائی معمولی یعنی ایک مٹھی گندم یا کھجوریں بلکہ مسواک یا چند گھونٹ پانی مہیا کرنے پر بھی عقد ہو سکتا ہے۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

دلائل ملاحظہ فرمائیں۔۔۔

۱۔﴿عن ابی بصیر قال ساء لت ابا عبدالله علیه السلام عن ادنی مهر المتعة ماهو؟قال كف من طعام دقيق او سويق اوتمر﴾ (فروع کافی ج۱ص۱۹۴)

ابو بصیر سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے متعہ کی کم از کم اجرت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا۔ایک مٹھی آٹا یا ستو یا کھجوریں۔

۲۔﴿عن الاحول قال. قلت لابی عبدالله علیه السلام مااد نی ماتتزوج به المتعة؟ قال كف من بر﴾ (فروع کافی ج۱ص۱۹۴)

احول سے مروی ہے کہ میں نے امام ابوعبداللہ سے عرض کیا کہ عقد متعہ کی ادنی مقدار اور اجرت

کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ایک مٹھی گندم۔

۳۔﴿روی بعضهم (انه) سواک﴾ اور بعض نے اس روایت میں ادنی مقدار اور کمترین اجرت کے طور پر مسواک کا ذکر کیا ہے۔

۴۔امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت (امیر المومنین) عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئی اور کہا۔

﴿انی زنیت فطهرنی فامربهاان ترجم فاخبر بذلک امیر المومنین علی علیه السلام فقال.مررت بالبادیة فاصابنی عطش شدید فاستسقیت اعرابیا فابی ان یسقینی الاان امکنه من نفسی فلماجهدنی العطش وخفت علی نفسی سقانی فامکنته من نفسی .فقال امیر المومنین علیه السلام تزویج ورب الکعبة﴾ (فروع کافی ج ۲ص ۱۹۸باب النوادر)

کہ میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے لہذا مجھ پر شرعی حد لگا کر مجھے پاک کریں آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس سے دریافت کیا تو نے کیسے زنا کیا؟ تو اس نے کہا میں ایک ویرانہ اور جنگل میں سے گزر رہی تھی اس دوران مجھے سخت پیاس لگی۔ایک اعرابی اور بدوی سے پانی طلب کیا تو اس نے اس وقت تک پانی دینے سے انکار کر دیا جب تک کہ میں پانی پلانے کے عوض اس کو جماع اور زنا کا موقع مہیا نہ کروں۔جب مجھے پیاس کی شدت نے مجبور کر دیا اور مجھے جان کا خطرہ لاحق ہو گیا تو اس نے مجھے پانی پلا دیا اور میں نے اس کا مطالبہ اور تقاضائے نفس پورا کر دیا اور اسے زنا کا موقع فراہم کرتے ہوئے اپنا آپ اس کے حوالے کر دیا۔تو امیر المومنین نے فرمایا مجھے رب کعبہ کی قسم یہ تو ازدواجی تعلق ہے نہ کہ زنا یعنی یہ عقد متعہ ہے لہذا اس پر حد اور تعزیر نہیں لگ سکتی ہے لہذا اس کو معافی دی جائے۔

متعہ کے سب شرائط معاف ہو گئے

جس فعل بد کے متعلق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف یہ روایت منسوب کر کے اس کو عقد متعہ اور حلال قرار دیا گیا ہے اس میں نہ متعہ کے صیغے مذکور ہیں نہ اجل اور مدت کا تعین ہے نہ ایجاب وقبول کی ظاہری صورت موجود ہے بلکہ حد یہ ہے کہ عورت کو پتہ تک نہیں کہ متعہ بھی شریعت میں ہے اور ایسی ضرورت اور مجبوری میں اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے بلکہ وہ خود اس کو خالص زنا سمجھتی ہے اور اس آلودگی سے پاکیزگی اور تطہیر کی خاطر شرعی سزا کا مطالبہ کرتی ہے مگر اس کے وہم وگمان کے برعکس اس کو صرف سزا سے ہی معافی نہ ملی بلکہ متعہ کے عظیم اجر وثواب کی مستحق ٹھہری اور وہ جنگلی دیو جو پانی کے چند گھونٹ پلا کر ان کی بڑی قیمت وصول کر گیا اس کو بھی چھٹی مل گئی اور کسی نے نہ پوچھا کہ اسلامی حکومت میں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور حکومت میں تو کون ہوتا ہے مسلمانوں کی عزت وآبرو لوٹنے والا اور ایسی ذلیل حرکت کرنے والا؟ بلکہ اس کے برعکس اس فعل قبیح اور عمل شنیع کو نکاح بنا دیا گیا۔

کیا جہان میں کوئی ایسا عقل مند شخص مل سکتا ہے جو جاں بلب عورتوں کی مجبوریوں سے اس قسم کے فوائد حاصل کرنے کو نکاح قرار دے اور اس درندگی کو عقد متعہ قرار دے کر صرف مباح ہی قرار نہ دے بلکہ بے انتہا اجر وثواب کا موجب قرار دے بلکہ ہر کوئی اسے زنا بالجبر کی ہی ایک صورت تسلیم کرے گا جس طرح کہ خود اس عورت نے اس کو زنا ہی سمجھا اور وہ عورت مستحق تعزیر وحدود نہ سہی اس درندہ صفت انسان کو تو چھٹی نہیں ملنی چاہیے تھی اور نہ اس کا یہ فعل بد نکاح قرار دیا جانا چاہیے تھا لیکن صرف روافض ہی ہیں جو ایسے شرمناک فعل کو بھی نکاح بنا دیتے ہیں اور ایسے ناپاک فعل کی نسبت ان مقدس لوگوں کی طرف کر کے ستم بالائے ستم کے مرتکب ہوتے ہیں۔

نیز قابل غور امر یہ ہے کہ یہ فعل نکاح دوام تو ہے نہیں لامحالہ اس کو متعہ ہی قرار دیا جائے گا تو کیا واقعی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دور فاروقی میں ایسے گھناؤنے فعل کو متعہ کہہ کر جائز قرار دے سکتے تھے؟ قطعاً نہیں بالکل نہیں بلکہ وہ تو اپنے دور حکومت میں بھی جبکہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصال فرمائے تیرہ چودہ سال بیت چکے تھے یہی کہتے نظر آتے ہیں۔

﴿لولا سبقنی الیه عمر مازنا الاشقی یعنی الاقلیل اراد (انه) لو لاماسبقنی به عمر رضی الله تعالیٰ عنه من نهیه عن المتعة وتمکن نهیه فی قلوب الناس لندبت الناس الیها ورغبتهم فیها﴾ (تفسیر صافی ص ۱۲۷)

یعنی عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے پہلے لوگوں کو متعہ سے منع نہ کر دیا ہوتا اور لوگوں کے دلوں میں ان کا امتناعی حکم راسخ نہ ہو چکا ہوتا تو میں انہیں متعہ کرنے کی دعوت اور ترغیب دیتا تاکہ وہ متعہ میں مشغول ہو کر زنا سے بچ جاتے اور صرف قلیل لوگ ہی زنا کرتے جو بہت بد بخت ہوتے۔

الغرض جب شیر خدا اسد اللہ الغالب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے اتنا عرصہ بعد بھی اس طرح کا حکم دینے سے قاصر ہیں تو انہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ان کے حتمی فیصلہ کے خلاف فتوئ دینے کی ہمت کیسے ہو سکتی تھی یا تقیہ کے دعوے غلط ہیں۔ یا اس قسم کی روایات سراسر کذب ہیں۔

الغرض متعہ جیسے عقد میں مالی بوجھ کے اندر چھوٹ اور رعایت اور تعداد میں اس قدر وسعت کہ ہزار عورت سے بھی یہ عقد جائز اور درست نان ونفقہ اور پوشاک وغیرہ سے مکمل چھوٹ اور درجات ومراتب کے لحاظ سے بے انتہا ترقی اور رفعت تو کیا کہنے ہیں اس عقد متعہ کے اور اس مذہب تشیع کے بس حلوائے بے دود ہے اور مفت کی شراب عتیق ورحیق بشرطیکہ خوف خدا نہ ہو اور نبی الانبیاء ﷺ سے شرم وحیا نہ ہو۔

شیعی تاویل وتوجیہ

علامہ ڈھکو صاحب فرماتے ہیں۔ متعہ کے لئے معمولی اجرت رکھی گئی ہے تو کون سی قیامت آگئی۔ عقد مہر میں بھی تو معمولی حق مہر دینا کافی ہے۔

اقول: دائمی نکاح میں گو صرف احناف کے نزدیک کم از کم دس درہم چاندی کے تعین ہے اور دوسرے ائمہ کرام معمولی مالیت کی اشیاء کو بدل مہر کے طور پر جائز رکھتے ہیں۔ لیکن اس میں خوراک، پوشاک اور رہائش وغیرہ کی ذمہ داری تو خاوند پر عائد ہوتی ہے لیکن عقد متعہ میں وہ ذمہ داریاں بھی معدوم اور اجرت کی حالت بھی ملاحظہ کر چکے تو اس سے صاف ظاہر اور روشن ہو گیا کہ اس مذہب اور نظریہ کے ایجاد کرنے کا بنیادی مقصد آوارگی اور بے راہ روی پیدا کرنا ہے اور نکاح مسنون جو کہ سراسر خیر وبرکت ہے اور عزت وناموس اور حسب ونسل کی حفاظت اور صیانت کا موجب اس سے لوگوں کو ہٹانا بے رغبت کرنا اور سراسر عیاش اور شہوت پرست بنانا ہے۔

متعہ کی اجرت کس وقت اور کتنی دینی لازم ہے؟

یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ جو معمولی اجرت بھی عقد متعہ میں طے پائی ہو، محض عقد متعہ کی وجہ سے وہ ادا کرنی لازم نہیں ہوگی بلکہ اس کے لئے عملاً مکمل استفادہ اور نفع اندوزی کا موقع پانا ضروری ہے۔ ورنہ اس کی ادائیگی مکمل طور پر روکی جا سکتی ہے یا اس میں کٹوتی کی جا سکتی ہے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ اگر عقد متعہ کے بعد مرد کو موقع ہی نہیں دیا گیا کہ وہ جماع کرے، خواہ عورت کی طرف سے رکاوٹ پیش آئی یا اس کے اقارب کی طرف سے اور سارا وقت جو متعہ کے لئے مقرر کیا گیا تھا اسی طرح گزر گیا تو اس عورت کے لئے بالکل اجرت نہیں ہے اور اگر کچھ عرصہ تو اسی طرح محرومی

میں گزرا مگر بقیہ وقت میں موقع مل گیا تو مقررہ اجرت اور ایام عقد کی مناسبت سے جتنے دن اس کو موقع ملا ان کی اجرت ادا کرئے گا اور عورت کے نشوز اور اپنے حرمان والے ایام کی اجرت ساقط ہو جائے گی۔ (برہان المتعہ ص ۶۱)

﴿وقال ابو الحسن علیہ السلام نعم ینظر ماقطعت من الشرط فیحبس عنھا من مھر ھابمقدار مالم تف بہ ماخلا ایام الطمث﴾ (فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۶)

امام ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں مرد دیکھے کہ عورت نے مشروط ایام میں سے کتنی مقدار منقطع کردی ہے۔ تو اسی قدر اس کی اجرت سے روک لے جس قدر اس نے وفا کی، ماسوا ایام حیض کے (ان کی اجرت نہیں کاٹی جاسکتی کیونکہ وہ شرعی عذر ہے)۔

۲۔ اگر عقد متعہ کے بعد اور مجامعت اور مباشرت سے پہلے اجل اور مدت متعہ عورت کو ہبہ کو دے تو علماء شیعہ کی ایک جماعت کے نزدیک نصف مہر ادا کرنا ہوگا اور اگر ایک مرتبہ جماع کرنے کے بعد بقیہ ایام ہبہ کردے تو پوری اجرت دینا لازم ہوگی۔ (برہان المتعہ ص ۶۲، ۶۱)

اور جامع عباسی ص ۱۵۱ پر مرقوم ہے۔ اگر زن متعہ باشد و مدت را باو بخشد نصف آنچہ باو قرار دادہ بدہد۔ یعنی متعی عورت کو متعہ بخشنے پر آدھی اجرت دینی لازم ہوگی۔ اس عبارت سے تمام علماء شیعہ کا اس بات پر اتفاق یا کم از کم اس قول کا مختار ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ اگر جماع سے پہلے مرد فوت ہو جائے تو متعہ والی عورت کے لئے آدھی اجرت ہوگی اور عدت وفات بھی لازم ہوگی مگر بعض علماء اس صورت میں بھی پوری اجرت ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں اور کامل احتیاط اسی میں ہے۔ (برھان المتعہ ص ۶۱)

اگر موت قبل دخول حائل شد پس او را نصف مہر و نگذاشتن عدت وفات میرسد و تمام مہر نزد بعضے باشد و ایں احوط ست۔

متعہ کے لئے ایڈوانس بکنگ

۴۔ اگر عقد معلق ہے مدت موخر پر خواہ ایک ماہ کم وبیش یعنی عقد آج طے پا گیا لیکن مدت اور اجل ایک ماہ بعد شروع ہونی قرار پائی تو اس میں کوئی عیب اور جائے اعتراض نہیں اما نتیجہ در چند موضع دہد یعنی اس کے اثرات چند جگہ ظاہر ہوں گے۔

ا۔ ایں ضعیفہ در بین ایں زمان تا زمان حضور اجلش با غیر عقد صیغہ دیگر نمیتواند اگرچہ زمان وسعت مدت وعدت ایں صیغہ ہم داشتہ باشد۔ یعنی یہ عورت وقت عقد سے لے کر عقد متعہ کے آغاز تک کسی دوسرے شخص سے عقد متعہ کی مجاز نہیں ہوگی خواہ درمیانی عرصہ اتنا وسیع ہو کہ متعہ کے ایام گزر کر عدت بھی گزر سکے یا آیسہ یا صغیرہ ہم علی الاطلاق باشد خواہ وہ عورت سن ایاس کو پہنچی ہو (جس کی عدت ہی نہیں ہوا کرتی) اور یا صغیرہ ہو (اس کی بھی عدت نہیں ہوتی)۔

ب: خواہر ایں زن را دریں مدت در عقد نمیتواند آورد۔ دوسرا اثر یہ مرتب ہوگا کہ وہ مرد اس منسوبہ عورت کی بہن سے ان ایام میں عقد نہیں کر سکے گا۔

ج: اگر مابین عقد و اجل موت حائل شد پس عقد و مہر و عدت باطل شد۔ تیسرا ثمرہ اور نتیجہ ی مترتب ہوگا کہ اگر عقد معلق اور آغاز اجل و مدت کے درمیان موت حائل ہو جائے تو عقد بھ باطل ہو جائے گا اور مہر وعدت بھی۔ (برھان المتعہ ص ۶۰)

تبصرہ بیک وقت دو مردوں کے ساتھ عقد متعہ کا جواز

اگر عقد معلق اب منعقد نہیں ہو چکا تھا تو اس عورت کی بہن سے عقد ممنوع کیوں ٹھہرا اور اب منع ہو چکا تو بیک وقت دو عقد قرار پائے گئے ایک کے لئے مباشرت اور مجامعت حلال ٹھہری گ دوسرے کا بھی عقد متعہ صحیح ہے اگرچہ وہ ابھی مباشرت اور مجامعت کا حقدار نہیں ہے کیا کوئی آس

مذہب ایسی ایڈوانس بکنگ کی مثالیں عورتوں کے متعلق پیش کرسکتا ہے؟ نہیں قطعاً نہیں یہ صرف اور صرف روافض کو امتیاز حاصل ہے اور انہوں نے ہی یہ انوکھے طریقے ایجاد کیے ہیں۔

آمدم برسر طلب۔اس امر سے قطع نظر کہ یہ عقد غلط ہے یا صحیح ہم نے یہ بتلایا ہے کہ عقد متعہ متحقق مان کر موت حائل ہونے کی صورت میں اجرت کے لزوم کر باطل ٹھہرایا گیا ہے لہذا واضح ہوگیا کہ محض عقد متعہ سے اجرت مقررہ ادا کرنا لازم نہیں ہے۔

قول باری تعالیٰ۔فما استمتعتم به منهن الآية

اور شیعی استدلال کا بطلان

مندرجہ بالا حوالہ جات سے حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ شیعہ مذہب میں عقد متعہ سے پوری اجرت مقررہ ادا کرنی لازم نہیں ہے بلکہ دائمی نکاح کی طرح دراصل جماع اور مباشرت کے ساتھ ہی پوری اجرت دینا لازم ہوتی ہے خواہ حقیقتاً مباشرت پائی جائے یا حکماً جیسے خلوت صیحہ وغیرہ اور اگر عورت اور اس کے اقارب مباشرت سے مانع ہوں تو عقد کے باوجود ایک پائی کی بھی حقدار نہیں اور بعض حصہ مقررہ میں سے بلا مباشرت گزار دیں تو کٹوتی کرلی جائے گی لہذا شیعہ صاحبان کا اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے استدلال لغو اور باطل ہو جائے گا۔**فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن** کیونکہ محض عقد متعہ سے اجرت مقررہ ادا کرنا ان کے نزدیک لازم ہی نہیں اور اس آیت کریمہ سے عقد متعہ مراد ہوتو پھر شیعہ مذہب کا خلاف قرآن ہونا لازم آئے گا۔اور یہ تفصیلات وتفریعات لغو اور باطل ٹھہریں گی۔تو لامحالہ قول باری تعالیٰ میں استمتاع سے مراد مجامعت اور مباشرت ہوگی اور یہ معنی لغوی ہے جو کہ عقد دائم میں بھی متحقق ہے اور اس آیت مبارکہ کا سیاق وسباق بھی عقد دائم کے احکام پر مشتمل ہے۔

لہذا شیعہ اور اہل سنت کے اجماع واتفاق سے یہاں پر استمتاع کا لغوی معنی مراد ہونا

قطع ہوگیا اور اس سے محض عقد متعہ مراد ہونا غلط محض اور سراسر باطل ہوگیا۔(استبصار ص ۱۱۱) وغیرہ میں یہی حکم حضرت امام جعفر صادق اور حضرت امام محمد باقر سے مروی ہے۔

﴿لا یوجب المهر الا الوقاع فی الفرج اذاالتقی الختانان وجب المهر و العدة﴾

یعنی فرج میں جماع اور عورت ومرد کی شرم گاہوں کے اختلاط سے مہر اور عدت لازم ہوتے ہیں اور امام محمد باقر فرماتے ہیں۔**﴿اذا دخل بها (الی) یجب المهر﴾**۔یعنی مجامعت سے ہی مہر اور اجرت لازم ہوگی۔

لہذا امر نیمروز کی طرح روشن ہوگیا کہ اس آیت کریمہ میں صرف اور صرف مہر کامل کے وجوب کا بیان ہے اور اس فرض سے جلد سبکدوش ہونے کی اپیل ہے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ میں ایک عورت کے ساتھ نکاح اور مباشرت کروں اور اسے کچھ نہ دوں تو یہ طریقہ جائز ہے؟

آپ نے فرمایا۔**﴿نعم یکون دینا علیک﴾** ہاں مباشرت جائز ہے لیکن مہر اور اجرت تجھ پر قرض ہوگی۔ (استبصار ص ۱۱۸)

اور یہی الفاظ متعدد روایات میں موجود ہیں لہذا آیت کریمہ میں بھی استمتاع اور حصول منفعت کے بعد لازم آنے والے اس قرض کی ادائیگی اور اس فرض سے جلد از جلد سبکدوش ہونے کی تلقین ہے۔

قرات شاذہ الی اجل مسمی کا حقیقی مفہوم

نیز جس قرات شاذہ میں **الی اجل مسمی** کے کلمات مذکور ہیں تو اس میں بھی اس اصل اور قرض کی ادائیگی کی تاکید اکید مقصود ہے یعنی جب صرف ایک مرتبہ مجامعت کر لینے سے ہی حق مہر تم پر واجب الادا ہو چکا تھا تو جن کے ساتھ تم لمبے عرصہ تک نفع اندوز ہوتے رہے انہیں

مقرر حق مہر کیوں نہیں دیتے جلد از جلد اس قرض کو ادا کرو اور حق کو حق دار تک پہنچاؤ علاوہ از
قرات متعہ کے اصطلاحی یا شرعی معنی کے ارادے سے مانع ہے کیونکہ مدت کی تعیین اس کی ما
میں داخل ہے اور بغیر اس کے متعہ کا تحقق نہیں ہوسکتا تو پھر متعہ کے بعد اس کا ذکر بے فائدہ
رہ جائے گا۔ اور عبث وھو کما تری۔

نیز الی اجل مسمی شاذ قرات ہے جس کا درجہ اخبار آحاد سے بھی کم ہوتا ہے
اس قرات کی وجہ سے قرات متواترہ کا حکم کیونکر نظر انداز کر سکتے ہیں اور اس آیت کریمہ کے سیاق
وسباق کو کیونکر نظر انداز کر سکتے ہیں جو صاف صاف دلیل ہیں اس امر واقعہ کی کہ عقد نکاح کے
جب ان منکوحہ عورتوں سے مباشرت کر لو تو ان کا حق مہر ان کو ضرور ادا کرو نیز مہر معجل بھی ہوتا
اور موجل بھی تو قرات شاذہ میں مہر موجل کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے۔ جس طرح متواترہ
مطلقاً مہر ادا کرنا لازم کیا گیا تو اس صورت میں بھی متعہ معروفہ پر استدلال غلط ہو گیا۔ مزید
اس آیت کریمہ کی دوسری جگہ ذکر کی گئی ہے۔

فائدہ ضروریہ

اب تک ناظرین کرام نے عقد متعہ میں اجرت کی مقدار اور اس کی ادائیگی کے احکام
ملاحظہ فرمائے اب ذرا اس معمولی اجرت کو بھی واپس لینے کا طریق کار اور حیلہ گریوں کا نمو
دیکھیں اور بزعم خویش اللہ تعالیٰ کے عقد متعہ کی اجرت ادا کرنے والے ﴿فاتوھن اجورھن﴾
پر عمل درآمد کا بھی مشاہدہ کریں اور یہ بھی دیکھیں کہ یہ کارستانیاں عوام سے لے کر خواص تک
برابر پائی جاتی ہیں اور اس حمام میں سبھی ننگے نظر آتے ہیں اور شرم وحیا کی دولت سے محروم۔ اور
سب رازھائے درون پردہ جناب علامہ نعمت اللہ الجزائری کی زبانی معلوم ہوئے ہیں آپ
مطالعہ کریں اور عبرت حاصل کریں۔

شیعہ کا متمتعات کے ساتھ سلوک اور اجرت
واپس لینے بلکہ نفع کمانے کے حیلے

سید نعمت اللہ الجزائری نے اس ضمن میں چند واقعات درج کیے ہیں وہ قارئین کی طمانیت طبع کے لئے پیش کیے جاتے ہیں تاکہ ان لوگوں کی شرم وحیا کا اندازہ ہو سکے اور یہ بھی اندازہ ہو سکے کہ ان کے نزدیک قطعاً ﴿فاتوھن اجورھن﴾ کا یہ معنی نہیں ہے کہ عقد متعہ طے ہونے پر پوری اجرت ادا کرنی لازم ہے بلکہ ان کا ہدف پورا نہ ہو تو نہ صرف ادا کردہ رقم واپس لے لیتے ہیں بلکہ مزید وصول کیے بغیر ان بے چاریوں کی جان بخشی نہیں کرتے۔ بہر حال گھر کے بھیدی کی زبانی حقائق درون پردہ کا مشاہدہ فرمائیں۔

ا۔ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک نے ایک عورت کے ساتھ عقد متعہ کیا چونکہ وہ فقیر آدمی تھا لہذا اجرت دو درہم طے ہوئی چنانچہ اس نے ایک رات میں اس کے ساتھ پانچ مرتبہ جماع کیا جب صبح ہوئی تو اس نے دو درہم اجرت طلب کی مگر وہ تو اس مومن کے پاس تھے نہیں (دیتا کس طرح) چنانچہ جب اس مومنہ نے مومنین کے بھرے مجمع میں اپنی آپ بیتی کہہ سنائی اور محرومی کا رونا رویا اور کہا اس نے پانچ مرتبہ جماع کیا ہے اور دو درہم بھی دینے کو تیار نہیں ہے چنانچہ اس مومن نے اس کے تقاضے سے مجبور ہو کر کہا۔

﴿یا حبابة! تعالیی ثم انه نام ورفع ارجله وقال تعالی جامعینی سبع مرات عوض الخمسة المرات فقال الخاضرون الحق مع العالم﴾

اے دلدادہ تشریف لائیے پھر وہ لیٹ گیا اور اپنی ٹانگیں اوپر کو اٹھالیں اور کہا میرے ساتھ پانچ کو عوض سات مرتبہ جماع کر لے تو حاضرین (اش اش کر اٹھے اور کہا) حق اس عا
کے ساتھ ہے۔

۲۔ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک نے شیرازی عورت کے ساتھ عقد متعہ کیا اور اس کو ایک محمدیہ (سکہ کا نام) دینے کا عہد کیا موسم گرمی کا تھا دوسرے ساتھی مکان کی چھت پر سو گئے اور اس نے حجرہ کا دروازہ بند کر کے اس عورت کے ساتھ رات گزارنے کی ٹھانی۔ ابھی رات آدھی ہوئی ہوگی کہ اس عورت کی آواز اور چیخنے چلانے سے ہم لوگ بیدار ہو گئے تو کیا سنتے ہیں کہ وہ کہہ رہی تھی خدا کیلئے آیئے اور مجھ اس مومن سے بچایئے اس نے تو میری شرم گاہ ہی چیر کر رکھ دی ہے چنانچہ ہم نیچے اتر کر اس کے پاس گئے اور میں نے اس عورت سے ماجرا پوچھا تو اس نے بتلایا کہ رات ابھی آدھی نہیں ہوئی اور اس نے بیس مرتبہ میرے ساتھ جماع کر لیا ہے (آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا) اور میں اس کی قوت برداشت نہیں رکھتی اسے کہیے یہ اپنا سکہ لے لے اور بقیہ رات مجھے معاف رکھے۔

جب میں نے رفیق سفر مومن سے جواب دعویٰ کی وضاحت چاہی تو اس نے کہا یہ بالکل جھوٹی ہے پھر میرا ہاتھ پکڑ کر حجرہ میں لے گیا تو اس نے ہر بار کے جماع کی دیوار پر لکیریں کھینچ کر نشاندہی کر رکھی تھی۔ جب مجھے گننے کا حکم دیا تو اٹھارہ لکیریں نکلیں تو کہنے لگا دیکھو کس قدر جھوٹی ہے۔ تو میں نے اس سے کہا۔

﴿یا فلان اقسم علیک باللہ ماکان فی نظرک الشریف الی وقت الصباح من مرة فقال واللہ کان فی خاطری اربعین مرة﴾

اے فلاں میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ جناب کی نظر شریف اور خیال مبارک میں صبح تک کتنی مرتبہ جماع کرنے کا ارادہ تھا۔ تو اس نے کہا بخدا میں چالیس مرتبہ جماع کا عزم صمیم رکھتا تھا۔ (لیکن یہ مومنہ شکست کھا گئی اور سب ارادے خاک میں مل گئے اور اٹھارہ مرتبہ کا جماع مفت میں نصیب ہو گیا)

﴿ثم ان المراة اعطته المحمدية وانهزمت نصف اللیل﴾

مومنہ نے اجرت کی وصولی کے لئے بہت بڑی برداشت کی اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا مگر اس کی بدقسمتی کہ اسے اس مومن کی قوت فعل و تاثیر کا اندازہ ہی نہ تھا اور نہ ہی کبھی ایسے مومن کا تصور ہی اس نے کیا ہوگا اس لئے سب صبر و تحمل اکارت گیا اور پوری اجرت واپس کر کے جان بچائی۔

۳۔ بعض مومنین نے اصفہان میں متعہ کا ارادہ کیا تو اسے ایک بڑھیا دلالہ نے کہا میں تجھے ایک حسین وجمیل متعی عورت کا پتہ بتاتی ہوں چنانچہ وہ اسے ایک گھر میں لے گئے جس میں ایک پردہ دار عورت ستر اور پردہ میں مستور بیٹھی تھی۔ چنانچہ اس نے اس کو جوان اور حسین سمجھ کر قبول کر لیا اور اجرت بڑھیا کے ہاتھ تھما دی جو لے کر رفو چکر ہوئی اور جب حجاب اٹھایا تو نوے سال سے زائد عمر کی عورت برآمد ہوئی جس کے منہ میں دانت ہی نہ تھے چنانچہ اس نے چند لمحے سوچا (کہ کس طرح رقم واپس لوں) پھر کہا اے مجسمہ محبت وتولا مجھے کچھ تیل درکار ہے وہ اٹھی اور اس نے فی الفور تیل حاضر کر دیا تو اس نے سر سے دستار وغیرہ اتار کر اچھی طرح سر کو تیل کے ساتھ تر کیا۔ پھر اسے کہا۔۔۔﴿نامی علی اسم اللہ حتی نقضی الحاجة فنامت فقدم راسه فقالت ماتصنع؟ قال قاعدة بلادنا ان یاتون النساء بروسهم﴾

اللہ کا نام لے کر لیٹ جا تاکہ اپنا کام شروع کریں چنانچہ وہ لیٹ گئی تو اس نے اپنا سر اندر داخل کرنے کے لئے مقام مخصوص پر رکھا تو وہ چلا اٹھی ارے کم بخت یہ کیا کرتے ہو اس نے کہا ہمارے علاقے کا دستور العمل ہی یہی ہے کہ وہ عورتوں کے اندام مخصوص میں اپنے سر داخل کرتے ہیں اس عورت نے کہا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے شہروں کو برباد کرے۔ ﴿ھذا شیئی مایکون فقال انظری کیف یکون﴾ یہ کام تو ہو سکتا ہی نہیں اس نے کہا بس دیکھو تو سہی کیسے ہوتا ہے بالکل ہو کر رہے گا۔ چنانچہ وہ مجبور ہو کر اس کے نیچے سے نکلی اور درہم اس کی طرف پھینکتے ہوتے کہا۔ ﴿ھذا دراھمک خذھا لا بارک اللہ﴾ یہ اپنے درہم لیجا اللہ تیرے لئے ان میں برکت نہ دے لیکن اس نے کہا نہیں یہ نہیں ہو سکتا (قول مرداں جان دارد و عہد نبھاؤ اور ان کے

بدلے میرے سرنیاز کو بارگاہ ناز میں داخلہ کی اجازت مرحمت کرو اور مزاحمت سے باز آؤ)

﴿فلم يقبل حتى ضاعفت له الدرابم اضعافا كثيرة بالتماس كثير حتى اخذها وخرج منها﴾

چنانچہ اس عورت نے منت سماجت کر کے کئی گنا زیادہ دراہم دے کر جان چھڑائی اور وہ مومن ان دراہم مضاعفہ اور کثیر منفعت سے فائز المرام ہو کر اور تیل سے مرغن ہو کر واپس تشریف لے گئے۔

۴۔ ایک اور مومن کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا جب اس نے متعی عورت کے ستر اور پردہ کو ہٹایا تو بنی اسرائیل کی بوڑھی عورتوں سے بھی عمر میں متجاوز پایا چنانچہ لوٹا اٹھا کر بیت الخلاء کی طرف قضائے حاجت کے بہانے گیا اور اپنے آلہ تناسل پر اپنی دستار کو لپیٹ لپیٹ کر اسے ہاون دستہ کی مانند بنا ڈالا پھر ہائے وائے کرتے ہوئے اس عورت کی طرف واپس آیا اور پردہ ہٹا کر آلہ اس کو دکھایا اس نے کہا یہ پٹی کیسی ہے؟

تو اس نے کہا مجھے زہر باد کی بیماری ہے اور مجھے طبیب نے یہ مشورہ دیا ہے کہ میں بوڑھی عورت کے ساتھ متعہ کروں اور یہ زہر اس کی اندام نہانی میں گراؤں تب شفا پاؤں گا۔ تو وہ یہ صورت حال دیکھ کر سن کر چلا اٹھی اور کہا۔

﴿خذ دراهمک لابارک الله لک فيها. فقال هيهات هيهات لاافعل هذاابدا حتى زادت على ماعطاهازيادة وافرة فاخذها ومضى﴾

اپنے دراہم واپس لے اللہ تعالیٰ تیرے لئے ان کو نا مبارک کرے تو اس نے کہا نا ممکن ، نا ممکن میں قطعاً ان کو واپس نہیں لوں گا۔ حتیٰ کہ اس عورت نے وصول کردہ دراہم پر بہت زیادہ دراہم اپنی طرف سے بھی اس کو دیے تب وہ انہیں لے کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔

(انوار نعمانیہ ص ۴، ۱۳۱، ۱۳۰)

ہمارے بھائیوں میں سے ایک نے شیراز میں ایک عورت سے عقد متعہ کیا جبکہ وہ ہمارے ساتھ مدرسہ منصوریہ میں قیام پذیر تھا جب عورت نے پردہ ہٹایا اور مجامعت کے لئے گدی کے بل لیٹ گئی تو اس نے اندام مخصوص کو دیکھا کہ وہ غیر مختون ہے تو نشتر لے کر اس عورت کا ختنہ کر دیا تو وہ درد سے چلا اٹھی اور ادھر خون فوارہ کی صورت بہہ نکلا چنانچہ وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے مجھ سے زخمی کرنے کی دیت اور تاوان طلب کیا اور میں نے اس سے ختنہ کرنے کی اجرت طلب کرنی شروع کر دی۔ **﴿وغلبتها واخذت منها القيمة لكن لامن جنس الدراهم والدنانير﴾** (ص ۱۵۲)

اور کہا کہ میں اس پر (حجت و برھان کے ساتھ) غالب آ گیا اور ختنہ کرنے کی اجرت اور قیمت وصول کی لیکن نقدی کی صورت میں نہیں (بلکہ جماع اور مباشرت کی صورت میں لیکن ادا کی جانے وہ کیا وزنی دلائل تھے جن سے مغلوب ہو کر اس مومنہ نے لہولہان ہونے کے باوجود اپنے اس عضو مخصوص کو اس مومن کے حوالے کر دیا اور ہر چہ بادا باد پر راضی ہو گئی)

پچھلی سطور میں آپ نے مومنہ کی شکست اور ناکامی ملاحظہ فرمائی اب آپ مومنہ کی فراخدلی اور مومن کی شکست اور ناکامی و نامرادی ملاحظہ کریں۔ علامہ جزائری فرماتے ہیں۔

ہمارے صالح بھائیوں میں سے ایک نے شیراز میں ایک عورت کے ساتھ عقد متعہ کیا۔ جب دروازے بند کئے اور کار خاص کا آغاز کرنے کا عزم صمیم کیا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس متعی عورت کا چہرہ سالخوردہ مشک کی مانند خشک اور جھریوں والا ہے اور اس کے منہ میں دانت بھی نہیں ہیں جن کے ساتھ بات کر سکے ماسوا ان کی بوسیدہ جڑوں کے چنانچہ اجرت کھری کرتے ہوئے آنکھیں بند کر کے اور ناک پر ہاتھ رکھ کر جماع کر ہی ڈالا اور فارغ ہونے پر دروازہ کھول کر جانے کی سوچ رہا تھا تو اس نے کہا۔ **﴿لاتفتحه ودعنا اليوم في عيشناوان لم تردمن الحبل فهذاغيره حاضر﴾**

دروازہ نہ کھول اور آج کا دن عیش ونشاط میں رکھ اور اگر اگلا حصہ پسند نہیں ہے تو پچھلی طرف بھی ایک قابل استعمال مقام ہے وہ حاضر ہے دامن جھٹک کر نہ جا اور محروم وصال نہ کر۔

﴿فعرفت الموت فی الموقعة الاخری فصحت الی اصحابی هلموا الی وخلصونی من هذا الموت الحاضر فاتوا الی وحدوا الباب واخرجونی منها﴾

مگر میں نے دوسری مرتبہ جماع کرنے میں اپنی موت کا یقین کرلیا تھا لہذا فوراً اپنے ساتھیوں سے فریاد کی کہ میری مدد کو پہنچئے مجھے اس سر پر منڈلاتی موت سے نجات دلایئے چنانچہ وہ میرے پاس پہنچ گئے اور دروازہ کھول کر مجھے اس کے پاس سے نکال لیا۔

ف: شیعہ حضرات کے حسن انتظام کی داد دینی پڑتی ہے کہ ریز روعملہ بالکل قریب موجود رہتا ہے جونہی متعی مرد اور عورت مدد کو پکاریں فوراً موقعہ پر پہنچ جاتے ہیں اور کوئی ناگوار حادثہ پیش نہیں آنے دیتے۔ نیز اس صورت حال کو دیکھ کر سمجھ میں یہ بات آہی گئی کہ علما شیعہ نے ایسی بوڑھی عورتوں کے لئے کیوں عدت مقرر نہیں کی بلکہ مسلسل اور یکے بعد دیگرے ان کے ساتھ متعہ کرنا جائز اور مباح رکھا ہے کیونکہ ایسی صورت میں تو وہ متعی مردوں کیلئے مردم خوار اژدھا ثابت ہوتی ہیں بلکہ میرا مشورہ یہ ہے کہ صاحب برہان المتعہ کو صبح سے شام تک ایک کے ساتھ اور شام سے لے کر صبح تک دوسرے کے ساتھ والی قید بھی ختم کردینی لازم ہے۔ دیکھو! پورا دن یا پوری رات معین کرنے میں مومنین پر کس قدر موت کا اندیشہ ہوسکتا ہے اور امدادی عملہ کی ضرورت پیش آتی ہے لہذا حکم سرکار اس طرح ہونا چاہیے کہ ایسی مادران ملت کے دروازہ پر ارادتمندوں کی لائن لگی ہونی چاہیے اور تسلسل برقرار رہنا چاہیے تاکہ نہ کسی کی جان پر بنے اور نہ کسی کی تمناؤں کا خون ناحق ہو بلکہ ہر طرف خوشی اور مسرت کا دور دورہ ہو اور لوگ عبداللہ بن سبا اور حمدان قرمط کے بچوں کو دعائیں دیتے رہیں۔

عقد متعہ کی صورت میں عدت

علماء شیعہ نے عقد متعہ کے دیگر احکام میں انوکھا پن اور جدت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ عدت کے معاملہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا بلکہ اس میں بھی ہر ممکن رعایت مہیا کی ہے اور نکاح دوام سے بالکل مختلف احکام جاری کئے جو اس حقیقت کی دلیل ناطق ہیں کہ قرآن مجید میں جس نکاح اور رشتہ ازدواج کے احکام مذکور ہیں متعہ اس نکاح میں داخل نہیں ہے ورنہ احکام عدت میں مختلف نہ ہوتا بہر حال پہلے احکام عدت ملاحظہ فرمائیں مزید تبصرہ بعد میں معروض خدمت ہوگا۔

۱۔ عدت متعہ بروایت ابن عباس یک حیض است ایں متروک العمل است وآنچہ مشہور واکثر است آنست کہ دو حیض عدت دارد ونزد بعض دو طہر اگرچہ قول مشہور معمول است لیکن آخر احوط است۔

(برہان المتعہ مولفہ ابوالقاسم النقی الرضوی)

متعہ کی عدت ابن عباس کے قول کے مطابق ایک حیض ہے اس روایت پر عمل متروک ہے اور مشہور اور اکثر روایت یہ ہے کہ اس کی عدت دو حیض ہے اور بعض کے نزدیک دو طہر ہے اگرچہ معمول بہ قول مشہور ہے لیکن زیادہ احتیاط آخری قول میں ہے۔

۲۔ ﴿قال ابو عبدالله خمسة واربعون يوما او حيضة مستقيمة﴾

(استبصار جلد ثانی ص ۸۱)

بقول امام جعفر صادق علیہ السلام عدت متعہ ۴۵ دن یا ایک حیض کامل ہے۔

۳۔ ﴿عن محمد بن مسلم عن ابی عبدالله علیه السلام فی المتعة قال لیست من الاربعة لانها لاتطلق ولاترث وانما هی مستاجرة وعدتها خمسة واربعون لیلة﴾

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا متعہ والی عورت چار میں سے نہیں ہے کیونکہ نہ طلاق دی جاتی ہے نہ وراثت بنتی ہے وہ صرف اجرت پر لی جاتی ہے اور اس کی عدت ۴۵

ایام ہیں۔ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۹)

۴۔﴿عن زراره عن ابی عبدالله علیه السلام ان کانت تحیض فحیضة وان کانت لاتحیض فشهر ونصف﴾ (فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ متعہ والی عورت کو حیض آتا ہے تو پھر عدت ایک حیض ہے اور حیض نہیں آتا تو پھر اس کی عدت ۴۵ دن ہے۔

۵۔﴿عن ابی عبدالله علیه السلام فی الصبية التی لا تحیض مثلها والتی قد ایست من المحیض لیس علیها عدة وان دخل بها﴾

(فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۸)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس صغیرہ کے متعلق جسے حیض نہ آتا ہو اور اس کبیرہ کے متعلق جس کو حیض سے مایوسی ہو چکی ہو مروی ہے کہا اس پر عدت نہیں خواہ عقد متعہ کے بعد ان کے ساتھ مباشرت ومجامعت بھی کی گئی ہے۔

۶۔﴿عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیه السلام قال التی لاتحبل مثلها لاعدة علیها﴾

امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس عمر کی لڑکی کو بوجہ صغیر سنی حمل نہ ٹھہرتا ہو اس پر عدت نہیں ہے۔ (فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۸)

۷۔﴿عن عبدالرحمن بن الحجاج عن ابی عبدالله علیه السلام قال ثلاث یتزوجن علی کل حال التی لم تحض ومثلها لاتحیض وقال قلت ماحدها قال اذااتی لها اقل من تسع سنین والتی لم یدخل بها والتی قد یئست من المحیض ومثلها لاتحیض قلت وماحدها؟ قال اذا کان لها خمسون سنة﴾

(فروع ج ۲ ص ۱۷۸)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تین عورتیں ہر حال میں شادی کر سکتی ہیں۔

۱۔وہ جس کو حیض نہ آیا ہو اور اس کی عمر کی لڑکیوں کو بھی حیض نہ آتا ہو۔ راوی عبدالرحمٰن نے دریافت کیا۔ اس کی حد عمر کیا ہے تو فرمایا جس پر ابھی نو سال سے کم عرصہ گزرا ہو۔

۲۔جس کے ساتھ دخول اور مباشرت نہ پائی گئی ہو۔

۳۔جو حیض سے مایوس ہو چکی ہو اور اس کی عمر کی عورتوں کو حیض نہ آتا ہو میں نے عرض کیا اس کی عمر کی حد کیا ہے؟ تو فرمایا جب اس کی عمر پچاس سال کی ہو۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے قارئین کرام نے اندازہ کر لیا کہ متعہ اور نکاح دوام میں کتنا بڑا فرق ہے۔

1۔متعہ کی عدت ایک حیض رکھی گئی ہے حالانکہ یہ لونڈی کا حکم ہے جبکہ اس کو خریدا جائے تو مشتری پر اس کے رحم کی برات معلوم کرنے کے لئے ایک حیض تک توقف ضروری ہے یا دوران جنگ قیدی بننے کی صورت میں یہ حکم ہے مگر حرہ اور آزاد عورت کے خاوند سے جدائی کی صورت میں ایک حیض پر اکتفا کی کوئی صورت نہیں ملتی۔ اگر متعہ بھی نکاح ہے اور جدائی بمنزلہ طلاق ہے تو پھر تین حیض یا تین ماہ عدت ضروری ہے۔ نیز اگر قرآن مجید میں عقد متعہ کا ذکر تھا تو عدت جیسے اہم معاملے کا ذکر بھی ضروری تھا اور جب الگ حکم مذکور نہیں تو پھر اشتراک واتحاد تسلیم کرنا ضروری ٹھہرا۔ یہ تفریق کسی طرح بھی روا نہیں ہو سکتی لہذا فتح اللہ کاشانی اور صاحب لمعہ کا یہ دعوی کہ نکاح اور متعہ میں صرف مدت کی تعین اور عدم تعیین والا فرق ہے باقی معاملات بالکل ایک جیسے ہیں لغو اور باطل ہے اور سراسر مہمل کلام ہے۔ عدت کے معاملہ میں اور دیگر بیسیوں امور میں فرق ہدیہ ناظرین ہو چکا ہے اور آئندہ صفحات میں اس کی وضاحت ذکر کی جا رہی ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

عجب دراں است کہ ہیچ فرق نیست میاں نکاح دوام ومتعہ در مستحبات وواجبات

وکیفیات از رضاء زوجین وصلاحیت ایقاع عقد درمیان ایشان وایجاب وقبول ومہر ودیگر شرائط وکیفیت مگر اجل کہ درمتعہ ہست ودردوام نیست پس چرا اہل جہالت دوام رامشروع وحلال دانند ومتعہ راحرام ونامشروع واین نیست مگر محض عناد وانکار وبدعت۔

﴿نعوذ بالله من هذه الطريقة المضلة والعقائد الفاسدة انتهى كلام صاحب اللمعه﴾ (منہج الصادقین ج۲ص۴۹۱)

۲۔ نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ شیعہ صاحبان کے ساتھ ہمارا اختلاف صرف متعہ میں نہیں بلکہ صغیرہ اور آیسہ کے معاملہ نکاح میں بھی سخت اختلاف ہے ہم ان کیلئے از روئے نص قرآن تین ماہ عدت کے قائل ہیں اور تین ماہ کے اندر ان کے ساتھ مباشرت کو دوسرے خاوند پر حرام ٹھہراتے ہیں بطور متعہ بھی اور نکاح دوام بھی گویا اس مذہب کی رو سے بازاری عورتوں کا کاروبار جائز ہو سکتا ہے صرف ایجاب وقبول اور اجرت اور وقت کا یا ایک دو دفعہ جماع کا تعین کر لینا ضروری ہے یا پھر یہ دیکھنا ضروری ہے کہ بالغ نہ ہو یا پچاس سے اوپر کی ہو بلکہ شیعی عقلی استدلال کی رو سے اگر جوان عورت بچہ دانی نکلوا دے اور حیض آنے استقرار حمل اور اختلاط نسب کا اندیشہ ختم کر دے تو وہ بھی رات دن مسلسل شادیاں رچا سکتی ہے۔ کیا ہے کوئی صاحب عقل سلیم جو قوم کی بہنوں اور بیٹیوں کو اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی طرح سمجھنے کے بعد ایسے فتوے اور احکام جاری کرے بلکہ آیسہ اور صغیرہ کے لئے متعدد خاوندوں کے ساتھ بیک وقت نکاح بھی جائز ہوگا کیونکہ بیوی کو خاوند کے ساتھ مختص ٹھہرانے کی وجہ بھی اختلاط نسب ونسل تھا۔ جب یہ اندیشہ ختم ہو گیا تو جس طرح ایک خاوند چار بیویاں نکاح میں لا سکتا ہے ایک بیوی بھی چار خاوند کر سکے گی۔ اگر یہ دلیل صحیح ہے تو اس کا لازمی نتیجہ بھی درست اور واجب القبول ہونا چاہیے اور اگر یہ نتیجہ فاسد ہے تو یقیناً وہ دلیل بھی فاسد اور باطل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عداوت اور دشمنی کے لئے یہ کب لازم ہے کہ اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی عزتوں کے ساتھ کھیلا جائے اور ان کو بازاری عصمت فروش اور شرم

وحیا سے بیگانہ عورتوں کی طرح ہوس پرستوں کے حوالے کر دیا جائے۔

انوکھا عقد متعہ

اہل تشیع نے محض بوس وکنار معانقہ وبغلگیری اور تفخیذ وتبطین کے لئے بھی متعہ کو جائز رکھا ہے اور اس صورت میں بھی عدت لازم نہیں ہے۔

عمار بن مروان نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص ایک عورت کو عقد متعہ کی دعوت دیتا ہے اور وہ اس کے جواب میں کہتی ہے۔

﴿ازوجک نفسی علی ان تلتمس منی ماشئت من النظر والتماس وتنال منی ماینال الرجل من ابله الاان لاتدخل فرجک فی فرجی وتتلذذ بماشئت فانی اخاف الفضیحة فقال لیس له الا مااشترط﴾

(فروع کافی ج۲ص۱۹۸)

یعنی میں اپنے آپ کے ساتھ تیرا عقد اس شرط پر کرتی ہوں کہ تو اپنی شرمگاہ میری فرج میں داخل نہیں کرے گا کیونکہ استقرار حمل کی صورت میں مجھے ذلت اور رسوائی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس کے علاوہ جو تو چاہے نظر بازی، معانقہ، بوس وکنار اور جملہ موجبات تلذذ وہ سب تیرے لئے مباح ہوں گے تو آپ نے فرمایا اس کو صرف اس قدر ہی حق حاصل ہوگا جس قدر اس نے شرائط میں طے کیا ہے۔

اقول: اس روایت سے بھی متعہ اور نکاح دوام کا فرق روز روشن کی طرح واضح ہے کیونکہ نکاح ان شرائط پر نہیں ہو سکتا مگر متعہ ہو سکتا ہے۔ نیز یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اگر غلبہ شہوت میں ان شرائط کو نظر انداز کر جائے تو شیعی شریعت میں نہ زنا ہے اور نہ اس پر حد زنا عائد ہوگی بس زبانی استغفار کرے اور آئندہ شرائط کے مطابق عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے۔

ساعہ نے امام ابوعبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ایسے آدمی کے متعلق دریافت کیا جس نے عورت کو اپنے حرم سرا میں متعہ کے لئے داخل کیا پھر وہ عقد متعہ اور ایجاب وقبول اور تعین مدت واجرت بھول گیا اور مباشرت شروع کردی تو کیا اس پر زنا کی حد لگے گی؟ تو آپ نے فرمایا۔

﴿لا ولکن یتمتع بها بعد النکاح ویستغفر الله مماأتی﴾

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۹۰)

اور ایسی ہی روایت فضل بن یسار سے مروی ہے کہ اس نے امام ابوعبداللہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص حسین وجمیل لونڈی اپنے دوست کو بطور عاریت دیتا ہے اور جماع کے علاوہ دوسرے موجبات تلذذ وقضاء شہوت اس کے لئے حلال ٹھہراتا ہے مگر وہ شہوت سے مغلوب ہو کر جماع کر لیتا ہے تو آپ نے فرمایا۔ یہ اس کو زیبا نہیں تو اس نے دریافت کیا۔

﴿ان فعل یکون زانیا؟قال. لا ولکن یکون خائنا﴾

کیا وہ اس کی وجہ سے زانی ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا نہیں زانی نہیں ہوگا لیکن خائن ہوگا۔

(فروع کافی ج ۲ ص ۲۰۰۔ استبصار ج ۲ ص ۴۷)

تحلیل لواطت کی مصلحت

دیکھا آپ نے اس مذہب کے عقد متعہ کو اور زنا کو حلال قرار دینے کی تدریجی کوشش اور سعی کو اور یہیں سے عورتوں کے ساتھ لواطت کو حلال ٹھہرانے کی مصلحت بھی واضح ہوگئی کہ جب عقد متعہ کی اجرت دینی ہی ہے اور محض بوس وکنار اور معانقہ وغیرہ سے تو خواہش نفس پوری ہو نہیں سکتی بلکہ یہ امور تو آتش شوق تیز کرنے اور بھڑکانے کے موجب ہیں اور جماع کی صورت میں ذلت ورسوائی کا بھی امکان ہے (بصورت استقرار حمل) اس لئے لواطت کو جائز قرار دیا تاکہ شیطان کا منہ بھی کالا ہو جائے اور مفت میں اجرت کا بار گراں بھی برداشت نہ کرنا پڑے۔

متعہ خلاف فطرت ہے

علاوہ ازیں یہ حقیقت بھی طشت از بام ہوگئی کہ متعہ کو حلال ٹھہرانا غیر فطرتی امر ہے ورنہ خجالت اور رسوائی کا کیا اندیشہ؟ اول تو کسی کو یہ پوچھنے کا حق ہی کیا کہ یہ صاحبزادے کیسے متولد ہوئے؟ کیونکہ ہر ایک کو معلوم ہونا چاہیے کہ نکاح دوام سے بڑھ کر سہل کار آمد اور موجب ترقی درجات صورت عقد متعہ کی موجود ہے اور اگر کوئی پوچھ ہی لے تو بڑے فخر سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ متعہ شریف کے فیوض وبرکات سے ہیں اور شیعی شریعت میں فرزند متعہ نکاح والے فرزند سے افضل ہے۔ (منہج الصادقین ج ۲ ص ۲۹۵)

ولد متعہ افضل است از ولد زوجہ دائمہ۔ (امام جعفر صادق)

تو گویا ماں بیٹے دونوں کا سر فخر سے بلند ہوگا اس میں خوف فضیحت خلق کا کیا شائبہ؟ مگر حقیقت خود بخود اگلی گئی کہ جس عقد میں نہ گواہ نہ اعلان وتشہیر نہ والدین کا اذن وہ فطرت سلیمہ کے نزدیک باعث شرم وحیا ہے اور موجب ننگ وعار اور سراسر ذلت ورسوائی۔ ﴿الیس منکم رجل رشید﴾ کیا ہے کوئی جاگتے نصیب والا اور بیدار بخت جو ضمیر کی اس آواز کو غور سے اور کان لگا کر سنے اور اس کی رہنمائی میں اس انتہائی اہم اختلافی مسئلہ کا فیصلہ کرے۔

اپنی آنکھ کا شہتیر کیوں نظر نہ آیا

شیعی علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب نے جواب آں غزل کے طور پر بڑے دھوم دھڑلے سے بیان کیا ہے کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ جن کے مذہب میں اجرت پر زنا کرنے سے حد شرعی جاری نہیں ہوتی وہ متعہ کو زنا سے تعبیر کر کے شیعوں کو مطعون کر رہے ہیں چنانچہ فتاوی قاضیخان ج ۴ ص ۸۲۱ پر ہے۔

﴿لو استاجر امراة لیزنی بها فزنی لایحد فی قول ابی حنیفة﴾

یعنی اگر کوئی شخص اجرت مقرر کر کے زنا کرنے کے لئے کرایہ پر عورت لائے اور اس سے زنا کرے تو ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔

(وکذا فی الفتاوی السراجیہ ص ۶۰)

پھر اس پر اپنی طرف سے حاشیہ آرائی یوں فرمائی تمام کنجروں اور کنجریوں کو امام اعظم کا ممنون ہونا چاہیے کہ جنہوں نے ان کے پیشے کو جائز قرار دے کر ان کے لئے رزق کے دروازے کھول دیے شرم، شرم، شرم (تجلیات صداقت ص ۳۰۱)

﴿الجواب ومنه التوفيق للصدق والصواب﴾

ا۔ حنفی مسلک پر علامہ موصوف کے اعتراض اور پھبتی کا تحقیقی جواب عرض کرنے سے پہلے قارئین حضرات کو زحمت دوں گا کہ وہ چند سطر پیچھے کی طرف سماعہ کے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقل کردہ فرمان اور فضل بن یسار کے نقل کردہ فرمان امام پر نظر ڈالیں جن میں سے پہلی روایت کے مطابق عقد متعہ نہ ہونے کے باوجود مباشرت پر حد زنا کی نفی فرمائی ہے اور دوسری روایت کے مطابق جماع اور مباشرت پر عقد متعہ واقع نہ ہونے کے باوجود جماع کر لینے کو زنا ہی قرار نہیں دیا اقامت حد کا تو ذکر ہی کیا۔ اپنے مذہب کی مستند ترین کتب حدیث میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایسے فرمان نقل ہونے کے باوجود امام ابوحنیفہ اور مذہب حنفی پر اعتراض بہت ہی مضحکہ خیز امر ہے۔

۲۔ نیز علامہ صاحب نے حد زنا جاری نہ ہونے کا فتویٰ دیکھ کر اجرت پر زنا کو جائز قرار دیا اور کنجروں کنجریوں کے لئے نوید مسرت سنا دی۔ ہم حیران ہیں کہ جہاں میں ایسے علامہ بھی ہو سکتے ہیں جو کسی جرم پر حد قائم نہ ہونے کی صورت میں اس کا جواز سمجھ لیں اگر یہ استنباط اور نتیجہ صحیح ہے تو قرآن مجید کی رو سے بھی زنا حلال ہے کیونکہ تین گواہ ہوں تو زانی مرد اور زانیہ عورت پر حد نہیں لگ سکتی۔

﴿قال الله تعالى لولا جاؤ اعليه باربعة شهداء فاذالم ياتوا بالشهداء فاولئک عندالله هم الكاذبون﴾

لہذا قرآن نے ڈھکو صاحب کے استدلال کے مطابق زنا کو حلال کر دیا لہذا سب کنجروں اور کنجریوں کو صلائے عام دے دو کہ مژدہ باد تمہارے لئے قرآن مجید نے اور رب قدیر نے رزق کے دروازے کھول دیے ہیں۔ بے شک زنا کرو لیکن ایسے انداز میں کرو کہ بیک وقت چار آدمی دیکھ نہ سکیں۔ ﴿لاحول ولاقوة الا بالله﴾

۳۔ میں علامہ صاحب سے تو بات نہیں کرتا کیونکہ ان کا ارادہ راہ حق تلاش کرنے کا نہیں بلکہ وہ دیدہ دانستہ لوگوں کو گمراہ کرنے کا عزم صمیم کئے ہوئے ہیں۔ متلاشیان حق وحقیقت سے گزارش کرتا ہوں کہ حد اس معین سزا کو کہا جاتا ہے جس میں تبدیلی اور کمی وبیشی روا نہ ہو اور پایہ ثبوت تک پہنچنے کے بعد کسی کو معاف کرنے سے معاف نہ ہو سکتی ہو۔ اسی لئے قصاص کو حد نہیں کہا جاتا کیونکہ وارثان مقتول اس کو معاف کر سکتے ہیں اور تعزیری کاروائی کو بھی حد نہیں کہتے کیونکہ اس میں تعیین وتحدید نہیں ہوتی بلکہ امام اور حاکم وقت کی صوابدید پر اس کو گھٹایا یا بڑھایا جا سکتا ہے اور جہاں حد کی نفی کر دی جائے تو تعزیر کی نفی نہیں ہوتی اور نہ اس فعل کے جرم ہونے کا انکار لازم آتا ہے مثلاً مرد اور عورت ناجائز حالت میں دیکھے گئے گواہوں کا نصاب پورا نہیں یا صرف برہنگی کی حالت میں دیکھے گئے زنا میں مصروف نہیں دیکھے گئے تو گو حد لاگو نہیں ہوگی یعنی شادی شدہ ہونے کی صورت میں سنگساری اور کنوارے ہونے کی صورت میں سوسو کوڑے نہیں لگیں گے۔ لیکن تعزیری کاروائی ضرور کی جائے گی اور اس جرم کو بہر حال جرم ہی سمجھا جائے گا نہ کہ اس پر جواز کا فتویٰ صادر کر دیا جائے گا۔ ایسی ہی صورت یہاں پر ہے کہ امام صاحب کے قول کے مطابق اس صورت میں حد اور معین عقوبت نہیں اس کو جواز زنا کی سند بنا لینا ڈھکو صاحب جیسے علامہ کا ہی کام ہو سکتا ہے بقائمی ہوش وحواس کوئی عام آدمی بھی ایسا نتیجہ اخذ نہیں کر سکتا علامہ صاحب نے خود

ہی غلط نتیجہ نکال کر حنفیوں کو کہا شرم شرم شرم۔ میں نے حقیقت حال واضح کردی لیکن علامہ صاحب کو شرم شرم نہیں کہتا کیونکہ ان سے شرم کی توقع رکھنا ہی عبث ہے۔

۴۔ عام قاعدہ اور قانون ملاحظہ کر لینے کے بعد یعنی نفی حد جواز فعل کو مستلزم نہیں ہوتی بلکہ اس میں تعزیری کاروائی ثابت ہوتی ہے۔ اب اس قول کی حقیقت اور اس کا صحیح پس منظر ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ ڈھکو صاحب کی نقل کردہ عبارت کتاب الحدود کی ہے جس کی ابتدا یوں ہے۔

﴿الحدود خمسة. حدالزنا وحدالشرب وحد القذف وحدالسرقة وحد قطع الطريق﴾

حدیں پانچ ہیں۔ زنا کی حد، شراب خوری کی حد، قذف کی حد چوری کی حد اور ڈاکہ کی حد۔

﴿اما الزنا وهوايلاج الذكر فى قبل الاجنبية ان تمحض حراما يجب الحدوان تمكنت فيه الشبهة لايجب﴾ (فتاوی قاضی خان ج۴ ص ۸۲)

لیکن زنا عبارت ہے مرد کا اپنی شرمگاہ کو اجنبیہ عورت کے فرج میں داخل کرنے سے اگر وہ حرام خالص ہے تو اس میں حد واجب ہے اور اگر اس میں شبہ پایا گیا ہو تو واجب نہیں ہوگی۔

اس عبارت سے ہر صاحب عقل و دانش یہ سمجھ سکتا ہے کہ شبہ کی وجہ سے کسی پر سے حد اور مقررہ سزا کا ساقط ہو جانا اس کو مباح نہیں ٹھہراتا بلکہ مجرم کی نوعیت جرم بدل گئی اور اسے شک کا فائدہ پہنچا۔ مثلاً جج کسی قاتل کو شک کا فائدہ دیتے ہوئے اسے پھانسی نہ دے تو کیا اس کا معنی یہ ہوگا کہ اس جج نے قتل کو جائز کر دیا ہے بالکل اسی طرح یہاں پر ہے کیونکہ مسلمہ قاعدہ ہے۔ الحدود تندرى بالشبهات. شبہات کی وجہ سے حدود ساقط ہو جاتی ہے۔

اسی فتاوی کے ص ۸۲۸ پر تعزیرات کے ضمن میں ذکر فرمایا۔

﴿رجل قبل اجنبية حرة او امة او عانقها اومسها بشهوة يعزر و كذالو جامعها فيما دون الفرج فانه يعزر و كذا اذا تلوط فى قول ابى حنيفة وفى قول صاحبيه اذا تلوط حد الزنا﴾

اگر ایک شخص اجنبیہ آزاد عورت یا لونڈی کو بوسہ دے یا اس کے ساتھ معانقہ کرے یا اس کو شہوت کے ساتھ مس کرے تو اس کو تعزیر لگائی جائے اور ایسے ہی اگر فرج کے علاوہ مجامعت کرلے یعنی تفخیذ و تبطین کی صورت میں بھی تعزیر لگائی جائے گی اور اگر لواطت کرے تو امام صاحب کے نزدیک تعزیری کاروائی کی جائے گی اور صاحبین کے نزدیک حد زنا لگائی جائے گی۔

وجہ اشتباہ ۔۔۔ پچھلی عبارت سے یہ حقیقت تو روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حد کی نفی سے احناف کے نزدیک تعزیر کی نفی نہیں ہوتی بلکہ لگائی جاتی ہے۔ اب اس صورت مخصوصہ میں وجہ اشتباہ ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے کہ جب عورت کو اجرت پر لیا تو اسے اجرت پر دینے والے اور لینے والے کے درمیان ایجاب و قبول پایا گیا جو ولی نکاح اور ناکح کے ایجاب و قبول کے مشابہ ہے اور اجرت پائی گئی جو حق مہر کے مشابہ ہے گو نیت نکاح کی نہیں ہے اور اس وجہ سے متعہ کے لئے لی ہوئی عورت کے ساتھ مباشرت پر حد واجب نہیں ہوتی۔ حالانکہ فعل حرام موجود ہے جیسے کہ قاضی خان کے اسی صفحہ اور جلد میں اس کی تصدیق کی گئی ہے۔ لہذا فعل زنا متحقق ہوگا مگر اشتباہ کی وجہ سے رجم یا سو کوڑوں کی مقررہ سزا اس کو نہیں ہوگی کیونکہ فعل کا زنا ہونا علیحدہ معاملہ ہے اور حد واجب ہونا علیحدہ معاملہ۔ علامہ ابن عابدین حاشیہ درمختار المعروف بہ ردالمحتار میں فرماتے ہیں۔

﴿ان الشرع لم يخص اسم الزنا بمايوجب الحدبل بما هو اعم والموجب للحد بعض انواعه ولووطى جارية ابنة لا يحدحد الزنا ولايحدقاذفه بالزناء فدل على ان فعله زنا وان كان لا يحدبه﴾ (ج۳ ص ۱۵۴)

بیشک شریعت نے زنا کے لفظ کو موجب حد فعل کے ساتھ مختص نہیں ٹھہرایا بلکہ وہ عام معنی میں ہے اور موجب حد صرف اس کے بعض انواع ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کی لونڈی کے ساتھ مباشرت کرے تو اس پر (بوجہ شبہ جواز) حد زنا نہیں لگائی جائے گی لیکن اس کو زنا کے ساتھ

متہم کرنے والے کو قاذف قرار دے کر حد قذف (تہمت کی سزا) بھی نہیں لگائی جائے گی
ثابت ہوگیا کہ اس شخص کا یہ فعل زنا ہے اگرچہ اس کی وجہ سے اس پر حد زنا واجب نہیں ہوئی
(کیونکہ سرور عالم ﷺ کا ارشاد ﴿انت ومالک لابیک﴾ یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ
کی ملکیت ہے موجب شبہ ہے)۔ (ردالمحتار حاشیہ درمختار ج ۳ ص ۱۵۴)

حنفی مذہب کیا ہے

نیز یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ مذہب حنفی یہ نہیں کہ اجرت پر لی ہوئی عورت کے ساتھ زنا پر حد نہیں ہے۔ یہ صرف کتب فقہ میں منقول روایت اور قول ہے اور کتب فتاوی میں صحیح و
ضعیف وقوی مختار و مفتی بہ اور غیر مختار و غیر مفتی بہ سبھی اقوال منقول ہوتے ہیں لیکن وہ سب مذہب حنفی نہیں کہلاتے بلکہ مختار اور مفتی بہ اور مذہب یہی ہے کہ ایسے شخص پر حد زنا لاگو ہوگی۔ جیسے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہے جیسے کہ درمختار میں ہے۔

﴿لاحد بالزنا بالمستاجرة له ای للزنا والحق وجوب الحد كالمستاجرة للخدمة﴾ (ج ۳ ص ۱۷۲)

یعنی زنا کے لئے اجرت پر لی ہوئی عورت کے ساتھ زنا پر حد نہیں اور حق یہ ہے کہ اس میں حد واجب ہے جس طرح خدمت کے لئے اجرت پر لی ہوئی عورت کے ساتھ زنا کی صورت میں حد واجب ہے اور علامہ ابن عابدین نے فرمایا۔

﴿والحق وجوب الحدای كما هو قولهما وهذا بحث لصاحب الفتح وسكت عليه النهر﴾ (جلد ۳ ص ۱۷۲)

یعنی حد واجب ہے جیسے کہ صاحبین کا قول ہے۔

الغرض مذہب مختار اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ حد واجب ہے اور قطع نظر اس سے اس فعل

زنا ہونے اور قبیح ہونے میں تو کلام ہی نہیں۔ لیکن کنجروں اور کنجریوں کے ایسے افعال کو مستحسن قرار دینے والوں کی بصارت اور بصیرت یہاں پر ختم ہوگئی اور کیوں نہ ہوتی سرور عالم ﷺ کا فرمان غلط کیونکر ہوسکتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔ حبک الشیی یعمی ویصم تیری کسی چیز سے محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

عقد متعہ کے متعلق دی گئی رعایات اور سہولیات اور بے احتیاطیوں سے عفو و درگزر بلکہ مالک کی اجازت کے حوالہ جات ملاحظہ کر لینے کے بعد اب اس فعل کے نہ کرنے کی وعید اور کرنے پر بے حد و حساب اور بے نہایت بے غایت اجر و ثواب اور درجات کی بلندی و بالاتری ملاحظہ فرمائیں جن کو دیکھ کر شریعت کے سبھی ارکان ہیچ معلوم ہونے لگتے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام صرف اور صرف متعہ کا نام ہے اور نبی کریم ﷺ صرف اور صرف اس لئے مبعوث ہوئے کہ اس کی عظمت شان اور امتیازی حیثیت اور مقام کو اہل اسلام پر واضح کریں اور وہ اس میں مستغرق رہ کر انبیاء و مرسلین اور ائمہ اہل بیت اور نبی الانبیاء ﷺ کے مراتب و مدارج حاصل کرنے بلکہ اس سے بھی سبقت لے جانے کا مژدہ جانفزا اور بشارت روح افزا پائیں وبس۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

متعہ کا اجر و ثواب اور فضائل و درجات

من لایحضرہ الفقیہ میں قرآن ناطق حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔

﴿لیس منا من لم یومن بکرتنا ولم یستحل متعتنا﴾

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو شخص ہمارے دنیا میں دوبار لانے کا عقیدہ نہ رکھے اور متعہ کو حلال نہ جانے وہ ہماری جماعت میں شامل نہیں ہے۔

(من لا یحضرہ الفقیہ بحوالہ منہج الصادقین ج ۲ ص ۴۸۸)

۲۔﴿درهدایت الامت مرویست ان المومن لایکمل ایمانه حتی یتمتع﴾

مومن کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک متعہ نہ کرئے (یعنی محض اعتقاد جواز کافی نہیں
بلکہ عمل کرئے تب مومن کامل بنے گا۔)

۳۔ہدایت الامت میں ہے۔﴿قال علیه السلام انی لاحب للمومن لایخرج من
الدنیا حتی یتمتع ولو مرة﴾

حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں مومن کے لئے اس امر کو بہت زیادہ پسند
سمجھتا ہوں کہ وہ وفات سے پہلے متعہ کرئے اگرچہ ایک مرتبہ (تا کہ کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے)

﴿فقال علیه السلام انی لاکره للرجل المسلم ان یخرج من الدنیا
وقد بقیت علیه خلة من خلال رسول الله لم یقضها.﴾

امام موصوف فرماتے ہے۔مومن کے لئے اس امر کو سخت ناپسند سمجھتا ہوں کہ وہ فوت ہو جائے اور
رسول اللہ ﷺ کے اخلاق وعادات میں سے کوئی خصلت باقی رہ گئی ہو جس پر اس نے عمل نہ کیا ہو
اور متعہ (العیاذ باللہ) اخلاق نبویہ سے ہے۔

۵۔درصافی ازفقیہ آوردہ:

﴿فقلت هل تمتع رسول الله ؟ فقال نعم وقرء هذه الایة واذاسر النبی
الی بعض ازواجه حدیثا الی قوله تعالیٰ ابکارا﴾

صافی نے فقیہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام موصوف سے دریافت کیا کہ آیا حضور نبی
عالم ﷺ نے متعہ کیا؟ توانہوں نے فرمایاہاں کیوں نہیں اوراس آیت کریمہ واذاسر النبی الی
بعض ازواجه حدیثا کا مطلب ومفہوم یہی بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ماریہ قبطیہ کے
ساتھ متعہ کیااور حضرت حفصہ کی رضامندی کے لئے اس کو حرام کردیا (حالانکہ وہ آپ کی
لونڈی تھیں اس کے ساتھ متعہ کا کیا معنی؟ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جائے زید نے اپنی لونڈی

ساتھ متعہ کیا)

۶۔کافی ووافی ووسائل میں حضرت ابوجعفر علیہ السلام سے مروی ہے۔

﴿قال النبی لما اسری بی الی السماء قال لحقنی جبریل فقال یا
محمد ان الله تعالی یقول انی قد غفرت للمتمتعین من امتک من النساء﴾

نبی عالم ﷺ نے فرمایا جب مجھے آسمان کی طرف معراج کرایا گیا تو جبریل علیہ السلام
مجھ سے آملے اور مجھ سے کہا اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہاری امت میں سے
متعہ کرنے والی عورتوں کو بخش دیا۔

۷۔﴿قال ابو جعفر علیه السلام لهو المومن فی ثلاثة اشیاء التمتع بالنساء
ومفاکهة الاخوان والصلوة باللیل﴾

وسائل میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ مومن کا لہو صرف تین خصلتوں میں ہے۔

۱۔ عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے والا ہو۔

۲۔ برادران اسلام کے ساتھ خوش طبعی کے ساتھ پیش آنے والا ہو۔

۳۔ شب بیدار اور تہجد گزار ہو۔

۸۔دروسائل مرویست کہ اسمعیل ہاشمی راحضرت ابوعبداللہ علیہ السلام پرسید از آنروز یکہ خانہ
برآمدی آیا متعہ کردی عرض کردنہ بکثرت مشاغل طریق غنی بودم از متع۔

﴿قال علیه السلام وان کنت مستغنیا فانی احب ان تحی سنة رسول الله ﷺ﴾

وسائل میں مروی ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسماعیل ہاشمی سے
دریافت کہ تو جب سے گھر سے نکلا ہے متعہ کیا ہے یا نہیں؟ تو اس نے عرض کیا۔راہ کی مشغولیتوں
کی وجہ سے متعہ کی ضرورت محسوس نہیں۔آپ نے فرمایا ضرورت نہ سہی میں اس امر کو محبوب
رکھتا ہوں کہ تو سنت رسول ﷺ کو زندہ کرئے۔

۹۔ دروانی از فقیہ آوردہ۔

﴿قال علیہ السلام ان اللہ تعالی حرم علی شیعتنا المسکر من کل شراب وعوضھم عن ذالک المتعة﴾ یعنی متعہ زنان۔ وافی میں فقیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت امام ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے شیعوں پر نشہ آور شی حرام فرمادی ہے اور اس کے عوض ان کے لئے متعہ حلال ٹھہرا دیا ہے۔ (گویا نعم البدل موصول ہوگیا جو لذت ہوش وحواس بحال ہوتے ہوئے حاصل ہو لذت تو وہی ہے۔ بے ہوشی اور مدہوشی والی لذت تو کوئی لذت نہیں ہوتی)

۱۰۔ وسائل میں مروی کہ حضرت ابو عبداللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ نے اسماعیل جعفی سے دریافت کیا کہ آیا تو نے امسال متعہ کیا ہے اس نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں تو آپ نے فرمایا میں نے تجھ سے متعہ حج کے متعلق سوال نہیں کیا بلکہ عورتوں سے متعہ کے متعلق دریافت کیا ہے تو اس نے کہا بلے با کنیزک بربریہ قال قد قیل یا اسماعیل تمتع بما وجدت ولو سندیة. (برہان المتعہ ص ۴۸)

ہاں بربری لونڈی کے ساتھ متعہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے اسماعیل متعہ کرو ساتھ ہر عورت کے جو دستیاب ہو اگرچہ سندھی ہی کیوں نہ ہو۔

۱۱۔ وسائل میں ہی مروی ہے کہ حضرت امام ابو عبداللہ نے محمد بن مسلم سے دریافت کیا کہ آیا تو نے متعہ کیا ہے تو اس نے عرض کیا نہیں میں نے متعہ نہیں کیا قال لا تخرج من الدنیا حتی تحی السنة تو حضرت امام نے فرمایا اس دنیا سے اس وقت تک نہ نکلنا اور رخت سفر نہ باندھنا جب تک متعہ والی سنت کو زندہ نہ کرے۔ (برہان المتعہ ص ۴۸)

اقول: گویا شیعی ملت میں باقی تمام سنن اور فرائض ہیچ ہیں اصل الاصول اور سب فرائض وسنن کی روح صرف متعہ کرنا ہے اور حضرت امام کے لئے اس کے متعلق کس قدر دلچسپی ظاہر کی گئی ہے کہ راہرواں

اور مسافروں سے دیگر تکالیف اور دشواریوں وغیرہ کے متعلق بھی دریافت نہیں فرماتے تھے صرف اور صرف متعہ کے متعلق تحقیق وتفتیش فرماتے تھے۔ ﴿سبحانک ھذا بھتان عظیم﴾

۱۲۔ کافی، وافی اور وسائل میں مروی ہے کہ ایک قریشی کو اس کی چچازاد نے یہ پیغام بھیجا کہ تجھے معلوم ہے کہ مجھ سے بہت معزز لوگوں نے خواستگاری کی ہے مگر میں نے ان کی دعوت ٹھکرا دی ہے اور میں ثروت اور مال ودولت کی وجہ سے شادی سے بے نیاز ہوں۔ لیکن اب میں دل سے متمنی اور آرزومند ہوں کہ تو مجھے عقد متعہ میں لے لے۔ مجھے مال کی لالچ ہے اور نہ مردوں سے رغبت بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت رسول ﷺ کے حکم کو جاری کرنے کیلئے کیونکہ میں نے سنا ہے کہ فلاں (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کو حرام قرار دیا ہے لہذا میں اس امر کو پسند کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں۔ اس قریشی جوان نے کہا صبر کن من حضرت باقر علیہ السلام را بپرسم ﴿فقال علیہ السلام افعل صلی اللہ علیکما من زوج﴾ (برہان المتعہ ص ۴۹)

صبر کرو میں حضرت امام باقر علیہ السلام سے پوچھ لوں تو آپ نے فرمایا متعہ کر اللہ تعالیٰ تم دونوں پر اس زوجیت اور جفتی ہونے کی بدولت درود وصلوات بھیجے گا۔

اقول: دائمی عقد جو مقاصد تزویج کی تکمیل کا موجب اور شرم وحیا کے تقاضوں کے عین مطابق اور شرفاء کی عزت وحرمت کا محافظ ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوات کا نزول نہ ہو اور صرف اس عقد میں ہو جو صرف شہوت رانی کے لئے ہو کس قدر محل تعجب ہے اور موجب حیرت؟

۱۳۔ فقیہ، وافی اور وسائل میں مروی ہے کہ صالح بن عقبہ کے باپ (عقبہ) نے امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔

﴿المتمتع ثواب قال ان کان یرید بذالک وجہ اللہ وخلافا علی من انکر. لم یکلمھا کلمة الا کتب اللہ لہ بھا حسنة ولم یمدیدہ الیھا الا کتب اللہ

لہ حسنة فاذادنا منها غفر الله له بذلک ذنبا فاذاغتسل غفر الله له بقدر مامر من الماء على شعره. قلت بعدد الشعر؟ قال نعم بعدد الشعر﴾

(تفسیر منہج ج ۲ص ۴۸۸۔ برہان المتعہ ص ۴۹۔ من لایحضرہ الفقیہ ج ۳ص ۲۹۵)

کیا متعہ کرنے والے کیلئے ثواب ہے تو آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرئے اور منکرین کی مخالفت کے لئے تو متعی عورت سے جو کلمہ بولے گا ہر کلمہ پر اس کیلئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور جب اس کی طرف ہاتھ بڑھائے گا تو اس کی بدولت بھی اس کے لئے نیکی لکھی جائے گی۔ اور جب اس سے مقاربت کرئے گا تو اس کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادے گا اور جب غسل کرئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بالوں میں سے ہر ہر بال پر سے گزرنے والے پانی کی مقدار مغفرت اور بخشش فرمائے گا۔ (عقبہ کہتا ہے) میں نے کہا کیا تمام بالوں کی گنتی کے مطابق؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں تمام بالوں کی تعداد کے مطابق اس کو مغفرت اور بخشش حاصل ہوگی۔

۱۴۔ وسائل میں مروی ہے کہ قال ابو عبدالله عليه السلام ما من رجل تمتع ثم اغتسل الا خلق من كل قطرة تقطر منه سبعين ملكا يستغفرون له الى يوم القيامة و يلعنون مجتنبيها الى ان يقوم الساعة. (برہان المتعہ ص ۵۰)

امام ابوعبداللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو مرد متعہ کرئے پھر غسل کرے تو اس کے بدن سے ٹپکنے والے پانی کے ہر قطرہ سے ستر ستر فرشتے پیدا کئے جائیں گے جو اس کے لئے قیامت تک مغفرت طلب کریں گے اور متعہ سے گریز اور پرہیز کرنے والوں پر قیامت تک لعنتیں بھیجتے رہیں گے۔

اقول: اسلام میں ملائکہ کی تخلیق نور سے ثابت ہے۔ جنبی مرد کے غسل جنابت والے پانی سے

جو پیدا ہوں وہ یقیناً نورانی فرشتے نہیں ہو سکتے بلکہ خبیث الفطرت شیاطین ہی ہوں گے اور اگر وہ متعہ جیسی شرعی برائی سے اجتناب کرنے والوں سے بغض نہ رکھیں تو ان کا تقاضائے خمیر ختم ہو کر رہ جائے گا اسلئے یقیناً ان کو پاکباز لوگوں کا دشمن ہونا ہی چاہیے۔

۱۵۔ شیخ علی بن عبدالعالی نے اپنے رسالہ متعہ میں اپنی سند کے ساتھ اور تفسیر منہج الصادقین میں ملا فتح اللہ کاشانی نے ذکر کیا ہے۔

﴿قال النبى من تمتع مرة واحدة عتق ثلثه من النار ومن تمتع مرتين عتق ثلثاه من النار ومن تمتع ثلث مرات عتق كله من النار﴾

(برہان المتعہ ص ۵۱ منہج الصادقین ج ۲ص ۴۹۲)

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا اس کا ایک تہائی حصہ بدن کا آتش دوزخ سے آزاد کر دیا گیا اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا اس کا دو تہائی حصہ بدن دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیا گیا اور جس نے تین مرتبہ متعہ کیا تو اس کو مکمل طور پر آتش دوزخ سے آزاد کر دیا گیا

(اقول۔ ہم خرما و ہم ثواب، مزید مجاہدہ و ریاضت کی ضرورت ختم)

۱۶۔ شیخ علی بن عبدالعالی کے رسالہ متعہ میں اور تفسیر منہج الصادقین میں مروی و منقول ہے۔

﴿قال النبى صلی اللہ علیہ وسلم من تمتع مرة درجته كدرجة الحسين ومن تمتع مرتين درجته كدرجة الحسن ومن تمتع ثلاث مرات درجته كدرجة على ومن تمتع اربع مرات درجته كدرجتى﴾ (برہان ص ۵۲۔ تفسیر الصادقین ج ۲ص ۴۹۳)

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا اس کا درجہ امام حسین کے درجہ کی مانند ہے۔ اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا اس کا درجہ امام حسن کے درجہ کے برابر ہے اور جس نے تین مرتبہ متعہ کیا تو اس کا مرتبہ علی مرتضیٰ کے درجہ کے مماثل ہے اور جس نے چار مرتبہ متعہ کیا تو اس کا مرتبہ میرے درجہ اور مرتبہ کے برابر ہے۔ (العياذ بالله)

تعجب انگیز ۔۔۔اقول متعہ کے دلدادگان نے کتنی جسارت اور بیباکی کے ساتھ اس کی درجہ بندی کی ہے۔اور ان مقدس ہستیوں کی قدر ومنزلت میں کس قدر تفریط وتنقیص اور تحقیر وتوہین کا ارتکاب کیا ہے؟

بالخصوص اس شہید شاہ گلگوں قبا کی قربانی کو کس قدر بے مقدار ٹھہرایا ہے کہ متعی مرد صرف ایک جست میں ان کے مرتبہ ومقام پر فائز ہوگیا۔العیاذ باللہ۔گویا شہادت اور جانبازی وجانفشانی اور اعزہ واقارب کی قربانی اور اسلام کی سربلندی کیلئے محنت وکوشش اور سعی اور جدوجہد تو کوئی شی ہی نہ ہوئی اصل الاصول تو سب کا صرف اور صرف متعہ ٹھہرا جو وقتی شہوت رانی ہے۔

نیز پچھلی روایت کو ساتھ ملا کر دیکھیں تو ان مقدس ہستیوں کی توہین وتحقیر کی کوئی حد نہیں رہتی۔ایک طرف ایک مرتبہ متعہ کا درجہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجہ کے برابر اور دوسری طرف ایک مرتبہ متعہ کرنے سے تہائی حصہ آتش دوزخ سے آزاد ہو تو پھر امام حسین کا حال کیا ہوا۔نیز دومرتبہ متعہ کرنے پر ادھر دو تہائی حصہ آتش دوزخ سے آزاد ہوا ادھر امام حسن کا درجہ مل گیا تو امام حسن کا مقام کیا ہوا۔ادھر تین مرتبہ متعہ کرنے پر متعی مرد کا بدن مکمل طور پر آتش دوزخ سے آزاد ہوا اور ادھر اس کو علی المرتضیٰ والا درجہ بھی مل گیا تو گویا حضرت علی مرتضیٰ اور سرچشمہ ولایت کا صرف یہ مقام ہے کہ بس آتش دوزخ سے رہائی مل گئی اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو یہ مقام بھی نصیب نہ ہوسکا۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

نیز تعجب انگیز امر یہ ہے کہ یہ تمام درجات تو صرف چار مرتبہ متعہ کرنے سے حاصل ہوگئے تو جو شیعہ ساری زندگی متعہ ہی کرتا رہے تو اگر اس کا مرتبہ نہ بڑھے تو خلاف عدل وانصاف ہے اور اگر بڑھے تو وہ کس مقام پر فائز ہوگا؟

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

صاف ظاہر ہے کہ دشمنان اسلام نے اہل اسلام کو اخلاق حسنہ سے عاری کرنے کے لئے اور خواہشات نفس کا گرویدہ بنانے کے لئے ایسے افترات اور بہتانات سے کام لیا اور پاکباز ہستیوں کی طرف ایسے ایسے جھوٹ منسوب کئے کہ شیطان بھی اس سے شرمائے ہے۔

۱۷۔شیخ علی بن عبدالعالی نے اپنے رسالہ متعہ میں اور علامہ کاشانی نے تفسیر منہج الصادقین میں ذکر کیا ہے۔

﴿قال النبی ﷺ من تمتع مرة امن من سخط الله الجبار ومن تمتع مرتین حشر مع الابرار ومن تمتع ثلاث مرات زاحمنی فی الجنان﴾

(برہان المتعہ ص ۵۱ تفسیر منہج الصادقین ج ۲، ۴۹۳)

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا تو اللہ جبار کی ناراضگی اور قہر وغضب سے پرامن ہوگیا اور جس نے دومرتبہ متعہ کیا اس کا حشر ابرار اور نکوکار لوگوں کے ساتھ ہوگیا اور جس نے تین مرتبہ متعہ کرلیا وہ میرے ساتھ جنات نعیم میں مزاحمت کرے گا۔اور مجھ سے سبقت کی کوشش کرے گا۔

اقول: شیعہ کے ہاں ہزار ہزار عورت کے ساتھ متعہ جائز ہے تو ایسے اشخاص کے درجات مراتب کیا ہوں گے۔کیا شیعی شریعت میں سید الرسل اور امام الانبیاء ایسے دلدادگان متعہ کی گرد راہ کو بھی پہنچ سکیں گے؟

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

۱۸۔تفسیر منہج الصادقین میں نقل کیا کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا۔

﴿من خرج من الدنیا ولم یتمتع جاء یوم القیامة وهو اجدع﴾

(ج ۲ ص ۴۹۳۔۴۸۹)

جو دنیا سے نکلا ایسی حالت میں کہ اس نے متعہ نہیں کیا تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی ناک کٹی ہوگی۔

اقول: نکاح دائمی میں عمل ضروری نہیں صرف عقیدہ اباحت اور جواز کا کافی ہے۔لیکن متعہ صرف جواز کا عقیدہ ہو اس پر عمل نہ کیا ہو تو ناک کٹی ہوگی اس سے صاف ظاہر کہ اس نظریہ کے بانیوں کے مقاصد کیا ہیں؟ اور وہ کونسے لوگ ہیں جو اخلاقیات اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے درپے ہیں؟

۱۹۔شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوعبداللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔

﴿انہ یدخلنی من المتعة شئی فقد حلفت ان لاانزوج متعة ابدا فقال له عبدالله علیه السلام انک اذا لم تطع الله عصیته﴾

مجھے متعہ کرنے سے وسوسہ دل میں داخل ہوتا ہے لہذا میں نے حلف اٹھالی ہے کہ میں متعہ کی شادی کبھی نہیں کروں گا۔تو امام ابوعبداللہ نے اس سے فرمایا اگر تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرے گا تو عاصی اور نافرمانبردار ٹھہرے گا۔ (من لایحضرہ الفقیہ ج ۳)

اور تفسیر منہج الصادقین میں اس جواب کو ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے کہ

۲۰۔ایک شخص نے امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ میں نے قسم کھالی ہے کہ متعہ نہیں کروں گا اور اب میں سخت پشیمان ہوں تو آپ نے فرمایا:

﴿یا هذاانک حلفت أن لا تطیع الله والله ان لم تطعة تبغضه﴾ (ج ۲ ص ۴۸۸)

اے پست ذہنیت والے تو نے یہ قسم کھالی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرے گا بخدا اگر تو اس نے کی اطاعت نہ کی تو تو اس سے بغض رکھنے والا ہوگا۔

اقول: اگر دائمی نکاح عملی طور پر کرلے تب بھی وہ ناک کٹنے اور عاصی و نافرمانبردار بننے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغض رکھنے والا ہوگا جرم سے نہیں بچ سکتا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اصل مقاصد اس مسئلہ کی اشاعت اور اس پر زور دینے کے کیا ہیں؟

۲۱۔تفسیر منہج الصادقین میں سلمان فارسی، مقداد بن اسود کندی اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم سے طویل روایت نقل کی ہے۔جس کے ضروری حصے نقل کرنے پر اکتفاء کیا جائے گا۔رسول معظم ﷺ نے فرمایا:

برادرم جبرئیل تحفہ از نزد پروردگار بمن آورد و آں تمتع زناں مومنہ است و پیش از من ایں تحفہ را ہیچ پیغمبر ے ارزانی نداشت و من شمارا باں امر می کنم (تا) وبدانید کہ متعہ امریست کہ حق تعالیٰ مرا باں مخصوص ساختہ بجہت شرف من بر غیر از انبیاء سابق۔ہر کہ یک بار در مدت عمر خود متعہ کند از اہل بہشت باشد۔و ہر گاہ متمتع و متمتعہ باہم بنشینند فرشتہ بر ایشاں نازل گردد و حراست ایشاں کند تا آنکہ از اں مجلس برخیزند و اگر باہم سخن کنند ایشاں ذکر و تسبیح باشد و چوں دست یکدیگر را بدست گیرند ہر گناہ کہ کردہ باشند از انگشتان ایشان ساقط گردد و چوں یکدیگر را بوسہ دہند حق تعالیٰ بہر بوسہ حج و عمرہ برائے ایشاں بنویسند و چوں خلوت کنند بہر لذتے و شہوتے حسنہ برائے ایشاں بنویسند مانند کوہہائے بر افراشتہ۔

بعد از اں فرمود جبرئیل مرا گفت یا رسول اللہ حق تعالیٰ میفرماید کہ چون متمتع و متمتعہ برخیزند و بغسل کردن مشغول شوند در حالیتکہ عالم باشد بانکہ من پروردگار ایشانم و ایں متعہ سنت من است بر پیغمبر من با ملائکہ خود گویم اے فرشتگان من نظر کنید باین دو بندہ من کہ برخواستہ اند و بغسل کردند و میدانند کہ من پرودگار ایشانم گواہ شوید بر آنکہ من آمرزیدم ایشانرا و بہ ہر قطرہ آب دہ حسنہ بنویسد و دہ سیہ محو کند و دہ درجہ رفع نماید۔

پس برخواست امیر المومنین علیہ السلام وگفت ۔۔۔ انا مصدقک من تصدیق کنند
ام شمار را یا رسول اللہ۔ چیست جزائے کسیکہ دریں باب سعی کند؟ فرمود لہ اجر بما مراو را باشد
اجر متمتع ومتمتعہ۔ گفت یا رسول اللہ اجر ایشاں چہ چیز است فرمود چوں بغسل مشغول شوند بہر قطرہ
آب کہ از بدن ایشاں ساقط شود حق تعالیٰ فرشتہ بیافریند کہ تسبیح وتقدیس او سبحانہ کند وثواب آں از
برائے غاسل ذخیرہ باشد تا روز قیامت۔

اے علی ہر کہ ایں سنت را سہل فرا گیرد واحیاء آں نکند از شیعہ من نباشد ومن از و بری باشم۔

(ج ۳ ص ۴۹۴)

میرے بھائی جبرئیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس ایک تحفہ لائے اور وہ ہے مومن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنا اور مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو یہ تحفہ عطا نہیں کیا اور میں تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں (تا) اور جان لو کہ متعہ ایسا امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے ساتھ مخصوص ٹھہرایا بوجہ میرے انبیاء سابقین پر افضل ہونے کے۔ جو ایک مرتبہ کرے گا۔ وہ اہل بہشت میں سے ہوگا۔ اور جب متعہ کرنے والا مرد اور متعی عورت باہم مل بیٹھتے ہیں تو ان پر فرشتہ نازل ہوتا ہے اور ان کی نگرانی کرتا ہے جب تک کہ وہ اس مجلس سے اٹھ نہ جائیں۔ اور اگر باہم گفتگو کریں تو ان کی گفتگو ذکر اور تسبیح کی مانند ہوتی ہے اور جب وہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے ہیں تو انہوں نے جو گناہ بھی کیا ہو وہ ان کی انگلیوں سے نیچے گر جاتا ہے اور جب ایک دوسرے کا بوسہ لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہر بوسہ کے بدلے ان کے لئے حج اور عمرے کا ثواب لکھ دیتا ہے اور جب مباشرت کرتے ہیں تو ہر لذت اور شہوت کے بدلے ان کے لئے ایک ایک نیکی جو بلند ترین پہاڑوں کی مانند ہوتی ہے تحریر فرماتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے کہا ہے یا رسول حق تعالیٰ فرماتا ہے جب متمتع مرد اور متمتعہ عورت فارغ ہو کر اٹھتے ہیں اور غسل کرنے میں مشغول ہوتے ہیں جبکہ ان کا عقیدہ

ہو کہ میں ان کا پروردگار ہوں اور یہ متعہ میری طرف سے پیغمبر علیہ السلام کے حق میں مسنون ٹھہرا ہوا ہے تو میں اپنے فرشتوں سے کہتا ہوں کہ دیکھو یہ مومن اور مومنہ ابھی ابھی اس فعل خاص سے فارغ ہوئے اور غسل طہارت میں مشغول ہو رہے ہیں اور مجھے اپنا رب سمجھتے ہیں۔ تم گواہ ہو جاؤ کہ میں نے انہیں بخش دیا ہے اور جب پانی ان کے بالوں سے گزرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دس دس نیکیاں لکھنے کا حکم دیتے ہیں دس دس گناہ معاف کرتے ہیں اور دس دس درجے بلند کرتے ہے یہ سنتے ہی حضرت علی المرتضیٰ اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں جو اس مسئلہ اور معاملہ کی ترویج واشاعت کرے اس کو کتنا ثواب ملے گا؟ فرمایا ان دونوں کو فرداً فرداً جتنا ثواب ملے گا اس اکیلے کو اتنا ثواب مل جائے گا۔ عرض کیا ان کا اجر وثواب کتنا ہوتا ہے؟ فرمایا جب وہ غسل کرتے ہیں تو وہ قطرہ قطرہ پانی جو ان کے بدن سے گزرتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ فرشتہ پیدا فرماتا ہے جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد وثناء کرتا ہے اس کا ثواب متعہ کرنے والے مرد اور عورت کے لئے ذخیرہ کیا جاتا رہے گا۔ اے علی! جو اس سنت کو معمولی سمجھے گا اور اس کو زندہ و پائندہ نہیں رکھے گا وہ میرے شیعوں سے نہیں ہوگا اور میں اس سے بری ہوں گا۔ (کون سا شیعہ مومن اور مومنہ ہوں گے جو اس قدر خسارے اور گھاٹے کو قبول کریں گے۔ اور متعہ کو ترک کریں گے یہ مقناطیسی کشش ہے جو نوجوان نسل کو اس مذہب کی طرف مائل اور راغب کرتی ہے سیالوی غفرلہ)

۲۲۔ نیز درروایت آمدہ رسول خدا ﷺ فرمود ای مرداں ہیچ میدانند کہ متعہ را چہ فضیلت وثوابست؟ گفتند نے یا رسول اللہ فرمود جبرئیل اکنوں برمن نازل شد وگفت اے محمد حق تراسلام می رساند وتحیت واکرام مینوازد ومی فرماید کہ امت خود را بمتعہ کردن امر کن کہ آں از سنن صالحاں است ہر کہ روز قیامت بمن رسد ومتعہ نکردہ باشد حسنات او بقدر ثواب متعہ ناقص باشد، اے محمد درھمے کہ مومن صرف متعہ کند نزد خدا افضل از ہزار درہم است کہ در غیر آں انفاق نماید۔ ا۔

محمد ﷺ در بہشت جمعی از حورالعین ہستند کہ حق تعالیٰ ایشاں را از برائے اہل متعہ آفریدہ اے محمد چوں مومنی مومنہ را عقد متعہ کند از جائے خود برنخیزد تا کہ حق تعالیٰ او را بیامرزد و مومنہ را نیز مغفور سازد و منادی آسمان ندا کند کہ اے بندہ خدا حق تعالیٰ می فرماید کہ اے بندہ من متعہ کردہ امید ثواب من ہر آئینہ امروز ترا مسرور سازم بتکفیر سیئات تو و مضاعفہ حسنات تو۔

خلاصہ مقصود یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! اے لوگو کیا تمہیں معلوم ہے کہ متعہ کا ثواب اور اس کی فضیلت کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہمیں تو معلوم نہیں۔ فرمایا ابھی ابھی جبرئیل مجھ پر نازل ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچایا ہے کہ اپنی امت کو متعہ کا حکم دو کیونکہ وہ صالحین کی سنت اور طریقہ ہے جو شخص قیامت کے دن میری بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے متعہ نہیں کیا ہوگا تو متعہ کے ثواب کی مقدار اس کی نیکیاں کم ہوگی اور عظیم خسارہ اور نقصان اس کو لاحق ہوگا۔ اے محمد ﷺ وہ درہم جسے مومن مرد متعہ کرنے پر خرچ کرتا ہے وہ اس ہزار درہم سے بہتر ہے جو متعہ کے علاوہ دیگر امور پر خرچ کئے جائیں۔ (خواہ حج اور جہاد یا نکاح دائم ہو) اے محمد ﷺ بہشت میں حورعین کی ایک جماعت ہے جس کو میں نے صرف متعہ کرنے والوں کے لئے پیدا کیا ہے (مگر متعہ کرنے والیوں کو کیا ملے گا؟ کاش انہیں بھی معلوم ہوتا) اے محمد ﷺ جب مومن مرد کسی مومنہ عورت کے ساتھ متعہ کا عقد کرتا ہے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھنے نہیں پاتے کہ دونوں کی بخشش و مغفرت کا فرمان جاری کر دیا جاتا ہے اور آسمان سے فرشتہ اسے پکار کر کہتا ہے! اے بندہ خدا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے تو نے ثواب کی امید پر متعہ کیا میں لازماً آج تجھے تیرے گناہ معاف کر کے اور نیکیاں کئی گنا بڑھا کر خوش و خرم کروں گا۔

متعہ کا منکر کافر ہے اور متعہ کے ذریعے پیدا ہونے والا فرزند نکاح کے ذریعے پیدا ہونے والے فرزند سے افضل ہے

۲۳۔ و از حضرت صادق علیہ السلام مروی است کہ متعہ از دین ما است و دین آباء ما است ہر کہ باں عمل کند عمل بدین ما کردہ و ہر کہ انکار آں کند انکار دین ما کردہ و بغیر دین ما اعتقاد نمودہ۔ و راستیکہ متعہ دنو است در سلف و امانست از شرک و ولد متعہ افضل است از ولد زوج دائمہ و منکر آن کافر و مرتد است و مقر باں مومن موحد تا آنکہ اگر زن مومنہ متمتعہ بدینارے استمتاع کند پس آں را بزوج خود بخشد حق تعالیٰ او را دو اجر بنویسد اجر صدقہ و اجر متعہ۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ متعہ ہمارے دین اور ہمارے آباء کے دین کا رکن اعظم ہے۔ جس نے اس پر عمل کیا اس نے ہی صحیح معنوں میں ہمارے دین پر عمل کیا اور جس نے اس کا انکار کیا اور ہمارے دین کے برعکس عقیدہ رکھا اور متعہ آدمی کو اسلاف کے ساتھ لاحق کرنے کا موجب ہے اور کفر و شرک سے امان کا ضامن۔ اور متعہ سے پیدا ہونے والا بچہ دائمی نکاح کے ذریعے پیدا ہونے والے سے بہت زیادہ فضیلت و بزرگی والا ہے۔ اور اس کا منکر کافر و مرتد ہے۔ اور اس کے ماننے والا ہی مومن و موحد ہے حتیٰ کہ اگر مومنہ عورت ایک دینار اجرت پر متعہ کرئے اور پھر اس (فصلی) خاوند کو بخش دے تو اللہ تعالیٰ اس کو دو اجر عطا فرمائے گا ایک صدقہ کا اجر اور دوسرا متعہ کا۔

اجرت متعہ بخش دینے والی کا اجر عظیم

۲۴۔ از حضرت رسالت مروی است ہر زنے کی صداق خود را بزوج بخشد خواہ در عقد متعہ یا دائمی حق تعالیٰ بہر درہے چہل ہزار شہر از نور در بہشت باو بخشد و بہر درہے ہفتاد ہزار حاجت دنیا

وآخرت اوراروا گرداند وبہر درہمے نورے درقبراو داخل سازد وبہر درہمے ہفتاد ہزار حلہ بہشت دراو پوشاند وبہر درہمے فرشتہ رابعث کند کہ از برائے او حسنات بنویسد تاروز قیامت۔

(تفسیر منہج الصادقین ج ۲ ص ۴۹۵ ۔ ورسالہ شیخ علی ابن عبدالعالی)

رسول معظم ﷺ سے مروی ہے کہ جو عورت اپنا حق مہر خاوند کو بخش دیتی ہے خواہ عقد متعہ میں خواہ عقد دائم میں ۔ اللہ تعالیٰ ہر درہم کے بدلے چالیس ہزار شہر نور کے بہشت میں اس کو عطا فرمائے گا اور ہر درہم کے بدلے دنیاوی اور اخروی ہزار حاجات پوری فرمائے گا اور ہر درہم کے بدلے اس کی قبر میں نور داخل کرے گا۔ اور ایک ایک درہم کے بدلے ستر ستر ہزار پوشاک بہشتی اس کو زیب کرائے گا اور ایک ایک درہم کے بدلے ایک ایک فرشتہ مبعوث فرمائے گا جو قیامت تک اس کے لئے نیکیاں ہی نیکیاں لکھتے رہے گا۔

نوٹ: اختصار مانع ہے ورنہ ابھی فضائل متعہ کے بحر ناپیدا کنار میں بڑے بڑے قیمتی جواہر باقی ہیں۔

لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی شریعت میں صرف متعہ ہی رکن اعظم ہے اور آپ اسلئے مبعوث ہوئے تھے کہ امت کو اس خواہش نفسانی کی اس انداز میں ترغیب دیں کہ دیگر ارکان اسلام کی ادائیگی کے متعلق اس کا عشر عشیر بھی شیعہ کتب میں ڈھونڈنے سے نہ ملے۔ نماز وروزہ پر ایسے اجر ثواب کا کہیں تذکرہ نہ زکوۃ اور حج میں خرچ کیے جانے والے ہزاروں دنانیر ودراہم پر اس اجر وثواب کا ایک فیصد بھی کہیں اشارہ ہو جو متعہ کے درہم میں ذکر کیا گیا ہے ساری زندگی میں مجاہدہ وریاضت کرنے والے صائم النہار اور قائم اللیل صوفیا اور مال وجان کی راہ خدا میں بازی لگانے والے شہداء تو ان ائمہ کے درجہ کو نہ پاسکیں بلکہ تمام انبیاء ورسل بھی اس کے مراتب ودرجات میں برابری نہ کرسکیں مگر متعہ ہے کہ ایک ہی جست میں اتنے غیر محدود مراتب طے کرادیتا ہے کہ امام حسین کے درجہ پر جابٹھاتا ہے اور دو دفعہ کرنے پر حسنی درجات طے

کیں مرتبہ کرنے پر مرتضوی مقام پر رسائی اور چوتھی مرتبہ کرنے پر سید الانبیاء ﷺ کے مقام پر پہنچا دیتا ہے۔

افسوس مراتب خلق ہی ختم ہوگئے ورنہ جس کو چسکا پڑ جائے وہ چار دفعہ پر اکتفا کیوں کرے گا جبکہ ہزار عورت سے کرنے کی رخصت ہے تو شیعہ علماء کو اس غریب کی محنت ومشقت پر ترس نہ آیا کہ ہزار مومنہ کو مشرف بہ متعہ کرے مگر درجہ وہیں کا وہیں رہے۔ شاید مجتہدین شیعہ کے نزدیک درجات تو اوپر بھی ہوں لیکن از روئے تقیہ چھپالئے ہوں اور خلق خدا کے خوف سے بیان نہ کئے ہوں اور سینہ بہ سینہ ان درجات کا عرفان ہوتا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی شخص تعصب اور حمیت جاہلیہ سے بالاتر ہو کر ان روایات پر نگاہ ڈالے تو فوراً پکار اٹھے گا ﴿سبحانک هذا بهتان عظیم﴾ رسول معظم ﷺ اور ائمہ طاہرین اور مقدسین پر ان روایات نبویہ اور روح اسلام کے سراسر منافی عمل کو ایک گھناونی سازش کے تحت اسلام کا سب ارکان سے بالاتر رکن ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے ورنہ انبیاء علیہم السلام اور ائمہ کرام کے درجات ایسے افعال سے حاصل کرنے کا تصور ہی کون سا مسلمان کرسکتا ہے۔

شیعی تاویلات

شیعی مجتہد العصر محمد حسین ڈھکو صاحب نے تجلیات صداقت ص ۲۹۸ پر ان روایات پر وارد اعتراضات کا تحقیقی جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ قرآن میں وارد ہے:

﴿من يطع الله والرسول فاولئک مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن اولئک رفيقا﴾

جو اللہ اور رسول کا کہا مانے تو ایسے ہی لوگ (جنت میں) ان مقبول بندوں کے ساتھ

ہوں گے جن پر اللہ نے بڑے بڑے انعام کئے ہیں یعنی نبی صدیق، شہداء اور نیک
لوگ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

جب اس آیت کی روشنی میں خدا اور رسول کی اطاعت کرنے والا
، صدیقوں اور شہیدوں کے درجہ میں ان کی رفاقت کر سکتا ہے تو پھر وہ متعہ جس کو خدا
نے حلال اور جائز قرار دیا تھا۔ بعض حکام وقت نے مداخلت فی الدین کرتے ہوئے
قرار دیا تو اگر کوئی شخص اس مردہ حکم شریعت کو زندہ کرنے کی غرض سے اس پر عمل کرے
میں اسے سرکار محمد و آل محمد کی رفاقت نصیب ہو جائے تو اس میں کیا اعتراض ہے؟
تو نہیں کہ ایسا کرنے والا معاذ اللہ خود امام حسین و حسن بن جاتا ہے بلکہ یہ ہے کہ ان کے
کے درجہ میں ہوگا اور ظاہر ہے کہ رفاقت جب ہی ہو سکتی ہے کہ درجہ ایک ہو جو قرآن
ہے۔ اس مردہ حکم کو زندہ کرنے کے لئے علماء اسلام یعنی ائمہ دین نے یہ ثواب بیان
دلائی ہے۔ (تجلیات صداقت ص ۲۹۸)

﴿الجواب و باللہ الاعتصام و منہ الھام الصواب﴾

علامہ موصوف کا یہ تحقیقی جواب ہے تو غیر تحقیقی کا اندازہ بھی اسی سے فرمالیں کہ
حق و صواب اور صدق و سداد نام کی کوئی شے ہو سکتی ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

اس جواب میں چند امور غور طلب ہیں۔

۱۔ کیا وہ متعہ مردہ حکم شریعت تھا؟

۲۔ کیا ہر حکم شرعی جو متروک ہو اس پر عمل سے اس قدر درجات بلند ہوتے ہیں؟

۳۔ کیا آیت کریمہ میں درجات میں برابری مراد ہے؟

۴۔ کیا رفاقت جبھی ہو سکتی ہے جب درجات میں برابری پائی جائے؟

امر اول: کے متعلق ہر صاحب عقل و ہوش سمجھ سکتا ہے کہ شیعی علماء کے نزدیک سید عالم ﷺ
بلکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی متعہ متروک نہیں تھا صرف حضرت
اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے منع فرمایا تو لامحالہ اس کی موت جب وصال نبوی کے بعد پائی
سرور عالم ﷺ کی زبانی اس کے یہ فضائل اور درجات کیسے ثابت ہو گئے تو لازمی بات یہ
روایات بعد میں تیار کی گئی ہیں اور از روئے افتراء ان کو نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب
گیا ہے۔

(ب) نیز جنہوں نے ابتدائی دور میں متعہ کیا ان کے لئے یہ فضائل نہیں ہوں گے کیونکہ یہ
بھی نہیں تھی۔ صرف بعد والے دور میں متعہ کرنے پر یہ فضائل ہوں گے اور اگلے لوگ انہیں
بھری نگاہ سے دیکھتے ہی رہ جائیں گے اور اس بات کے جان و دل سے آرزو مند ہوں
کاش ہم بھی بعد میں ہوتے اور متعہ کرتے اور ان مدارج پر فائز ہوتے۔ ﴿لا حول
ولا قوة الا باللہ﴾

(ج) علاوہ ازیں متعہ اپنے موجدین کے خیال میں ہی شرفا کے لئے باعث ننگ و عار اور
کنواری عورتوں کے لئے حرام یا مکروہ تحریمی، مومنات کے لئے موجب ذلت اور شادی
لوگوں کے لئے ممنوع تھا جیسے کہ روایات عرض کی جا چکی ہیں۔ خود علامہ ڈھکو صاحب کو تسلیم
کہ اس کی غرض تشریع اور علت جواز یہ تھی کہ جب بوجہ سفر وغیرہ جنسی گناہ میں مبتلا ہونے کا
ہو تو اس جائز طریقہ پر تسکین حاصل کر کے گناہ سے بچ جائے (ص ۳۰۱)
تو ایک ضرورت اور مجبوری کے تحت جواز پانے والا امر ٹھہرا جس طرح جان کا خطرہ
ہو تو خنزیر اور مردار کھا کر جان بچانا حلال ٹھہرا دیا گیا تو عقل سلیم کے نزدیک اس کے یہ

درجات ومراتب ہو سکتے ہے؟اوراس کواسلام کاایک رکن اعظم ٹھہرایا جاسکتا ہے؟اسی طرح
سنت نہ رکن اسلام بلکہ سراسرعیب و باعث ننگ و عار اور شرافت و سیادت کے منافی فعل
اس کے لئے ایسی روایات گھڑنا اسلام کے خلاف سازش ہے لہذا ڈھکو صاحب کا یہ جواب سراسر
دھوکا اور فریب کاری پر مبنی ہے۔

(د) نیز اگر مقصد تشریع اور جواز یہ تھا تو پھر ہزار ہزار کے ساتھ جائز کیوں رکھا اور حضر میں بیویوں کو اس کا حکم دیا گیا لہذا مقصد تشریع میں بھی ڈنڈی ماری گئی تاہم ثواب و درجات کی تو کا لغو ہونا ثابت ہو گیا۔

امر ثانی: شیعہ صاحبان نے صرف متعہ کے متعلق اس قدر زور لگایا اور اس کے فضائل و درجات گھڑے ہیں حالانکہ ان کی شریعت کی رو سے بہت سے جائز امور کو حرام ٹھہرایا گیا ہے۔

۱۔عورتوں کے ساتھ لواطت جائز مگر دیگر تمام فرق اسلامیہ کے نزدیک حرام ہے۔
تو کیا علماء شیعہ نے اس فعل کے متعلق بھی اس قدر ثواب اور درجات کا کہیں مژدہ سنایا؟

۲۔شیعہ کے نزدیک عاریۃ الفرج یعنی لونڈی کسی سے مانگ کر اس کے ساتھ بغیر نکاح قضاء شہوت کر کے مالک کو واپس کر دینا جائز ہے لیکن دوسرے اسلامی فرقے اس کو حرام قرار د ہیں۔تو اس پر اجر وثواب کی خوشخبری کیوں نہیں دی گئی؟

۳۔ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا شیعہ مذہب میں لازمی سنت ہے اور دیگر مذاہب میں ہاتھ باندھنا مسنون ہے مگر ہاتھ چھوڑنے کے بارے میں ایسی روایات جو درجات و مراتب کی ترقی کی ضامن ہوں مذکور نہیں ہیں۔

۴۔شیعہ مذہب میں وضو کرتے وقت پاؤں دھونا ممنوع ہے بلکہ مسح بھی جدید پانی کے ساتھ ہاتھ تر کر کے کرنا ممنوع ہے بلکہ صرف سر والے مسح کی بقایا تری کے ساتھ کرنا چاہیے یا بدن کے کسی

دوسرے حصہ سے تری حاصل کر کے مسح کرنا ضروری ہے لیکن اس عظیم فریضہ کی طرف ترغیب کے لئے ایسی خوش کن اور موجب ترغیب روایات کہیں ذکر نہیں کی گئیں۔و غیر ذلک .

تو صاف ظاہر ہے کہ شریعت کے مردہ حکم کو زندہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ امت مصطفی ﷺ میں عیاشی اور آوارگی پھیلانے اور انہیں برائیوں میں مبتلا کرنے کے لئے شاطر یہودیوں اور چالاک مجوسیوں نے یہ چال چلی ہے اور دائمی نکاح جو روح اسلام اور حکمت خداوندی کے تقاضوں کے عین مطابق ہے اس میں یہ فضائل ثابت نہ کئے صرف متعہ جو شہوت رانی کا وقتی اور عارضی ذریعہ ہے اس کے لئے اس قدر فضائل تراش لئے۔

امر ثالث: آیت کریمہ ﴿مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ الایہ میں درجات و مراتب کے لحاظ سے برابری سمجھ لینا بھی لغو اور باطل ہے۔

(الف) اگر سارے مطیع اور متبع ان مقدس ہستیوں کے ساتھ درجات اور مراتب میں برابر ہو گئے تو نبی اور غیر نبی کا فرق ہی ختم ہو کر رہ جائے گا اور اس طرح دیگر حضرات میں بھی تابع اور متبوع کا درجہ ایک ہونے پر یہ فرق ہی ختم ہو جائے گا۔

(ب) جب متبوعین میں چار گروہ شامل ہیں اور ان کے درجات مختلف ہیں تو ان کی معیت جس کو نصیب ہوگی وہ چاروں فریق کے درجہ میں کیونکر ہو سکے گا؟اور اس حقیقت کے اعتراف میں کسی مسلمان کو ذرہ بھر تردد نہیں ہو سکتا کہ ان چاروں فریق کا ذکر تفاوت مراتب بیان کرنے کے لئے ہے اور صدیقین کا درجہ انبیاء علیہم السلام سے کمتر اور شہداء و صالحین سے بڑھ کر ہو گا۔اور شہداء کا صدیقین سے کمتر اور عام صالحین سے برتر ہو گا تو ایک شخص ان مختلف درجات و مراتب میں ایک وقت کیسے ہو گا؟یا پھر درجات جنت میں تفاوت کا انکار کرنا پڑے گا جو کہ بالکل باطل ہے۔

(ج) اللہ تبارک وتعالیٰ نے فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والوں، جہاد کرنے والوں اور مالی قربانیاں دینے والوں کے متعلق فرمایا کہ وہ ان صحابہ کرام کے ساتھ درجات ومراتب میں برابر نہیں ہو سکتے جو فتح مکہ سے قبل مشرف باسلام ہوئے اور راہ خداوندتعالیٰ میں جہاد کیا۔ بایں ہمہ کہ فرائض وواجبات اور جہاد نفسانی ومالی میں بعد والے پہلوں کے ساتھ شریک ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے درجات ومراتب میں برابری کی بالکل نفی کر دی ہے۔

﴿قال الله تعالى لايستوى منكم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة من الذين انفقوا من بعد وقاتلوا وكلا وعد الله الحسنى﴾

(د) پھر یہ امر قابل غور ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بیت کے عظیم فرد اور صحابی رسول ہونے کے علاوہ تن من دھن بلکہ اولاد اور عزیز واقارب کی قربانی دے کر اسلام کی کشتی کو کنارے پر لگانے والے ہیں۔

بہر حق در خاک وخون غلطیدہ است
پس بنائے لا الہ گریدہ است

تو کیا صرف ایک مرتبہ متعہ کرنے والا اتنی اونچی چھلانگ لگا سکتا ہے کہ صحابی رسول ﷺ اہل بیت میں سے تیسرے امام، شہید راہ وفا اور دین اسلام کو اپنے اعزہ واقارب کے خون سے پروان چڑھانے والے کے برابر ہو جائے پھر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انہیں امتیازات کے ساتھ مختص اور حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ ومقام دوسرے سب ائمہ سے بلند تر ہے اور پھر شیعی شریعت میں صرف یہ تین امام نہیں بلکہ سبھی امام تمام انبیاء ورسل حتیٰ کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہما السلام سے بھی افضل ہیں۔ جن مقدس انبیاء ورسل نے توحید خداوندتعالیٰ اور احکام الٰہیہ کی خاطر عظیم قربانیاں دیں اور کفر وشرک کی ہلاکتوں سے بچا کر

خلق خدا کو اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت میں لے آئے ان سے ائمہ افضل مگر ائمہ کے ساتھ مراتب میں مساوی اور شریک ہوتا ہے تو متعہ کرنے والا اور وہ بھی صرف ایک دو تین مرتبہ کرنے پر اور چوتھی دفعہ تو اس کو مہمان لامکان اور عرش نشیں نبی کے ساتھ درجہ میں مشارکت اور برابری مل گئی۔ آخر اتنی اندھیر نگری بھی کہیں ہو سکتی ہے؟ ہر نص قرآنی بتلا رہی ہے کہ متاخرین اصحاب رسول تمام تر مجاہدات اور قتال فی سبیل اللہ اور مالی قربانیوں کے باوجود متقدمین اور سابقین کے ساتھ درجات میں برابر نہیں ہو سکتے بلکہ سابقین کے درجات لاحقین کی نسبت عظیم تر ہیں۔ ﴿اولئک اعظم﴾ درجة تو اس قسم کی صریح آیات کے ہوتے ہوئے اس شیعی توجیہ وتاویل کی لغویت بیہودگی اور اس کے فساد وبطلان میں کسی مسلمان کو شک وشبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(ہ) پھر یہ الفاظ کہہ کر ڈھکو صاحب نے کس قدر عقل وخرد اور دانش وبینش سے تہی دامنی اور افلاس کا مظاہرہ کیا ہے کہ متعہ کرنے والے کے درجہ کو حسین وحسن کا درجہ قرار دیا گیا ہے اور اسے حسین وحسن تو نہیں کہا گیا۔ اسے کون سمجھائے کہ امتیاز تو ہوتا ہی درجات سے ہے۔ وصف نبی میں شریک ہونے کے باوجود انبیاء کے درجات برابر نہیں تو کسی کو نبی الانبیاء کے درجے میں شریک مان لیا جائے تو اتنا جواب کافی ہوگا کہ درجات میں برابری مانی ہے محمد تو نہیں کہا ہے۔ فضیلت وبرتری صرف نام میں نہیں ہوتی مقام میں ہوتی ہے اور وہ تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے سے ہوتی ہے۔ ﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ﴾ نیز جب ایک مرتبہ میں اتنی فضیلت ہے تو جو زندگی بھر اس کاروبار میں لگا رہے اس کو حسین وحسن کہو تو اس کے درجات کی صحیح ترجمانی نہیں ہو سکتی اور اس کی محنت ومشقت کا حق تو ادا نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ حسین وحسن تو بہت نیچے رہ گئے۔ صرف متعہ کے دو جھٹکوں میں اس فاصلے کو سمیٹ لیا گیا۔ اب جو ان کے باپ اور نانا کو بھی تیسرے اور چوتھے جمپ کے بعد پیچھے چھوڑ جائے گا اسے حسن وحسین کہنا تو بہر حال اس

کے مرتبہ کا انکار ہے۔لعنت بریں عقیدہ باد۔

(و) ستم بالائے ستم یہ ہے کہ متعہ کر کے غسل کرنے والے مرد وعورت کے بدن پر جنابت کی نجاست کے ساتھ آلودہ پانی کے ہر قطرہ سے فرشتہ کی بلکہ ستر ستر فرشتہ اور نوری مخلوق کی تخلیق تسلیم کی گئی ہے۔کیا نوروں کی تخلیق کے لئے ایسے ہی نورانی مادے ہوا کرتے ہیں؟

شیعہ صاحبان نے جوش متعہ میں ہوش وخرد کو بھی خیر باد کہہ دیا ہے اور کیوں نہ ہو ان کی شریعت میں یہ شراب بھنگ اور افیون چرس اور ہیروئن کا قائم مقام ہے تو اس کی اثرات ایسے ہی نمایاں ہونے چاہیں کہ نہ اہل بیت کی عزت کا خیال اور نہ نوری معصوم ملائکہ کی عزت کا خیال

(ز) علامہ ڈھکو صاحب دو دو ہزار احادیث وروایات سے زائد دفتر کو موضوع، نا قابل اعتبار اور غلط قرار دے سکے ہیں جو ان کی مستند کتب وتفاسیر وغیرہ میں منقول ہیں مگر ایسی بے بنیاد اور عقل ونقل کے خلاف روایات کو ضعیف کہنے کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوئی بلکہ ان کی تصحیح کے لئے قرآن مجید کی معنوی تحریف کا ارتکاب کرنا گوارہ کرلیا اور صریح نصوص اور واضح ترین آیات کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔

امر چہارم: علامہ ڈھکو صاحب نے فرمایا کہ رفاقت درجات میں برابری کے بغیر نہیں ہو سکتی لہذا ہر شخص جو اللہ تعالیٰ اور رسالت مآب ﷺ کا اطاعت گزار ہوگا وہ انبیاء کرام وصدیقین اور صالحین کا ہم مرتبہ ہوگا کیونکہ وہ مقدس ہستیاں اس کی توفیق رفیق ہوں گی لیکن اس دعویٰ کا بطلان بھی ہر صاحب عقل ہوش پر واضح اور روشن ہے۔ کیونکہ خادم اور مخدوم رفیق تو ہوتے ہیں مگر ہم پلہ نہیں ہو سکتے۔اللہ تعالیٰ اپنے متعلق بار بار محسنین کی معیت، مومنین کی معیت متقین کی معیت کا اعلان فرمایا۔میدان بدر میں آنے والے ملائکہ کو فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں۔حضرت صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ﴿ماظنک باثنین الله ثالثهما﴾ جن دو کے ساتھ تیسری اللہ تعالیٰ کی ذات ہو ان کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے اور قران مجید نے بھی اس کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا ﴿اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ تو کیا اللہ تعالیٰ کا مرتبہ بھی ان حضرات کے برابر تسلیم کے جائے گا؟

جن اسفار میں صحابہ کرام کو نبی اکرم ﷺ کی رفاقت نصیب ہوئی یا شیعان حیدر کرار کی رفاقت ہوئی تو وہ ان ہستیوں کے ساتھ درجات ومراتب میں شریک اور برابر ہو گئے۔

علاوہ ازیں جنت کے درجات کا مختلف اور متفاوت ہونا مسلم ہے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور اس کے رسول ﷺ کی تو وہ سبھی ایک درجہ میں ہو گئے پھر دوسرے درجات بنانے ہی بے سود ٹھہرے۔علاوہ ازیں انبیاء وصدیقین کے مراتب باہم برابر نہیں اور نہ شہداء صالحین کے آپس میں برابر اور نہ انبیاء وصدیقین کے ساتھ برابر تو جب ان منعم علیہم ہستیوں کے درجات برابر نہ ہوئے جیسے کہ اسلوب کلام ہی سے واضح ہے تو عام مطیعین درجات میں برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ لہذا یہ دعویٰ سراسر تحکم سینہ زوری اور منہ زوری کا مظاہرہ ہے اسے عقل مندی اور دانش وبینش کی ہوا بھی نہیں لگی۔

الغرض جب ڈھکو صاحب کے تحقیقی جواب کا حال یہ ہے تو ان کے الزامی جواب کا حال اس سے بھی بدتر ہونا یقینی ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

الزامی جواب

کتب اہل السنّت میں بظاہر معمولی معمولی اعمال پر ثواب بے حساب مذکور ہیں بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ ایسا کرنے سے آدمی صدیق اور شہید بن جاتا ہے۔

۱۔کوئی صبح وشام **اعوذ باللہ** کے بعد سورہ حشر کی آخری چند آیات پڑھ لیا کرے تو ستر ہزار فرشتے ہمیشہ اس کیلئے دعا کرتے ہیں اور جب موت آئے تو شہید مرتا ہے۔

۲۔کوئی شخص شب جمعہ نماز وتر پڑھ لے تو اگلے جمعہ تک کوئی گناہ اس کے نامہ اعمال میں نہیں لکھا جائے گا اور اگر مر جائے تو شہید مرتا ہے۔ ہر رکعت کے بدلے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ایک سال کی عبادت لکھی جاتی ہے۔

۳۔جو شخص **لا الہ الا اللہ** کہہ لے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے خواہ وہ چوری کرے خواہ زنا کرے۔

۴۔اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لیا کرے تو صدیق بن جاتا ہے۔

اگر یہ سب درست ہیں اور ان کی مناسب تاویل ہوسکتی ہے تو ہمارے کرم فرماؤں کو صرف روایات متعہ میں ہی کیوں کیڑے نظر آتے ہیں (باختصار یسیر ص ۱۳۹)

اقول وعلی توفیقہ اعول

علامہ ڈھکو صاحب کو تلاش بسیار کے باوجود اگر ملیں تو نماز، تلاوت اور کلمہ توحید کے اجر وثواب پر مشتمل روایات، اگر کوئی مباشرت اور جماع کے متعلق اجر وثواب پر مشتمل روایت ملتی تو نقل کرنے میں قطعاً تقیہ سے کام نہ لیتے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارا قبلہ کدھر ہے اور ان کا کدھر ہے وہ کن سفلی جذبات کی تسکین سے ترقی درجات کے متلاشی ہیں اور ہم کس پاکیزہ اور مقدس ذریعہ سے اس ترقی کے متمنی ہیں۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

نیز ڈھکو صاحب کو نظر آئے تو صدیق اور شہید بن جانے کے حوالے مگر اس کا تو کہیں ذکر نہ ملا کہ وہ سید الشہداء کے برابر اور صدیق اکبر کے برابر ہو جاتے ہیں اور یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام کے درجات میں تفاوت ہے صدیقین، شہدا اور صالحین کے مدارج میں بھی تفاوت ہے ڈھکو صاحب نے سمجھ لیا کہ سبھی صدیق ہم مرتبہ ہوتے ہیں اور سبھی شہداء بھی۔ حالانکہ یہ واقعہ کے بھی خلاف ہے اور اہل السنّت کی تعبیرات کے بھی۔ اور کچھ بھی ہو ڈھکو صاحب کو یہ حوالہ تو بالکل نہ ملا کہ فلاں ورد سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا سید عالم ﷺ کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور یہ تو بہر حال ہمارا عقیدہ ہے ہی کہ ان کے غلام غوث، قطب، ولی، ابدال، اور صدیق وشہید ہوتے ہیں کلام تو برابری میں تھا کہیں کوئی ایسا لفظ نظر آیا؟

اگر ملائکہ کے متعلق روایت ملی تو دعا کرنے کی ملی اور وہ دعا تو کرتے ہی رہتے ہیں۔ ﴿**یصلون علی النبی**﴾ ہے تو نبی کے صدقے میں ﴿**ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہ**﴾ بھی وارد ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور ان کی امت پر اللہ رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے دعائیں کرتے ہیں نیز ﴿**قال اللہ تعالیٰ** ... اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ (سورہ مومن) وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کا عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ سبھی اپنے رب کی حمد وتسبیح بجالاتے ہیں اور اس کے ساتھ ایمان لاتے ہیں اور ایمان لانے والوں کیلئے استغفار کرتے ہیں۔ کہیے علامہ صاحب یہ صرف فتاوی برہنہ نہیں کلام مجید اور فرمان حمید ہے اور صرف ایمان پر یہ اعزاز ثابت ہے کہ ایسے مقدس ملائکہ جہاں اپنے رب کی حمد وتسبیح کرتے ہیں وہیں پر اہل ایمان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

لطیفہ

لگے ہاتھوں ڈھکو صاحب نے کلمہ توحید پڑھنے والے کو بھی متعہ کے اجر وثواب کی روایات کے جواب میں ذکر کر دیا کہ اگر ایمان لانے والا شخص جنتی ہوسکتا ہے تو متعہ کرنے والا کیوں نہیں ہوسکتا؟ دیکھا آپ نے یہ ہے شیعہ مذہب کہ اس میں متعہ کا وہی درجہ ہے جو اہل اسلام کے نزدیک لا الہ الا اللہ کہنے اور ماننے کا ہے۔ ڈھکو صاحب کیا جو شخص کلمہ پڑھ لے اور حلقہ اسلام میں داخل ہو جائے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ کبائر کا بخشنا اللہ تعالیٰ کی مشیت میں داخل ﴿قال تعالی یَغْفِرُ مَادُوْنَکَ ذٰلکَ لِمَنْ یَّشَآء﴾ شرک وکفر کے علاوہ تمام گناہ جس کے لئے چاہے گا بخش گا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ﴿شفاعتی لاھل الکبائر من امتی﴾ میری شفاعت اہل کبائر کے لئے ہے لہذا کلمہ پڑھنے والا دونوں پہلوؤں سے مستحق مغفرت ہوگیا اور بالآخر جنت میں داخل ہوگا اور یقیناً ہوگا لیکن صدیقین سے کندھا ملا کر یا شہدا سے یا صالحین سے یا نبی الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم سے کندھا ملا کر جنت میں جانے تو کا ذکر نہیں ہے۔ اور نہ کلمہ پڑھ لینے پر حسنین کریمین، علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور نبی الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ درجات ومراتب میں برابری کا کہیں تذکرہ ہے۔ یہ تو آپ نے کھسیانی بلی کی طرح صرف کھمبا نوچنے کی ناکام اور بے سود کوشش کی ہے۔ ورنہ اس جواب کو علم وفضل بلکہ عقل ودانش بلکہ فہم وشعور کی دنیا میں تو پرکاہ کی اہمیت بھی نہیں ہوسکتی۔

کہیں ناک کان کٹنے کا ذکر بھی ہے؟

نیز یہ بھی علامہ صاحب کو دکھلانا چاہیے تھا کہ کہیں ان مستحب امور میں اہل السنّت نے ترک کی صورت میں کوئی وعید وتشدید ذکر کی ہو۔ مگر آپ کے مذہب میں تو متعہ نہ کرنے پر قیامت کے دن کان کٹے ہوئے ہونے کی وعید سنائی گئی ہے۔ مگر نکاح دوام نہ کرنے پر ناک ٹیڑھی ہونے

یا کان چھوٹے ہونے کا بھی کہیں ذکر نہیں آخر ان وعیدات کے ذکر کرنے میں کونسا نیک جذبہ کار فرما ہوسکتا ہے۔ اور مذہب اہل السنّت میں ایسے شہوانی جذبات کے نہ کرنے کی صورت میں ایسی سزاؤں کا عشر عشیر بھی کہیں نظر آیا؟ صاف ظاہر اور دوپہر کے اجالے کی طرح واضح کہ یہ سب یہود ومجوس کی ناپاک سازش ہے اور اہل اسلام کو غلط راہ پر ڈالنے کا ناپاک منصوبہ اور مقدس ہستیوں کی آڑ لینے کا موجب صرف اہل محرکین پر پردہ ڈالنے کی ناپاک کوشش ہے ورنہ یہ مقربان خدا اس قسم کے فتاوی اور احکام وارشادات سے قطعاً منزہ ومبرا ہیں۔

کیا مذہب شیعہ اہل بیت کا مذہب ہے؟

(ف) یاد رہے کہ اہل تشیع کو یہ امر تسلیم ہے کہ کسی امام نے حدیث وفقہ کے اندر کوئی کتاب تالیف نہیں فرمائی اور جو کچھ ان سے ثابت کیا جاتا ہے یہ محض راویوں کی روایات کے ذریعے سے ہے اور ان راویوں کے نام لے لے کر ائمہ کرام نے کاذب، خائن، محرف، یہودی اور اہل تثلیث سے بدتر وغیرہ کے القابات سے انہیں نوازا ہے۔ لہذا ایسے راویوں کے ذریعے ثابت ہونے والا مذہب قطعاً اہل بیت کرام کا مذہب نہیں کہلا سکتا۔ اس اجمال کی اگر تفصیل ملاحظہ کرنی ہو تو شیعی کتب رجال کشی اور تنقیح المقال وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ ہم نے تحفہ حسینیہ میں مختصرا تبصرہ اس موضوع پر کیا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

باب دوم

عاریۃ الفرج یعنی لونڈی کے مالک سے بغرض جماع مانگ لینا

شیعہ برادری نے تسکین اور آتش شہوت بجھانے کا ایک بہت سستا اور بے ضرر طریقہ ایجاد کیا ہے۔ جس میں نہ ایجاب وقبول نہ حق مہر نہ اجرت نہ نان ونفقہ بس پرائی لونڈی وغیرہ مانگ لی۔ شہوت نفس پوری کی اور مالک کا مال اس کو واپس کر دیا جس کو تحلیل اور عاریۃ الفرج کہا جاتا ہے۔

متعہ اور اس میں اجارہ اور عاریت والا فرق ہے۔ کیونکہ اول الذکر میں اجرت مقرر ہوتی ہے۔ اور ایام منفعت بھی جیسے بستر رات کے وقت کرایہ پر لے لیا اور دوسری صورت میں مفت میں منفعت حاصل کی جاتی ہے۔ حقیقی ملک کسی کو بھی حاصل نہیں ہوتا نہ متعہ والے کو نہ عاریت والے کو۔ لہذا اس میں صرف لونڈی کے مالک کا احسان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اب اس ضمن میں عجیب وغریب روایات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ ﴿عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام قلت له الرجل یحل لاخیه فرج جاریته؟ قال نعم لا باس به له ما احل له منها﴾

(استبصار ج ۲ ص ۴۷)

امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے محمد بن مسلم نے دریافت کیا۔ کیا کوئی شخص اپنے مومن بھائی کے لئے اپنی لونڈی کا فرج حلال کر سکتا ہے؟ تو انہوں نے کہا، ہاں اس میں حرج نہیں اور اس کو اسی قدر استعمال کا حق ہوگا جس حد تک مالک نے اس کے لئے لونڈی حلال

ٹھہرائی۔

۲۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے اگر لونڈی کا مالک کسی مومن بھائی کے لئے اس کا بوسہ حلال کرے تو صرف وہی حلال ہوگا اور اگر فرج کے علاوہ جملہ امور مباح کرے تو جماع کے علاوہ سب کچھ حلال ہوگا۔ وان احل الفرج حل له جمیعها اگر فرج کا استعمال حلال کر دے تو پھر ساری لونڈی اس کے لئے حلال ہوگی۔

۳۔ ﴿عن ابی بصیر قال سالت ابا عبداللہ علیه السلام عن امراۃ احلت لابنها فرج جاریتها. قال هو له حلال قلت افیحل له ثمنها؟ قال لا انما یحل له ما احلت له﴾

ابو بصیر کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک عورت اپنے بیٹے کے لئے اپنی لونڈی کی شرمگاہ حلال کر دیتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا وہ اس کے لئے حلال ہے میں نے کہا کیا اسے بیچ کر اس کی قیمت اور ثمن بھی وصول کر سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا! نہیں صرف اس کا فرج استعمال کر سکتا ہے (لونڈی تو اس کی ماں کی ملک میں رہے گی۔﴾

(استبصار ج ۲ ص ۴۷)

۴۔ احمد بن محمد بن اسماعیل بن بزیع کہتا ہے میں نے امام ابو الحسن علیہ السلام سے دریافت کیا

﴿عن امراۃ احلت لی فرج جاریتها. فقال ذلک لک. قلت فانها کانت تمزح فقال، کیف لک بما فی قلبها فان علمت انها تمزح فلا﴾

(فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۹۔ استبصار ج ۲ ص ۴۷)

یعنی ایک عورت نے اپنی لونڈی کا فرج مجھ پر حلال کر دیا ہے تو آپ نے فی الفور فرمایا! وہ تیرے لئے حلال ہے۔ میں نے کہا وہ تو مزاح کر رہی تھی۔ آپ نے کہا! تجھے اس کی قلبی حالت کا کیا علم؟ اگر تجھے اس کا مزاح کرنے کا حتمی علم ہے تو پھر حلال نہیں۔

ائمہ کرام کا اپنی لونڈیوں کے فروج مومنین کے لئے مباح ٹھہرانا

۵۔﴿عن محمد بن مضارب قال لی ابو عبدالله علیه السلام یا محمد خذهذه الجارية تخدمک وتصيب منها فاذاخرجت فارددها الينا﴾

محمد بن مضارب کہتا ہے کہ مجھے امام جعفر صادق نے فرمایا یہ لونڈی لے جا تیری خدمت بھی کرے گی اور اس کے ساتھ جماع بھی کر لینا اور جب رخصت ہونے لگے تو پھر ہمیں واپس دیتے جانا (تا کہ کسی دوسرے مومن کا کام چل سکے۔۔شرم تم کو مگر نہیں آتی)

(فروع کافی ج ۲ ص ۲۰۰۔استبصار ج ۲ ص ۷۴)

۶۔﴿عن حسين العطار قال سالت ابا عبدالله عن عارية الفرج قال لاباس به.قلت وان كان منه ولد ؟فقال لصاحب الجارية الا ان يشترط عليه﴾

حسین عطار کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرج زن بطور عاریت لینے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے میں نے دریافت کیا اگر اس سے بچہ پیدا ہو جائے تو آپ نے فرمایا وہ لونڈی والے کا ہوگا (تا کہ اس کا بھی بھلا ہو اور لونڈی کچھ لے کر دوبارہ اس کے پاس جائے۔سیالوی) ہاں اگر شرط کر لے کہ جو اولاد پیدا ہوگی وہ بھی میری ہوگی تو پھر اولاد اسی عاریت پر لونڈی کا فرج استعمال کرنے والے کی ہوگی (یعنی دوہرا فائدہ اسی کو ہوا لذت نفس بھی حاصل ہوگئی اور پیداوار بھی حاصل ہوگئی۔سیالوی)

حد تحلیل اور عاریت سے تجاوز کا حکم اور زنا کی حلت

فضل بن یسار کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا:

﴿رجل عنده جارية نفيسة وهى بكر احل لاخيه مادون فرجها له ان يقتضها قال.لاليس له الا ما احل له منها ولواحل له قلبة منها لم يحل له ماسوى ذلک.قلت.ارايت ان احل له مادون الفرج فغلبته الشهوة فاقتضها قال.لاينبغى له ذلک قلت فان فعل يكون زانياً؟ قال لا ولكن خائنا ويعزم لصاحبها عشر فيمتهاان كانت بكرا وان لم تكن بكرافنصف عشر قيمتها﴾

ایک آدمی کے پاس نفیس ترین باکرہ لونڈی ہو اور وہ اس کے فرج کو استعمال کرنے کی رخصت نہیں دیتا لیکن اس کے علاوہ ہر قسم کا انتفاع حلال ٹھہراتا ہے تو کیا ایک مرتبہ حاصل کر لینے کے بعد اس کے ساتھ جماع کر کے اس کی بکارت زائل کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔جس قدر نفع اٹھانا اس نے حلال کیا ہے بس اسی قدر حلال ہے۔حتیٰ کہ صرف اس کا بوسہ لینا حلال کیا ہے تو صرف بوسہ لینے کا ہی حقدار ہے۔میں نے کہا حلال تو اس نے فرج کے علاوہ سب کچھ کر دیا ہے لیکن اگر شہوت غالب آجائے اور وہ شخص اس کے ساتھ جماع کر کے اس کی بکارت زائل کر دے؟ آپ نے کہا اس کے لئے یہ اقدام مناسب نہیں۔میں نے عرض کیا۔کیا ایسا کرنے پر وہ زانی ٹھہرے گا (اور اس پر رجم یا کوڑوں کی سزا عائد ہو سکتی ہے؟) آپ نے کہا نہیں! زانی تو نہیں ہوگا لیکن امانت میں خیانت کا مرتکب ہوگا بس لونڈی کے مالک کو باکرہ ہونے کی صورت میں اس کی قیمت کا دسواں حصہ دے دے اور باکرہ نہیں تھی تو بیسواں حصہ (مقصد یہ کہ کچھ گنوا کر جائے تو مالک کے لئے کچھ لے کر جائے)

کسی لونڈی سے زنا کرنے کے بعد مالک سے معافی لے لینے پر مژدہ بخشش

۸۔ابوشبل سے روایت ہے کہ میں نے امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے دریافت کیا۔ایک مسلمان شخص ہے جو کسی لونڈی سے زنا کا مرتکب ہو گیا ہے اس کی توبہ کی کیا صورت ہے؟﴿قال ياتيه فيخبره ويساله ان يجعله من ذلک فى حل ولايعود قلت فان لم يجعله من

ذلک فی حل قال رضی الله عزوجل وهوزان خائن قال قلت. فالنار مصيره قال شفاعة محمد ﷺ و شفاعتنا تحيط بذنوبكم يامعشر الشيعة ولاتعودون و تتكلون على شفاعتنا والله ماينال شفاعتنا اذاركب هذاحتى يصيبه الم العذاب ويرى هول جهنم﴾

(فروع کافی ج۲ص۲۰۰،۱۹۹کتاب النکاح)

آپ نے کہا۔ اس کے پاس جائے اسے صورتحال بتائے اور اس سے مطالبہ کرے کہ میرے لئے وہ کاروائی حلال کردے اور دوبارہ یہ حرکت نہ کروں گا۔ میں نے کہا اگر وہ محض اپنی لونڈی کے ساتھ اس کے زنا کو حلال نہ ٹھہرائے اور اس فعل سابق کو مباح نہ ٹھہرائے؟ تو آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بحیثیت زناکار اور خیانت کار کے پیش ہوگا۔ میں نے عرض کیا۔ تو کیا (آپ کا شیعہ ہوکر بھی اتنی سی بات پر) دوزخ اس کا ٹھکانہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا حضرت محمد ﷺ کی شفاعت اور ہماری شفاعت تمہارے گناہوں کا احاطہ کرے گی۔ گروہ شیعہ تم گناہوں سے باز نہیں آتے اور ہماری شفاعت پر بھروسہ کرتے ہو ایسے شیعہ کا گروہ اور محبین کی جماعت محمد ﷺ کی اور ہماری شفاعت ایسے مجرموں اور بدکاروں کو نصیب نہیں ہوگی جب تک وہ عذاب کا رنج والم اور جہنم کی ہولناکی اور خوفناکی دیکھ نہیں لیں گے۔

مقام غور

عاریت اور تحلیل ماسوائے فرج کی ہو اور زنا کرے بھی تو دسواں اور بیسواں حصہ دے دینا کافی اور زنا کا جرم ختم اور پہلے فجور و زنا کرے بعد میں معافی مانگ لے۔ اگر لونڈی کے مالک کی نگاہ کرم ہوجائے تو پاک صاف ہوگیا۔ کیا ان روایات کے بعد بھی کسی شخص کے لئے اس امر میں کسی شک وشبہ کی گنجائش رہ گئی کہ اس مذہب میں زنا حلال ہے اور اس مذہب کے پرستار

قضاء شہوت اور تسکین نفس کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

مقصود ہے کہ سیم تنوں سے وصال ہو
مذہب بھی وہ چاہیے کہ زنا بھی حلال ہو

حالانکہ فعل زنا ثابت ہونے کے بعد محض بندوں کے معاف کرنے سے یہ معاف نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہے جبکہ قصاص ثابت ہونے کے بعد اولیاء مقتول معاف کرسکتے ہیں کیونکہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ مگر واہ رے اس رنگیلا شاہی مذہب کے بانی کہ اس قبیح ترین فعل کو بھی مباح کردیا ہے۔

شیعہ صاحبان ہر مسئلہ میں کوئی نہ کوئی روایت اپنے مخالفین کی پیش کرکے مومنین کی دلجوئی کردیتے تھے کہ اس معاملے میں ہم اکیلے نہیں ہیں۔ لیکن اس مسئلہ میں تو ابوطوسی کو یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہ رہا﴿ان هذا ممالیس یوافقنا علیه احد من العامة وممايشعنون به علينا﴾ (استبصار ج۲ص۷۴)

اس مسئلہ میں جمہور اہل اسلام میں سے کوئی بھی ہمارے ساتھ متفق نہیں ہے بلکہ یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن کی وجہ سے وہ ہم پر طعن و تشنیع کرتے ہیں (اور کیوں نہ کریں اسلام ایسی بے عزتی اور بے حیائی کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔ سیالوی)

زناکار لونڈی کا دودھ پاک کرنے کی ترکیب اور حیلہ

ا۔﴿عن عبدالله عليه السلام قال فی رجل كانت له مملوكة فولدت من فجور فكره مولاها ان ترضع له مخافة ان لايكون ذلک جائز افقال له ابو عبدالله فحلل خادمک من ذلک حتى يطيب اللبن. (فروغ کافی ج۲)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں مروی ہے جس کی

مملوکہ لونڈی نے زنا کاری سے بچے کو جنم دیا اور اس کا مالک اسی لونڈی کا دودھ اپنی اولاد کو پلانا اس اندیشہ کے تحت پسند نہیں کرتا کہ یہ ناجائز نہ ہو۔ تو آپ نے فرمایا۔ اپنے خادم کو یہ جرم معاف کردے تاکہ دودھ پاکیزہ اور حلال ہو جائے۔

۲۔﴿عن محمد بن مسلم عن ابی عبدالله علیه السلام فی امراة الرجل یکون لها الخادم قد فجرت فیحتاج الی لبنها قال مرهافتحللها یطیب اللبن﴾

محمد بن مسلم نے امام صادق سے ایک شخص کی عورت کے متعلق روایت کا ہے جس کی خادمہ نے فسق وفجور کا ارتکاب کیا اور صاحب اولاد ہوگئی بعد ازاں اس گھرانہ کو اس کے دودھ سے استفادہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے فرمایا اپنی بیوی کو حکم دے کہ لونڈی کے جرم زنا کو معاف کردے تو وہ دودھ پاک اور حلال وطیب ہو جائے گا۔ (فروع کافی ج ۲)

(ف) ماشاء اللہ دودھ پاک کرنے کا خوب طریقہ ہے اور ایسا ہی پاکیزہ دودھ پینے والے ہی مخلص شیعہ بن سکتے ہیں اور اصحاب رسول علیہ السلام کو سب وشتم کرنے والے۔ رہا یہ معاملہ کہ تحلیل صرف دودھ کو پاک کرے گی یا سابقہ زنا کو بھی تو یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ زنا اور ولادت اس دودھ کے تولد کا سبب ہیں اور وہ باقی ہے تو دودھ میں خبث بھی باقی ہے اور اس سے خبث ختم ہوا تو اس کا سبب بھی ختم ہو گیا اور اس مضمون کی روایت پہلے درج ہو چکی ہے کہ لونڈی سے زنا کرنے والا اس کے مالک سے معافی مانگ لے اور وہ معاف کردے تو زانی نہیں سمجھا جائے گا اور معافی نہ ملنے کی صورت میں زانی اور خائن سمجھا جائے گا اور عذاب دیا جائے گا۔ لہذا ابو جعفر طوسی کا یہ کہنا کہ اس معافی سے صرف دودھ پاک ہو گا سابقہ فعل اور کرتوت دونوں حلال اور جائز نہیں ہو گا۔ (استبصار ج ۲ ص ۱۷۰) درایت اور روایت دونوں کے خلاف ہے جب مستقبل میں زنا کو حلال کرسکتا ہے وہ ماضی میں کیا ہوا زنا معافی دے کر کالعدم کیوں نہیں

کرسکتا۔ خدا لگتی بات یہ ہے شیعی اسلاف کا جنسی تعلقات کے معاملے میں حوصلہ بہت بلند ہے اور ظرف انتہائی وسیع اور ہمدردی وغم خواری کا عنصر غالب۔ لہذا طوسی صاحب کو تنگ ظرفی اور بے دردی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آخرت میں جو ہوگا سو ہوگا۔ مگر دنیا میں تو داد عیش کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانا نہیں چاہیے۔

شیعہ حضرات کے لئے عجیب سہولت

لونڈی کا مالک جس کے لئے چاہے اس کا فرج حلال کرسکتا ہے اور بطور عاریت دے سکتا ہے جس طرح کہ سابقہ روایات سے یہ حقیقت واضح ہو چکی حالانکہ قرآن مجید میں مولا کی اجازت سے نکاح کرنے کا حکم ہے اور نکاح میں ایجاب وقبول اور حق مہر لازم ہے۔

﴿قال تعالی ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المومنات فمما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المومنات والله اعلم بایمانکم بعضکم من بعض فانکحوهن باذن اهلن واتوهن اجورهن بالمعروف ..الایة﴾

تم میں سے جس کو محصنات مومنات کے ساتھ نکاح کی قدرت نہ ہو تو مومنہ لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرلو جو تمہارے ملک میں ہیں اللہ تعالیٰ تمہارے ایمانوں کو بہتر جانتا ہے تم باہم رشتہ ایمان میں متحد ومتوافق ہو لہذا ان کے ساتھ ان کے موالی کے اذن سے نکاح کرو اور ان کا اجر یعنی حق مہر معروف طریقہ پر ادا کرو جب اہل کے اذن نکاح سے نکاح ہوگا تو لامحالہ ایجاب وقبول اور مہر لازم۔ مگر شیعی علماء نے مومنین کی سہولت کے لئے قرآنی بندھن اور قیود توڑ ڈالے اور بالکل سہل طریقہ ایجاد کردیا۔

علاوہ ازیں شیعہ مذہب میں نہ آیسہ کے لے عدت ہے اور نہ صغیرہ نابالغہ کیلئے جیسے کہ قبل ازیں روایات میں باحوالہ اثبات کیا جاچکا ہے تو اندریں صورت صغیرہ کے بالغ ہونے تک

اور آیسہ کے ساتھ تادم زیست اور بالغہ کے ساتھ صرف استبراء کے ایام کے علاوہ میں افادہ وافاضہ اور ہمدردی وغمخواری کا معاملہ بڑا وسیع ہوسکتا ہے اور اس طرح بے شمار مومنین کا بھلا ہو سکتا ہے اور مومنین کی تعداد میں اضافہ کا بھی بہترین موقعہ ہے۔ ایسے آسان اور موجب سہولیات مذہب کی طرف کس کا دل نہ کھنچے گا مفت میں ہو تو دوسرے مومنین کا بھلا اور اجرت پر ہو تو اس مومن کیلئے چاندی ہی چاندی۔ پہلی صورت تحلیل اور عاریت کے طریقہ پر حلال۔ اور دوسری صورت میں متعہ اور عقد انقطاع کے طریقے پر حلال۔ بہر صورت حلت ہی حلت ہے اور آزادی ہی آزادی۔ العیاذ باللہ۔

استبراء سے آزادی اور چھٹکارا

اگر لونڈی کو کسی سے خریدا جائے یا میدان کارزار میں کافرہ عورت ہاتھ لگے تو اس کے ساتھ بطور ملک یمین مباشرت کرنے سے قبل حیض آنے کی صورت میں ایک حیض اور نہ آنے کی صورت میں ایک ماہ انتظار کرنا پڑتا ہے مگر شیعہ مذہب میں اس انتظار کی کلفت بھی روا نہیں رکھی گئی بلکہ صغیرہ ہو یا آیسہ تو بلا تکلف مباشرت حلال اور مباح ہے گو اس پر حوالہ جات متعہ کی بحث میں درج کئے جاچکے ہیں مگر مزید ایک دو حوالے ملاحظہ فرمالیں۔

ا۔ ﴿عن ابی عبداللہ السلام انہ قال فی رجل ابتاع جاریة ولم تطمث قال ان کانت صغیرة ولا یتخوف علیها الحبل فلیس علیها عدة ولیطأها ان شاء وان کانت قد بلغت ولم تطمث فان علیها العدة﴾ (فروغ کافی ج۲ ص ۲۰۱)

امام ابوعبداللہ صادق سے مروی ہے اس شخص کے متعلق جس نے لونڈی خریدی اور اسے حیض نہیں آیا کہ اگر صغیرہ ہے اور اس پر حمل کا اندیشہ نہیں ہے تو عدت نہیں اور اگر چاہے تو فوری طور پر مباشرت کرے اور اگر بالغ ہو چکی ہو مگر خون نہیں آیا تو پر اس عدت ہے یعنی ایام کے ساتھ۔

۲۔ ﴿عن عبدالرحمن بن الحجاج قال سمعت ابا عبداللہ علیہ السلام یقول ثلاث یتزوجن علی کل حال التی یئست من المحیض ومثلها لاتحیض قلت متی یکون کذلک قال اذا بلغت ستین سنة (الی) والتی لم تحض ومثلها لا تحیض قلت ومتی تکون کذلک ؟ قال مالم تبلغ تسع سنین (الی) والتی لم یدخل بها﴾ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۶۹)

عبداللہ بن الحجاج سے مروی ہے کہ میں نے امام ابوعبداللہ کو فرماتے ہوئے سنا تین عورتوں کے ساتھ ہر حال میں ازدواجی تعلق قائم کرنا درست ہے۔

اول: جو حیض سے ناامید ہو اور اس جیسی عورتوں کو حیض نہ آتا ہو جن کی مدت عمر آپ نے ساٹھ سال بتلائی۔

دوم: جس کو حیض شروع نہ ہوا ہو اور نہ اس عمر کی لڑکیوں کو حیض آتا ہو جس کی عمر آپ نے نو سال بتلائی۔

سوم: جس کے ساتھ مباشرت نہ پائی گئی ہو۔

خریدی ہوئی لونڈی کے ساتھ حمل کے باوجود جماع جائز

رفاعہ بن موسیٰ سے مروی ہے کہ میں نے امام ابوالحسن بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ میں لونڈی خریدتا ہوں اور اس کو حیض نہیں آتا اور اس کی عمر بھی سن ایاس والی نہیں (تا) تو آپ نے فرمایا اس کے ساتھ جماع کرنے میں حرج نہیں ہے میں نے عرض کیا اگر حمل ہو تو پھر میرے لئے اس حلت کی کیا حد ہے؟ تو آپ نے فرمایا چار ماہ دس دن کے اندر مباشرت کے علاوہ انتفاع کرسکتا ہے۔ اور اتنی مدت گزرنے پر حمل کے باوجود جماع بھی کرسکتا ہے۔

﴿فاذا جاز حملها اربعة اشهر وعشرة ايام فلا باس بنكاحها الفرج﴾

تو رفاعہ نے کہا، مغیرہ اور اس کے ساتھی کہتے ہیں کہ حاملہ عورت کے ساتھ وضع حمل تک جماع نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کا حمل ظاہر ہونے سے بچے کے غذا کھانے کے درمیانی عرصہ میں عورت (خریدی ہوئی لونڈی کے) قریب نہ جائے تو آپ نے کہا ﴿هذا من افعال اليهود﴾ یہ یہودیوں کے افعال سے ہے۔ چلو یہ بھی پابندی ختم اور حاملہ کے ساتھ بھی مباشرت جائز ہو گئی اور ان پر کوئی فتویٰ لاگو نہیں ہوگا البتہ مباشرت نہ کرنے والے یہودی بن جائیں گے۔

ہر چیز یہاں کی الٹی ہے

یہاں الٹی گنگا بہتی ہے

حالانکہ قرآن مجید میں ہے۔ ﴿واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن﴾ حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل ہے اور یہ حکم مطلق ہونے کی وجہ سے ان کو بھی شامل ہے اور استبراء کی ضرورت ہی اس لئے تھی تاکہ معلوم ہو جائے کہ حاملہ تو نہیں اور غیر کی کھیتی کو پانی دینے والی بات نہ بن جائے۔ نیز چار ماہ دس دن کلام مجید کی رو سے سوگ کی مدت ہے اور وفات کی عدت۔ خریدی ہوئی لونڈی سے اس کا کیا تعلق؟ اگر چار ماہ دس دن کے بعد اس لئے جماع جائز کہ رحم کا منہ بند ہوتا ہے اور مادہ منویہ رحم میں داخل نہیں ہوتا تو روز اول ہی سے رحم کا منہ تو بند ہو جاتا ہے جب استقرار نطفہ کا ہوتا ہے پھر اتنی مدت محروم وصال رکھنے کا کیا فائدہ؟ بہر حال ان امور میں بھی مکمل بے احتیاطی اور شرعی احکام کی خلاف ورزی ظاہر ہے۔

مالک اور خاوند کا لونڈی سے باری باری استفادہ

شیعہ مذہب میں لونڈی کا مالک اگر اس کا عقد اپنے غلام سے کر دے تو جب چاہے اس کو علیحدہ کر کے بغیر طلاق لئے اس لونڈی سے مباشرت کر سکتا ہے۔ پھر بغیر نکاح جدید کے اسے غلام کے حوالے کر سکتا ہے۔ جس سے مالک اور غلام کیلئے زنا کا حلال ہونا صاف ظاہر ہے۔

۱۔ ﴿عن عبدالله بن سنان عن ابی عبدالله عليه السلام قال سمعته يقول اذازوج الرجل عبده امته ثم اشتهاها قال له اعتزلها فاذا طمثت وطها ثم يردها عليه انشاء﴾ (فروع کافی ج۲ ص۲۰۵)

یعنی جب آدمی اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کر دے اور اسے خود اس کے ساتھ مجامعت کی خواہش پیدا ہو تو غلام سے کہہ دے تو عملی طور پر علیحدگی اختیار کر لے۔ جب اس کو حیض آ جائے تو اس کے ساتھ وطی کرے پھر اگر چاہے تو اس کو غلام پر لوٹا دے۔

۲۔ ﴿عن محمد بن مسلم قال سالت ابا جعفر عليه السلام عن قول الله عزوجل والمحصنات من النساء الاما ملكت ايمانكم قال هو ان يامر الرجل عبده وتحته امته فيقول له اعتزل امراء تک ولا تقربها ثم يحبسها عنه حتى تحيض ثم يمسها فاذا حاضت بعد مسه اياها ردها عليه بغير نكاح﴾

(فروع ج۲ ص۲۰۵)

امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق دریافت کیا تم پر خاوندوں والی عورتیں حرام ہیں ماسوائے ان کے جو تمہاری ملک میں آ کر تمہاری لونڈیاں بن گئیں۔ تو آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے اس غلام کو جس کے عقد میں اس کی لونڈی ہے حکم دے کہ تو اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جا اور اس کے قریب مت جا پھر اسے اس غلام سے

روکے رکھے حتیٰ کہ اس کو حیض آجائے تو پھر بغیر نیا نکاح کئے غلام کو اس کی بیوی لوٹا دے۔ (حالانکہ آیت کریمہ کا مطلب صرف اور صرف یہ ہے کہ منکوحہ حرائر بلا طلاق وعدت حلال نہیں ہیں۔) اگرچہ خاوندوں نے طلاق نہ دی کیونکہ دارالاسلام میں آنے پر اور مملوک ہو جانے پر ان کا حق نکاح ختم ہوگیا محض استبراء کی ضرورت ہوگی لیکن اس آیت کا سراسر غلط معنی کیا گیا اور ذمے ائمہ کرام کے لگادیا گیا **العیاذ باللہ۔**

(ف) منکوحہ لونڈی کو اس کا خاوند اگر طلاق دے تو اس کی عدت دو حیض ہوتی ہے۔ صرف ایک حیض گزرنے پر اس سے مباشرت عبد کی مدت میں ہوتے ہوئے ہے جو سراسر زنا ہے اور ان دونوں روایات سے (جو علی الترتیب امام جعفر صادق اور امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہیں) صرف اور صرف ایک حیض کا عدت ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ غلام سے واپس لینے کی صورت میں اور اسے واپس دینے کی صورت میں بھی۔ حالانکہ مطلقہ حرہ کی عدت تین حیض ہے اور لونڈی کی اس سے نصف۔ لہٰذا اس طرح بھی زنا کو حلال ٹھہرایا گیا ہے۔

قابل غور امر:

یہ ہے کہ نکاح عبد کا تھا تو طلاق کا مالک بھی وہی تھا مولی کے اذن سے۔ جب دونوں کا نکاح ہو گیا تو اب طلاق کا معاملہ بھی اس عبد کے ہاتھ میں تھا۔ لہٰذا طلاق لئے بغیر مولی کو اس لونڈی سے مباشرت کا حق کیسے پہنچ گیا اور اگر اس کا اس کو علیحدہ کر دینا ہی فسخ نکاح یا طلاق تھا تو دوبارہ نکاح کیے بغیر وہ عبد پر حلال کس طرح ہوگئی۔

کیا کسی صاحب عقل سلیم اور منصف مزاج آدمی پر یہ حقیقت مخفی رہ سکتی ہے کہ اس مذہب کے کار پردازوں نے منہ کالا کرنے کیلئے خالص زنا کو حلال کر رکھا ہے اور ائمہ اہل بیت پر سراسر بہتان اور افتراء سے کام لیا ہے اور ان کا بنیادی مقصد ہی دین اسلام کو بیخ و بن سے اکھیڑنا

ہے اور یہود و نصاریٰ اور مجوس کی آتش انتقام بجھانا ہے ورنہ قرآن مجید اور فرقان حمید کے واضح احکامات اور روشن ارشادات کر برعکس اس قسم کے اعمال قبیحہ اور افعال شنیعہ کو جائز رکھنے کی آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ جو کچھ علامہ نعمت اللہ الجزائری نے اسماعیلیہ فرقہ کے متعلق کہا ہے کہ یہ دراصل عبادیہ مجوسیوں کی سازش کا نتیجہ ہیں بالکل وہی نظریہ ہم تمام اہل السنّت کا تمام شیعہ فرقوں کے متعلق ہے کہ یہود و نصاریٰ اور مجوس کی سازش کا نتیجہ ہیں اور اہل اسلام اور اسلام کے خلاف میدان جنگ میں مقابلہ سے عاجز آکر اس حیلے بہانے اس کی نظریاتی اور عملی اساس پر وار کرنے اور اسے منہدم کرنے کی بدترین سازش ہے اور حیلہ گری۔ تاکہ مسلمان کہلائیں بھی تو صرف نام کا اسلام ہو دراصل یہودیت یا مجوسیت اور نصرانیت ہی موجود رہے اور بجائے ان کے فاتحین اسلام کو ہم گالیاں دیں۔ خود اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کو اس نہج پر چلائیں کہ وہ ہماری ترجمانی کرنے لگیں۔ اور ہم خاموش تماشائی بن کر یہ تماشا دیکھتے رہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

باب سوم

استحلال محارم یعنی ماں، بہن اور بیٹی وغیرہ سے مجامعت حلال ٹھہرانا

شیعہ قوم نے صرف دور جاہلیت کی مادر پدر آزادی کو ہی تحفظ نہیں بخشا بلکہ مجوسیوں کی روش اور طور طریقہ کو بھی نئے انداز میں زندہ کرنے اور اس کو بھی مشرف باسلام کرنے کی ٹھان رکھی ہے۔ مجوسیوں کا عقیدہ ونظریہ یہ ہے کہ آدمی کے لئے اس کے محارم یعنی ماں، بہن اور بیٹی وغیرہ حلال ہیں اور ان سے نکاح اور مجامعت ومباشرت کر سکتا ہے۔ شیعہ صاحبان نے بھی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اس کو عین اسلام قرار دیا۔ ملاحظہ فرمایئے ذخیرۃ المعاد مولفہ شیخ زین العابدین مطبع ریاض الرضا لکھنو باب الطہارت باب اغسال واجبہ ص ۷۸۔

سوال: اگر شخصے آلت خود را بپچد بہ دستمال حریر ونحو آں کہ مماست حاصل نہ شود در زمان جماع وہمچنیں اگر مماست حاصل نہ شود بجہت کشادگیٔ فرج یا باریکی آلت غسل واجب است یا نہ؟

جواب: لزوم غسل خالی از قوت نیست واز ابوحنیفہ نقل شدہ کہ جماع در فرج محارم بالف حریر جائز است۔

اگر ایک شخص اپنے آلہ تناسل کو ریشمی رومال یا کسی دوسری چیز کے ساتھ اس طرح لپیٹ لے کہ جماع کے دوران عورت کے فرج کے ساتھ مرد کے آلہ کا مساس نہ ہو یا عورت کی شرمگاہ اتنی کشادہ ہو کہ دوران جماع مساس نہ پایا جائے یا آلہ اس قدر باریک ہو کہ بوقت مجامعت کہیں ٹکرائے نہیں تو غسل واجب ہے یا نہیں؟ جس کا جواب شیعی مجتہد صاحب نے یہ دیا کہ غسل کا

واجب ولازم ہونا ہی قوی ہے اور ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ محارم کے ساتھ آلہ تناسل پر ریشمی کپڑا لپیٹ کر جماع کرنا جائز ہے۔ اس عبارت کو بار بار پڑھیے اور اس مسلک کے بانیوں کی اصلیت پہچاننے کی کوشش کیجئے۔ میرے خیال میں یہودیت اور مجوسیت کا جو ملغوبہ عبادیہ مجوسیوں اور سبائی یہودیوں نے تیار کیا تھا اور اس پر اسلام بلکہ محبت اہل بیت اور خلافت بلافصل کی ملمع کاری کی تھی اس فتویٰ کو ملاحظہ کرنے کے بعد اس حجاب ونقاب اور ستر وپردہ کے پیچھے چھپی ہوئی حقیقت کا آپ اچھی طرح مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید کے صریح بیان ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ﴾ کے ہوتے ہوئے کوئی اسلام اور حب اہل بیت کا حقیقی دعویدار ایسے فتوے صادر کر سکتا ہے اور محارم کے ساتھ مجامعت کو جائز قرار دے سکتا ہے؟ قطعاً نہیں۔

عذر گناہ بدتر از گناہ

شیعہ صاحبان نے فتویٰ کے جواب سے عاجز آ کر کہا ہمارے مذہب میں ابوحنیفہ نام اور کنیت والا سرے سے عالم ہے ہی نہیں۔ یہ سینوں کے امام اعظم ابوحنیفہ کا فتویٰ ہے۔ اس کا الزام شیعہ پر کیوں؟ چنانچہ ذخیرۃ المعاد کے حاشیہ پر مفتی محمد عباس صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے:

ابوحنیفہ امام اعظم سنیاں است در شیعہ قائل ایں قول وعالم ایں کنیت غیر معلوم مدعی باید اثبات کند واللہ العالم۔

اور علامہ سید علی محمد علی محمد صاحب کا بھی یہی قول نقل کیا ہے: ابوحنیفہ از علماء شیعہ ہیچ کس نیست۔

اور سید العلماء محمد ابراہیم صاحب کا بھی دعویٰ ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

موسوم بہ ابوحنیفہ بودن کسے از علماء اہل تشیع ثابت نیست۔

گویا سبھی علماء شیعہ کی یہ رٹ ہے کہ یہ سینوں کے امام اعظم ابوحنیفہ کا قول ہے ہمارا تو اس نام کا کوئی امام ہی نہیں۔

﴿الجواب وهو الموفق لتحقيق الصواب﴾

(ا) یہ جواب کس قدر لغو بے ہودہ اور نا قابل التفات واعتبار ہے کیونکہ سائل بھی شیعہ، ... اور مفتی بھی شیعہ تو جواب حنفی قول کے مطابق دینے کا کیا جواز تھا؟ لہذا اصاف ظاہر ہے کہ اس مفتی اور مجتہد نے فقط اپنا مذہب ومسلک بیان کیا تھا کہ ہمارے نزدیک محارم کے ساتھ جماع جائز ہے۔ بس تھوڑا سا تکلف ریشم لپیٹنے کا کرنا پڑے گا اور بس نہ خرچ کا مزید بوجھ نہ رہائش کا ... اور ماں بہن حق مہر بھی کیا مانگیں گی اور ضرورت مند ہوں تو خرچ ویسے بھی ادا کرنا پڑتا ہے لہذا مزید بوجھ تو نہیں بڑھے گا نا۔

(ب) سینوں کے امام ابوحنیفہ کے مذہب میں تصنیف شدہ جس کتاب سے یہ فتویٰ نقل کیا گیا ہے وہ کتاب بتلاؤ اور حوالہ دکھلاؤ کہ جہاں محارم کے ساتھ یہ فعل شنیع اور عمل قبیح جائز اور مباح قرار دیا گیا ہو۔ جب نہیں اور قطعاً نہیں تو پھر اس جواب سے حقیقت پر پردہ ڈالنے کی سعی ناتمام کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی اور شیعہ کے منہ پر لگی یہ کالک دھل نہیں سکتی۔

سوال: جامع الرموز میں ہے کہ کپڑا لپیٹ کر مجامعت کرنے سے غسل واجب ہوتا نہیں ہوتا۔

﴿لولف الحشفة بثوب وغيره لم يجب الغسل﴾ اور اس کتاب میں ہے ﴿لو لف ذكره من خرقة مانعة الحرارة لم يكفر﴾ اگر آلہ پر کپڑا لپیٹ کر جماع کرے تو کفارہ صوم لازم نہیں ہے اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے۔ ﴿لو جامعها بخرقة على ذكره لايثبت الحرمة كمافي الخلاصة﴾ اگر آلہ پر کپڑا لپیٹ کر جماع کرے تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔ (حاشیہ ذخیرہ المعادص ۴۷)

الغرض مسئلہ لف حریر کتب احناف میں موجود ہے۔

جواب: بحث تھی اس میں کہ محارم کے ساتھ لف حریر کے بعد جماع جائز ہے لیکن ان عبارات

میں محارم کے ساتھ جماع کا کہیں نام ونشان نہیں غسل واجب ہو نا یا نہ ہونا علیحدہ معاملہ ہے۔ شیعہ مذہب میں بیٹی کے ساتھ زنا کے بعد ماں کے ساتھ نکاح حرام نہیں ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ زنا حلال ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا۔ اگر ایک شخص عورت سے زنا کرے اور پھر زانی اور زانیہ توبہ کرلیں تو نکاح درست ہے تو آپ نے فرمایا۔ نعم وامها وابنتها ہاں اس سے بھی جائز ہے اور اس کی ماں اور بیٹی سے بھی یعنی اس عورت کے ساتھ زنا کی وجہ سے اس کی ماں اور بیٹی میں حرمت ومصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۳۲۷)

لہذا یہ جوابات کھمبا نوچنے کی کوشش ہے۔ اس کو جواب کہنا عقل ودانش کی توہین ہے۔

(ج) ایک نام اور کنیت کئی افراد اور اشخاص میں مشترک ہو سکتی ہے لہذا اگر سینوں کا امام ابوحنیفہ ہے تو اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ شیعہ مذہب میں اس کنیت والا کوئی شخص نہیں گزرا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ مذہب میں اس کنیت والے تین اشخاص ہیں اور علماء شیعہ کا یہ دعویٰ سراسر جھوٹ ہے کہ ہمارے مذہب میں اس نام کا کوئی عالم نہیں ہے۔

﴿ابو حنيفه كنية لا حمد بن داود الدينوری وسعيد بن بيان والنعمان بن ثابت احد آئمة الاربعة والنعمان بن محمد بن المنصور المغربی الذی كان مالكياثم استبصر﴾ (تنقیح المقال للمامقانی جزو۲ ص ۱۴)

ابوحنیفہ احمد بن داود دینوری، سعید بن بیان اور نعمان بن ثابت تیمی جو کہ عامہ کے چار ائمہ میں سے ایک ہے اور نعمان بن منصور کی کنیت ہے وہ پہلے مالکی تھا پھر اہل بصیرت ہو گیا۔

ابوحنیفہ نعمان بن منصور المغربی شیعہ میں بلند پایہ مفسر ومحدث ہے اور کثیر التصانیف ہے۔ علامہ وفقیہ قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین ج ۱ ص ۵۳۹، ۵۳۸ پر شیعی محدثین مفسرین اور فقہا کا ذکر کرتے ہوئے اس ابوحنیفہ کا ذکر اور تفصیلی تذکرہ اس عنوان سے کیا القاضی ابوحنیفہ

النعمان بن محمد بن منصور بن جبون المغربی (الی) دراصل مالکی مذہب بود بعد ازاں بمذہب امامیہ انتقال کرد واو را مصنفات بسیار است مانند کتاب اختلاف اصول المذاہب وکتاب الاختیار درفقہ وکتاب الدعوۃ للعبیدیین وازابن زولاق روایت نمودہ کہ نعمان بن محمد القاضی در غایۃ فضل واز اہل قرآن وعالم بود بمعانی آن وعالم بود بوجوہ فقہ واختلاف فقہا وعارف بود بلغت وشعر وتاریخ وبحلیہ عقل وانصاف آراستہ بود ودر مناقب اہل بیت چندیں ہزار ورق تالیف نمودہ بود بہ نیکوترین تالیفے ولطیف ترین سجعے ودر مثالب اعداء ومخالفان ایشاں نیز کتابے تالیف نمودہ واو را کتابہاست کہ در آنہا رد بر ابوحنیفہ کوفی و مالکی وشافعی وابن شریح وغیر ایشان نمودہ واز منصفات او کتاب اختلاف الفقہاء است کہ در آنجا نصرت مذہب اہل بیت نمودہ واو را قصیدہ ایست در علم فقہ وابوحنیفہ مذکور ہمراہ معز الدین باللہ فاطمی از مغرب بمصر آمدہ در ماہ رجب ثلاث وستین وثلاث مائۃ در مصر وفات یافت۔

(مجالس المومنین ج ا ص ۵۳۹، ۵۳۸)

قاضی ابوحنیفہ دراصل مالکی مذہب پر تھا بعد ازاں امامیہ مذہب کی طرف منتقل ہو گیا اور اس کی بہت سی تصنیفات ہیں مثل کتاب اختلاف اصول المذاہب، کتاب الاختیار، کتاب الدعوی، اور ابن زولاق سے روایت کی گئی ہے کہ نعمان بن محمد قاضی انتہائی فاضل شخص تھا۔ قرآن مجید کے معانی ومطالب سے آگاہی، وجوہ فقہ اور اختلاف فقہا سے کامل واقفیت رکھتا تھا۔ لغت وشعر اور تاریخ میں مہارت کاملہ عقل ودانش اور عدل وانصاف کے زیور سے آراستہ تھا۔ مناقب اہل بیت میں اس نے ہزار ہا اوراق تصنیف کیے جو انوکھے طرز وانداز اور راہ وروش اور لطیف ترین پیرایہ پر مشتمل ہیں اور اہل بیت کرام کے اعداء اور مخالفین کے ظلم وستم پر مشتمل ایک کتاب بھی لکھی تھی۔ اس قاضی ابوحنیفہ نے ایسی کتابیں بھی تالیف کی ہیں جو ابوحنیفہ کوفی مالک شافعی اور ابن شریح وغیرہ کے رد وقدح پر مشتمل ہیں اور اس کی مصنفہ کتب میں سے ایک اختلاف الفقہاء

ہے جس میں مذہب اہل بیت کی تائید وتقویت کا حق ادا کیا ہے۔ علم فقہ میں اس کا ایک قصیدہ بھی ہے۔ قاضی ابوحنیفہ مذکور معز الدین باللہ فاطمی کے ساتھ مغرب سے مصر آیا اور مصر میں ہی سن ۳۶۳ھ ماہ رجب المرجب میں وفات پائی۔

الغرض روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا اور اہل تشیع کے قاضی نور اللہ شہید کی زبان قلم سے واضح ہو گیا کہ یہ ابوحنیفہ امامی شیعہ تھا اور ابوحنیفہ سنی اور دیگر ائمہ اہل سنت کا مخالف تھا اور بزعم خویش ان کا رد بھی کرتا رہا۔ سن ۳۶۳ھ میں مصر میں وفات پائی تو محض نام اور کنیت میں اشتراک کی وجہ سے اس کو سنیوں کا امام کہہ دینا سراسر فریب کاری اور دھوکہ بازی ہے۔ نیز یہ دعویٰ کر دینا کہ اس نام اور کنیت والا شیعہ عالم جہاں میں ہوا نہیں، سراسر جہالت ہے اور بے خبری یا دھوکہ دہی اور فریب کاری کی انتہا ہے۔

علاوہ ازیں سائل بھی شیعہ، مفتی اور مجیب بھی شیعہ تو امامی اثنا عشری مذہب کے علاوہ کسی دوسرے مذہب پر فتویٰ دینے کا جواز ہی کیا ہو سکتا ہے؟

نیز اس کتاب ذخیرۃ المعاد میں دوسرے تمام مسائل شیعہ مذہب کے مطابق ہیں۔ تو اس مسئلہ میں شیعہ مذہب ترک کر کے کسی دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ علی الخصوص جبکہ حنفی مذہب میں اس قسم کی روایت کا کہیں نام ونشان نہیں ہے۔

لہذا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ شیعہ مذہب میں تھوڑا سا ریشم لپیٹنے کے بعد ماں بیٹی اور خالہ پھوپھی وغیرہ کے ساتھ مباشرت اور مجامعت جائز ہے۔ مجوسی بھی ان محارم کے ساتھ مباشرت ومجامعت کو جائز رکھتے ہیں اور شیعہ کا فتویٰ بھی یہی ہے۔ صرف ریشمی رومال لپیٹنے کا تکلف اس مذہب والوں نے کیا جو مجوسیوں نے نہ کیا۔ جس کا مقصد واضح ہے کہ تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اسی مجوسیت کو اسلام میں داخل کر دیا جائے اور اسلام کی روح کو مسخ کر دیا جائے۔ حالانکہ قرآن مجید نے ان محارم کے ساتھ عقد نکاح اور ایجاب وقبول کو بھی حرام ٹھہرا دیا

تھا تو جماع ومباشرت کے جواز کا تصور تک بھی اسلام میں روا نہیں ہو سکتا تھا۔ ﴿قال اللہ تبارک وتعالی حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم﴾ یہ عورتیں تم پر حرام کی گئی ہیں اور محل عقد ونکاح نہیں ہیں۔ مگر اسلام کا دم بھرنے والوں نے اور بزعم خویش ائمہ اہل بیت کے اتباع کا دعویٰ رکھنے والوں نے مجوسیت کو اسلام میں داخل کر کے اس فعل شنیع اور عمل قبیح کو حلال ٹھہرانے کی ناپاک جسارت کی۔

فائدہ عظیمہ

ریشم کا ٹکڑا لپیٹ کر محارم کے ساتھ مباشرت ومجامعت کو جائز رکھنے کا تکلف بھی صرف امامیہ اثنا عشریہ نے کیا ہے ورنہ دوسرے شیعہ فرقے اس تکلف کے بھی روادار نہیں ہیں بلکہ مطلقاً محارم کو حلال ٹھہراتے ہیں۔ ذرا تفصیل ملاحظہ کریں۔

۱۔ خطابیہ: یہ فرقہ ابوالخطاب اسدی کے متبعین کا ہے ان کے متعلق نعمت اللہ الجزائری نے لکھا ہے۔ **استباحوا المحرمات وترک الفرائض** (انوار نعمانیہ ج ۲ ص ۲۳۷)

انہوں نے تمام حرام اشیاء کو مباح اور حلال ٹھہرایا اور فرائض وواجبات کے ترک کو بھی۔

۲۔ رزامیہ: یہ فرقہ رزام کے متبعین کا ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت بلا فصل ماننے کے بعد دوسرے درجے میں محمد بن حنفیہ کو امام تسلیم کرتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے ابومسلم خراسانی میں حلول کیا ہوا تھا اور وہ قتل نہیں ہوا۔

استحلوا المحارم وترکو الفرائض ومنھم من ادعی الالھیة فی المقنع

(انوار نعمانیہ ج ۲ ص ۲۳۹)

اس فرقہ نے بھی محارم کو حلال ٹھہرایا اور فرائض کو ترک کر دیا اور ان میں سے بعض نے

مقنع یعنی عطا خراسانی کے حق میں الوہیت کا دعویٰ کیا جس نے اپنے جادو اور سحر کے بل بوتے پر چاند کا شعبدہ دکھلایا تھا۔

۳۔ اسماعیلیہ وحرمیہ: جو لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت بلا فصل تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ امام جعفر صادق تک امامت کے تسلسل کے قائل، لیکن ان کے بعد ان کے صاحبزادے اسماعیل اور ان کی اولاد کی امامت کے قائل نہیں ہیں گویا شش امامی ہیں ان کے حرمیہ کہلانے کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے محدث جزائری نے کہا ﴿**لقبوا بالحرمیة ایضا لاباحتھم المحرمات والمحارم** (انوار نعمانیہ ج ۲ ص ۲۴۱)

یعنی ان کو محرمات اور محارم کے مباح ٹھہرانے کی وجہ سے حرمیہ کا لقب دیا گیا۔ ان کی شان وشوکت حسن بن صباح کے دور میں یہاں تک بڑھی کہ ملوک وسلاطین زمان ان سے خوف زدہ ہو گئے۔

﴿**فاظھروا اسقاط التکالیف واباحة المحرمات وصاروا کالحیوانات**﴾

(والعجماوات ص ۲۴۳۔)

تو انہوں نے تکالیف شرعیہ کو ساقط کرنے کا اعلان کیا اور محرمات کے مباح ہونے کا اور انسانی شکل وصورت ہونے کے باوجود حیوانات اور درندگی اختیار کر لی۔ ماں، بہن، اور بیٹی کا امتیاز بھی نگاہوں سے اوجھل اور چار بیویوں کی پابندی بھی ختم۔ بلکہ ایک بیوی کا ایک خاوند سے اختصاص بھی ختم ہو گیا بظاہر یہ لوگ حضرت اسماعیل بن جعفر صادق کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے تھے مگر ان کا اصلی حسب ونسب کیا ہے اور ان کی تحریک کا بنیادی مقصد اور مطمح نظر کیا ہے اور اس پردہ میں پردگی کون ہے وہ بھی علامہ جزائری کی زبانی سنئے۔

اسماعیلیہ شیعہ کا مدعاء اصلی

﴿اصل دعواهم الی ابطال الشرائح ان العبادية وهم طائفة من المجوس راموا عند قوت الاسلام تاويل الشرائع علی وجوه تعود الی قواعد اسلافهم و ذالک انهم اجتمعوا فتداکروا ماکان عليه اسلافهم من الملک وقالو الاسبيل لنا الی دفع المسلمين بالسيف لغلبتهم علی الممالک لکنا نحتال بتاويل شرائعهم الی مايعود الی قواعدنا و نستدرج بهم الضعفاء منهم فان ذلک يوجب اختلافهم واضطراب کلمتهم وراسهم فی ذلک حمدان قرمط فاخذوا تاويل الشرائع﴾ (ج ۲ ص ۲۴۲)

اسماعیلیہ کا اصل مدعا احکام شریعت کو بالکلیہ باطل ٹھہرانا ہے اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ مجوس کی ایک جماعت جو عبادیہ کہلاتی تھی انہوں نے اسلام کے غلبہ اور شوکت پا لینے کے بعد شرعی احکام کی تاویل وتوجیہ اس انداز میں شروع کی جو ان کے اسلاف کے اصول وقواعد کی طرف راجح ہوتی۔

ہوا یوں کہ وہ ایک دفعہ جمع ہوئے اور اپنے اسلاف کی شان وشوکت اور ملک وسلطنت کو یاد کیا اور موجودہ ذلت ورذالت کو۔ اور کہا کہ اہل اسلام کے ممالک پر غالب ہونے کی وجہ سے ہم ان کو بزور شمشیر اپنے علاقے سے نکال نہیں سکتے۔ لیکن ہم ایسی حیلہ گری کر سکتے ہیں کہ ان کی شریعت کی ایسی تعبیر وتشریع کریں کہ ہمارے اصول وقواعد پر منطبق ہو جائے اور ضعیف اور کم عقل اہل اسلام کو آہستہ آہستہ ہم اپنا ہم نوا بنالیں تو یہ چیز ان میں باہمی اختلاف وانتشار پیدا کرنے کا موجب ہو جائے گی اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی اور ان کا مکر وفریب اور دجل وتلبیس میں رئیس وقائد حمدان قرمط تھا۔ (اس لئے ان کو اس نسبت سے قرامطہ بھی کہتے ہیں)

تاویلات اسماعیلیہ

وضو: دراصل امام کی محبت وموالات کا نام ہے۔

تیمّم: اصلی امام کے غائب ہو جانے پر اس کے ماذون سے احکام حاصل کرنے کا نام ہے۔

نماز: عبارت ہے ذات رسول سے جو کہ بدی اور شرور سے منع کرتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ﴿ان الصلوة تنهی عن الفحشاء والمنکر﴾

احتلام: نام ہے ائمہ کے اسرار میں سے کسی سر اور راز کو نا اہل آدمی پر منکشف کر دینے کا۔

غسل: عبارت ہے حفظ اسرار کے عہد کی تجدید سے۔

زکوۃ: نفس کا تزکیہ کرنا اس دین کی معرفت کے ساتھ جس پر ائمہ کاربند ہیں۔

کعبہ: کعبہ نبی کی ذات

باب: علی المرتضیٰ کا نام ہے۔

صفا: عبارت ہے ذات نبی سے اور

مروہ: نام ہے علی ولی کا۔

میثاق اور تلبیہ: کی حقیقت ہے امر کو قبول کرنا جس کی طرف دعوت دی گئی ہے۔

طواف: بیت اللہ کے گرد سات طواف کرنے کا مطلب ائمہ سبعہ کی موالات اور محبت۔

جنت: صرف بدن کو تکلیف سے راحت پہنچانے کا نام ہے۔

نار: بدن کو تکالیف شرعیہ کی پابندی پر کاربند ہو کر مشقت میں ڈالنے کا نام ہے۔ الی غیر ذلک من خرافاتھم (الی)

﴿فلم یزالوا یستھزء ون بالامور الشرعیة وقد تحصنوا بالحصون وکثرت شوکتھم وخافت الملوک منھم فاظھروا اسقاط التکالیف واباحة المحرمات وصاروا کالحیوانات العجماوات﴾ (ص ۲۴۴،۲۴۳)

اس دور سے لے کر حسن بن صباح کے دور تک یہ لوگ دین اسلام اور امور شرعیہ کے ساتھ اس طرح مذاق بناتے رہے اور خفیہ طریقہ پر یہ پروگرام جاری رہا۔ حتی کہ انہوں نے قلعہ جات قائم کر لئے اور ان کی شان وشوکت بڑھ گئی اور شاہان وقت ان سے خوفزدہ ہو گئے تو انہوں نے علانیہ احکام شریعہ کے ساقط اور کالعدم قرار دینے کا اظہار کیا اور محرمات کے حلال ہونے کا برملا اقرار واعتراف کیا اور جنگلی جانوروں کی طرح آزاد اور بے قید ہو گئے۔

ان گزارشات کو ملاحظہ کر لینے کے بعد شیعہ کے فرقہ امامیہ کا لف حریر والا تکلف باسانی سمجھ آسکتا ہے کہ جب تک علانیہ احکام شرع کو ختم کرنے کی ہمت نہیں ہے تو تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ مجوسی اور یہودی طریق کار اپنا لو اور جب اقتدار اور اختیار حاصل ہو جائے تو پھر ان تکلفات کے پردے کو اتار پھینکو اور اپنا اصلی چہرہ ظاہر کر دو اور سب فرقوں کی اصل منزل اہل اسلام میں اختلاف وانتشار، تفرقہ بازی، فرقہ بندی اور وحدت اسلام کو پارہ پارہ کر کے انہیں اسلام سے برگشتہ کر کے ورطۂ ضلالت اور گمراہی میں مبتلا کرنا ہے تا کہ زبانی اسلام کا نعرہ

خواہ بلند کرتے ہی رہیں مگر دراصل مسلمان نہ ہوں بلکہ مجوسی یا یہودی وغیرہ ہوں۔

نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ شیعہ کے ائمہ کی طرف انتساب سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے کیونکہ ان کے سبھی فرقے اپنے آپ کو کسی نہ کسی امام کی طرف منسوب ضرور کرتے ہیں مگر بنیادی مقصد دین اسلام کو مجوسیت اور یہودیت وغیرہ کی طرف ڈھالنا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اسی ضمن میں مزید ایک حوالہ ملاحظہ فرماتے چلیں اور اسلام کے خلاف اس سازش کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

۴۔ حضرت امام ابوالحسن علی بن محمد الرضا رضی اللہ تعالی عنہ کے خدام خاص میں ایک شخص تھا محمد بن نصیر نمیری جس نے حضرت امام کے وصال کے بعد حضرت صاحب الزماں (امام مہدی) کا وکیل ہونے کا دعویٰ کیا اور وہ یہ بھی دعویٰ کرتا تھا کہ وہ خود رسول و نبی ہے۔ جس کو امام علی الرضا نے مبعوث فرمایا ہے اور محارم کے مباح ہونے کا بھی قائل تھا۔

﴿کان یدعی انہ رسول نبی ارسلہ علی بن محمد علیھما السلام ویقول بالاباحة للمحارم﴾

(وکذا فی تنقیح المقال ج ۳ جزء ۱ ص ۱۹۵ احتجاج طبرسی ج ۲ ص ۴۷۴)

اور احتجاج طبرسی کا محشی علامہ باقر موسوی شیخ طوسی کی کتاب الغیب کے حوالے سے رقمطراز ہے کہ:

﴿کان محمد بن نصیر النمیری یدعی انہ رسول وانہ ارسلہ علی بن محمد کان یقول بالتناسخ ویغلو فی ابی الحسن ویقول فیہ بالربوبیة ویقول بالاباحة للمحارم وتحلیل نکاح الرجال بعضھم بعضا فی ادبارھم ویزعم ان ذاک من التواضع والاخبات والتذلل فی المفعول بہ وانہ من الفاعل احدی الشھوات والطیبات وان اللہ لایحرم شیئا من ذلک وکان محمد بن موسی

ابن الحسن بن الفرات يقوى اسبابه ويعضده اخبرنى بذلك عن محمد بن نصير ابو زكريا يحى بن عبد الرحمن بن خاقان انه راه عيانا وغلام على ظهره قال فلقيته بعد ذالك فقال ان هذامن اللذات وهومن التواضع وترك التجو. (حاشیہ احتجاج الطبرسی ج۲ص۴۷۵۔ تنقیح المقال للمامقانی ج۳ جزءاول ص۱۹۵)

محمد بن نصیر نمیری رسول ہونے کا دعویدار تھا اور یہ کہ اسے علی بن محمد (امام رضا) نے ارسال فرمایا ہے وہ تناسخ کا عقیدہ رکھتا تھا اور امام ابوالحسن علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں غلو کرتا ہوا ان کی ربوبیت کا قائل تھا اور محارم کے مباح ہونے کا معتقد و معترف تھا اور مردوں کے ساتھ نکاح اور لواطت کو مباح ٹھہراتا تھا اور اس کا دعوئ یہ تھا کہ اس میں مفعول کے لئے تواضع ،کسر نفسی اظہار مذلت اور عاجزی ہے جبکہ فاعل کیلئے پاکیزہ لذات اور شہوات میں سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے شہوات کو جبکہ وہ تواضع ،کسر نفسی اور عجز و مسکنت پر بھی مشتمل ہو کیسے حرام فرما سکتا ہے (گویا یہ سراسر خلاف عقل و درایت ہے کہ ایسے امور حرام ٹھہرائے جائیں) اور محمد بن موسی بن حسن بن فرات اس کی تائید و تصدیق کیا کرتا تھا اور اس کے مذہب و عقیدہ کی اشاعت و ترویج کے وسائل و اسباب بہم پہنچاتا تھا۔ مجھے ابوزکریا یحیٰ بن عبدالرحمٰن بن خاقان نے بتلایا کہ میں نے محمد بن نصیر نمیری کو علانیہ ایک نوجوان سے لواطت اور غیر فطری فعل کراتے دیکھا۔ بعد ازاں میں اس سے ملا اور میں نے اس کو برا بھلا کہا تو اس نے کہا یہ چیز لذات نفس سے ہے اور وہ تواضع اور کسر نفسی کے قبیل سے ہے (لہذا یہ بالکل حلال طیب ہے اور اس پر ملامت و سرزنش بے جا اور سراسر حماقت)

(ف) شیعہ صاحبان کے نزدیک درایت روایت پر مقدم ہے اور عقل نقل پر۔ اور نمیری نے اس دلیل کا سہارا لیتے ہوئے لواطت اور غیر فطری فعل کو مباح ٹھہرایا اور آپ متعہ کی بحث میں

علامہ فتح اللہ کاشانی کا قول ملاحظہ کر چکے کہ درایت و عقل موجب یقین ہے اور روایت و نقل موجب ظن ہے۔ لہذا روایت کی وجہ سے درایت کو کیونکر ترک کیا جا سکتا ہے اسی مستحکم اور مضبوط اساس اور بنیاد پر نمیری صاحب نے بھی اپنے اس مزعومہ نظریہ کی بنیاد رکھی ہے۔ لہذا اس پر اب چیں بجبیں ہونے کی ضرورت نہیں اور اسی قاعدہ محکم سے محارم کی حلت بھی واضح ہوتی ہے۔ لہذا اس میں بھی چون و چرا کی گنجائش ختم ہو جائے گی بلکہ اسی پر تمام موالیان ائمہ کا اجماع ہونا چاہیے۔

نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ اس سازش کے کارپردازوں کا طریقہ واردات یہی تھا کہ ایک طرف تو ائمہ کے موالیوں اور ان کے خدام خالص میں شامل ہو جاتے تھے اور دوسری طرف ایسی بے دینی اور ضلالت و گمراہی کو ائمہ کے نام پر پھیلاتے تھے اور بہتیرے لوگوں کو مذہب اسلام سے برگشتہ کر کے چھوڑتے اور زبانی زبانی گو مسلم و مومن کہلاتے مگر درحقیقت بدترین یہودی مجوسی اور کالے کافر ہوتے تھے۔ ﴿فاعتبر وايا اولى الالباب والابصار﴾

اور یہی منصوبہ پہلے دن ہی مجوس اور یہود نے طے کیا تھا جس پر اس ہوشیاری اور چالاکی سے عملدرآمد کیا جاتا رہا اور بالآخر مذہب اسلام میں ہر وہ قباحت داخل کر دی گئی جس کو مٹانے کیلئے یہ آسمانی مذہب دنیا میں نافذ کیا گیا تھا۔ ﴿نعوذ بالله من ذلك﴾

﴿قال شيخنا العلامته المامقانى... النصيرية من الغلاة اصحب محمد بن النصير النمير كان يقول الرب هو على بن محمد العسكرى عليه السلام وهو نبى من قبله واباح المحارم واحل النكاح بالرجال وعن الكشى انهم فرقة قالوابنبوة محمد بن النصير الفهرى﴾

(حاشیہ انوار مدنیہ از محمد علی القاضی طباطبائی ج ا ص ۲۷)

شیخ علامہ مامقانی نے کہا کہ نصیریہ فرقہ غالیوں میں سے ہے جو کہ محمد بن نصیر نمیری کے

تبعین ہیں۔اس کا دعویٰ یہ تھا کہ حضرت علی بن محمد عسکری رب ہیں اور وہ ان کی طرف سے نبی ہے۔اور اس نے محارم کو مباح قرار دیا اور مردوں کا مردوں کے ساتھ نکاح بھی حلال قرار دیا اور علامہ کشی نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ نصیریہ وہ فرقہ ہے جس نے محمد بن نصیر فہری نمیری کی نبوت کا قول کیا ہے۔

۶۔شیعہ کا ایک فرقہ بشیریہ ہے جو متبع ہیں حضرت موسیٰ کاظم کے اصحاب میں سے محمد بن بشیر کے جس نے امامت کو آپ پر موقوف کر دیا اور کہا کہ وہ زندہ ہیں مگر نگاہ عوام سے پوشیدہ ہیں اور وہی قائم بالامر اور مہدی آخرالزمان ہیں اور یہ بھی دعویٰ کیا کہ انہوں نے غائب ہوتے وقت مجھے اپنا خلیفہ اور وصی بنایا اور مجھے اپنی مہر عطا کی اور رعایا کے تمام دینی اور دنیوی ضروری امور کا علم مجھے عطا کیا وغیرہ وغیرہ۔لیکن اس کے ساتھ ہی دین محمدی اور شرع مصطفوی پر وار کرتے ہوئے صرف پانچ نمازوں اور صیام ماہ رمضان کے فرض ہونے کا اقرار کیا اور زکواۃ وحج اور دیگر فرائض کا انکار کر دیا بلکہ محارم اور دیگر فروج بلکہ غلمان کے ساتھ غیر فطری فعل کو بھی مباح ٹھہرایا۔

﴿زعموا ان الفرض علیهم من الله اقام الصلوات الخمس وصوم شهر رمضان وانكروا الزكوة والحج وسائر الفرائض وقالوا باباحة المحارم والفروج والغلمان﴾

اور صرف دعویٰ پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ قرآن مجید میں معنوی تحریف کر کے اس پر بزعم خویش دلیل بھی قائم کی اور کہا۔ ﴿واعتلوفی ذلک بقوله تعالیٰ اویزوجهم ذكرانا واناثا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو باہم جفت کرتا ہے مذکر ہونے کی حالت میں اور مونث ہونے کی حالت میں۔

(تنقیح المقال از علامہ مامقانی ج ۲ جزو۳ ص ۸۸ و رجال الکشی ص ۴۰۶ وحاشیہ رجال کشی ص ۳۸۷)

فائدہ:۔ محمد بن نصیر نے دلالت عقل کے ساتھ محارم کے ساتھ جماع اور غلمان کے ساتھ لواطت اور مردوں کے غیر فطری فعل کو جائز کیا تھا لیکن محمد بن بشیر نے دلالت نقل قرآن مجید کے ساتھ اس کو بزعم خویش ثابت کر دکھلایا اور جب عقلی ونقلی دلائل اس تجویز پر متفق ہو گئے اور یہ اباحت اس قدر مبرہن اور مدلل انداز میں ثابت ہو گئی تو اب شیعی ملت کے لئے انکار کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے؟﴿لا حول ولا قوة الا بالله﴾

رہ گیا یہ معاملہ کہ قرآن مجید میں امہات وبنات واخوات کی حرمت کا بھی ذکر ہے اور قوم لوط کے فعل شنیع پر عذاب کا بھی تو اس کا جواب واضح ہے کہ ملنگان علی نے سارے قرآن پر عمل کا ذمہ تھوڑا ہی لے رکھا ہے؟اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصلی قرآن میں یہ حکم ہوں ہی نہیں بلکہ یہ خلفاء ثلاثہ نے اپنی طرف سے تصرف کر دیا ہو۔جب حضرت مہدی آئیں گے اور اصلی قرآن دنیا پہ ظاہر ہوگا اس وقت حقیقت کھلے گی لہذا احرام ہونے کی صورت میں توبہ کر لیں گے۔﴿لا حول ولاقوة الا بالله العلى العظيم﴾

فائدہ مہمہ:

جتنے فرقوں سے بھی یہ افعال قبیحہ اور اعمال سیئہ حلال ٹھہرانے کے اقوال منقول ہیں وہ سبھی خلافت بلافصل کے معتقد ہیں اور خلفاء ثلاثہ کے مخالف۔بشیریہ امام موسیٰ کاظم تک تسلسل امامت کے قائل اور اسماعیلیہ بھی امام جعفر تک اس کے معتقد نصیریہ حضرت علی الہادی یعنی دسویں امام تک تسلسل امامت کے قائل۔مگر بایں ہمہ اسماعیلیہ کو عباد یہ مجوسیوں کا پیدا کردہ فرقہ اور ان کے جاری کردہ فاسد عقائد ونظریات کا شاہکار قرار دیا گیا ہے تو اس سے اباحت محارم ومحرمات اور خلافت بلافصل وغیرہ کے قائل دوسرے فرقوں کی حقیقت اور اصلیت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ یہ محض اسلام کے خلاف بدترین سازش ہے حب اہل بیت اور عقیدہ خلافت کو بطور ستر وپردہ اور

تلمیع وتصنع اپنایا گیا ہے۔ دراصل اسلام اور محسنین اسلام پر کاری ضرب لگانے کے لئے اور اسلام کو یہودیت اور مجوسیت میں بدلنے کے لئے گھناونی چال اور گہری سازش سے کام لیا گیا ہے جس کا بعض لوگ مکمل طور پر شکار ہوئیا ور غلو کی انتہا کو پہنچ گئے اور بعض تھوڑے تھوڑے متاثر ہوئے گو صراط مستقیم سے ہٹ گئے مگر بڑے غالیوں میں شامل نہ ہوئے۔ لہذا تفاوت مراتب تو مانا جا سکتا ہے مگر اصل حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ سب

کارستانیاں شاطران یہود ومجوس کی ہیں۔ ﴿فاعتبروا یااولی الالباب﴾

باب چہارم

لواطت اور مذہب شیعہ

یہ ایسا گھناونا اور مکروہ فعل ہے کہ تمام امتوں اور اقوام عالم میں سے کسی نے بھی اس فعل کا ارتکاب نہیں کیا تھا قوم لوط علیہ السلام انتہائی بدکردار تھی اور عبرت ناک عذاب سے دوچار ہوئی مگر انہوں نے بھی لڑکوں اور مذکروں کے ساتھ اس فعل شنیع کا ارتکاب کیا عورتوں کے ساتھ نہیں۔ قوم یہود اور عجمی لوگ تو حیض کے ایام میں عورتوں کو گھروں سے نکال دیتے اور ان کے ساتھ مل کر کھانا پینا بھی بند کر دیتے۔ نصاری اس معاملہ میں انتہائی نرم رویہ رکھتے تھے لیکن وہ حالت حیض میں مباشرت تو کر لیتے تھے مگر عورتوں سے لواطت ان کا بھی عمل نہیں تھا۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کے آخری مذہب کامل واکمل دین، آخری کتاب اور خاتم الانبیا ﷺ کی شریعت مطہرہ میں انتہائی مناسب اور متوازن حکم جاری کیا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ هُوَ اَذًی فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰی یَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَکُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ﴾

ترجمہ: آپ سے سوال کرتے ہیں حیض کے متعلق فرما دیجئے وہ غلاظت ہے لہذا الگ رہو عورتوں سے حالت حیض میں اور نہ مجامعت کرو ساتھ ان کے۔ جب تک اچھی طرح پاک نہ ہو جائیں پس جب اچھی طرح پاک ہو جائیں تو ان کے ساتھ مجامعت کرو اس جگہ سے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے مکمل طور پر پاکیزہ رہنے والوں کو۔ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی کی جگہ ہیں۔ پس آؤ اپنی کھیتی کی جگہ کو اور مجامعت کرو ساتھ ان کے جس کیفیت پر چاہو۔

کتنا واضح ارشاد ہے اور محکم فرمان ہے اور کس قدر یہود نصاریٰ کے افراط وتفریط کے درمیان راہ اعتدال متعین فرما کر امت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اس پر چلنے کا حکم دیا ہے کہ حالت حیض میں مباشرت سے گریز کرو اور نصاریٰ کی اتباع نہ کرو اور نہ ہی بالکل علیحدگی اختیار کر کے یہود اور اعاجم کے نقش قدم پر چلو۔ تفسیر منہج الصادقین میں شیعہ کا مفسر اعظم فتح اللہ کاشانی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہے۔

اہل جاہلیت مواکلہ ومشاربہ ومساکنہ بازنان حائض نمیکردند مانند فعل یہود ومجوس چوں ایں آیت نازل شد مسلمانان برظاہر آں عمل کردند وازیشاں اعتزال نمودند من جمیع الوجوہ (الی) حضرت فرمود ﴿انما امرتکم تعتزلوا مجامعتھن اذا حضن ولم آمرکم باخراجھن کفعل الاعاجم﴾ وگویند چوں نصاریٰ بازنان حائض مجامعت کردند وازآں باکے نمیداشتند ویہود ازیشاں معتزل میشدند در جمیع امور حتی حق تعالیٰ اہل ایمان راامر فرمود باقتضاء بین الامرین۔ (ص ۴ جزو دوم)

اگر مجوسی اعاجم اور یہودی عورتوں کے ساتھ لواطت کو روا رکھتے تو اس کی اشد ضرورت تو اسی حالت حیض میں ہی ہوسکتی تھی اس میں ان سے کلی اجتناب کیوں کرتے اور نصاریٰ حالت حیض میں بھی مباشرت ومجامعت روا نہ رکھتے بلکہ لواطت پر ہی اکتفا کرتے الغرض یہ فعل کسی امت اور قوم میں مروج اور معمول نہیں تھا حتی کہ مجوس میں بھی۔

لیکن شیعہ نے وہ کچھ جائز اور روا رکھا جو کسی مشرک اور بد مذہب قوم نے بھی روا نہیں رکھا تھا اور پھر ظلم یہ کہ لواطت کا جواز ائمہ اہل بیت کے ذمہ لگا دیا اور بہتان عظیم اور افک مبین میں ذرہ بھر شرم محسوس نہ کی اور اہل تشیع نے اپنی صحاح میں ائمہ کی طرف منسوب روایات درج کیں جو اس فعل شنیع کے جواز اور حلت پر دلالت کرتی ہیں۔ (فروع کافی مولفہ ثقۃ الاسلام ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی میں باب محاش النساء قائم کیا گیا ہے اور استبصار مولفہ شیخ الطائفہ امام ابوجعفر طوسی

میں مستقل عنوان ﴿اتیان النساء فیما دون الفرج﴾ قائم کیا گیا ہے یعنی عورتوں کے ساتھ لواطت کا حکم اور شرعی جواز ص ۱۳۰۔ اور متعدد روایات درج کی گئی ہیں۔

۱۔ ﴿عن عبداللہ بن ابی یعفور قال سالت ابا عبداللہ علیہ السلام عن الرجال یاتی المراۃ فی دبرھا قال لا باس اذا رضیت قلت فاین قول اللہ فاتوھن من حیث امرکم اللہ فقال ھذا فی طلب الولد فاطلبوا من حیث امرکم اللہ ان اللہ یقول نسائکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم﴾

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۴)

ترجمہ: عبداللہ بن ابی یعفور سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا اس آدمی کے متعلق جو عورت کے ساتھ لواطت کرے تو انہوں نے کہا کہ حرج نہیں بشرطیکہ عورت راضی ہو جائے۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کدھر گیا؟ عورتوں کے ساتھ مجامعت اس جگہ سے کرو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے تو امام نے فرمایا یہ اس صورت میں ہے جب جماع سے اولاد کی پیدائش مطلوب ہو لہذا اولاد وہیں سے طلب کرو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے عورتیں تمہارے لئے کھیتی کی جگہ ہے لہذا ان کے ساتھ مباشرت کرو جدھر سے چاہو۔ منہج الصادقین ج ۲ ص ۴ میں ہے (وایں مفتی بہ اکثر اصحاب ماست) ہمارے اکثر علماء کے نزدیک مفتی بہ یہی روایت ہے۔

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۵)

۲۔ امام ابوالحسن الرضا سے عورت کے ساتھ لواطت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے کہا۔ ﴿احلتھا اٰیۃ من کتاب اللہ قال لوط علیہ السلام ھولاء بناتی ھن اطھر لکم وقد علم انھم لا یریدون الفرج﴾

اس کو قرآن مجید کی اس آیت نے حلال کر دیا ہے جو لوط علیہ السلام سے حکایت ہے کہ

انہوں نے اپنی قوم کے ان بدمعاشوں کو کہا تھا جبکہ وہ انہیں ان کے پاس بشری شکل میں آنے والے فرشتوں کے لئے پریشان کر رہے تھے۔ یہ میری بیٹیاں ہیں وہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہیں حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ وہ ان کے ساتھ فرج میں جماع سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔

(لہذا آپ نے ان پر اپنی بیٹیوں کے ساتھ لواطت کو مباح کر دیا۔ نعوذ باللہ من ذالک)

منہج الصادقین میں اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے کہا در غیر شرع ماست پس در شرع ماحجت نباشد یہ دوسری شریعت کا معاملہ ہے اس کو حجت و دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

(ص ۶ جز دوم)

علاوہ ازیں امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے ان پر اپنی بیٹیوں کے ساتھ نکاح کی پیش کش کی تھی قال ابو عبداللہ عرض علیھم التزویج

(فروع کافی ج ۲ ص ۲۳۹)

لہذا امام رضا کا استدلال امام جعفر صادق کی اس تاویل سے باطل ٹھہرا۔ علاوہ ازیں قابل غور یہ عمل ہے کہ اگر نعوذ باللہ ان بچیوں کے ساتھ بھی لواطت مباح فرما رہے تھے تو ھن اطھر لکم کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے وہ بھی حرام اور یہ بھی حرام۔ کسی دلیل سے یہ ثابت نہیں کہ لوط علیہ السلام کی شریعت میں عورتوں کے ساتھ لواطت جائز تھی اور اس آیت کے معنی میں شیعہ اور سنی کے درمیان اختلاف و نزاع ہے۔ لہذا اس کو دلیل بنانے کا ویسے کوئی جواز نہیں۔

۳۔ صفوان سے مروی ہے کہ میں نے امام رضا سے عرض کیا تمہارے موالی میں سے ایک شخص نے مجھے ایک مسئلہ دریافت کرنے کا حکم دیا ہے وہ خود پوچھتے ہوئے شرماتا ہے آپ نے فرمایا بتلایئے وہ کیا مسئلہ ہے تو صفوان نے کہا۔

﴿اللرجل انه یاتی زوجته فی دبرها قال نعم ذلک له قال قلت وانت تفعل ذالک قال انا نحن لا نفعل ذالک﴾

کیا آدمی کو حق حاصل ہے کہ اپنی بیوی سے لواطت کرے تو آپ نے فرمایا۔۔۔ ہاں اسے یہ حق حاصل ہے۔ میں نے کہا کیا آپ بھی یہ کام کرتے ہیں (تاکہ ہمارے لئے قولی اور فعلی سنت بن جائے) آپ نے فرمایا ہم یہ فعل نہیں کرتے۔

(فروع کافی ج ۲ ص ۲۳۴۔ تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۶)

۴۔ یونس بن عمار سے مروی ہے کہ میں نے امام عبداللہ یا امام ابوالحسن سے کہا کہ میں بسا اوقات لونڈی کے ساتھ لواطت کرتا ہوں اور اب میں نے یہ قسم کھالی ہے کہ اگر میں اس کے ساتھ یہ فعل کروں گا تو مجھ پر ایک درہم صدقہ کرنا لازم ہوگا اور اب اس قسم کو نبھانا میرے لئے مشکل ہوگیا ہے تو انہوں نے کہا لیس علیک شئی و ذلک لک تجھ پر کفارہ بھی لازم نہیں ہے اور لواطت جائز ہے۔ بقول شیعہ لواطت حلال تھی اسے حرام کرنا یمین ہوگیا اور خود اس نے ایک درہم اپنے ذمے لگا رکھا تھا امام نے اس کی بھی چھوٹ دے دی تو آخر اس رعایت کی وجہ جواز کیا ہو سکتی ہے؟

۵۔ حماد بن عثمان سے مروی ہے کہ خود میں نے امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا یا جس نے ان سے دریافت کیا اس نے مجھے بتلایا کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے یہ دریافت کیا کہ آیا مرد عورت سے لواطت کر سکتا ہے اور اس وقت آپ کے ہاں لوگوں کی ایک جماعت موجود تھی تو آپ نے پہلے تو بلند آواز سے کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے غلام کو تکلیف مالا یطاق دے تو اسے بیچ دے۔ بعد ازاں ان لوگوں کے چہروں پر ایک نظر ڈالی اور پھر میری طرف جھک کر آہستہ سے کہا لا باس اس میں کوئی حرج نہیں۔

(تہذیب ج ۷ ص ۴۱۵)

سبحان اللہ لوگوں کو تو دوسری حدیث باواز بلند سنا کر اس میں مشغول کر دیا اور اس کو خفیہ طور پر مسئلہ بتا دیا دیکھا آپ نے کہ محبین اماموں کو کس طرح چکر باز اور حیلہ ساز ثابت کرتے ہیں۔

امام جعفر صادق کا استدلال۔ امام ابوالحسن کا جواب

قول باری تعالیٰ نِسَآءُ کُم حَرثٌ لَّکُم فَأتُوا حَرثَکُم اَنّٰی شِئتُم کی تحقیق

پہلی روایت میں امام جعفر صادق کا استدلال جواز لواطت پر اس آیت کریمہ کے ساتھ آپ نے ملاحظہ کرلیا ہوگا اب اس کا جواب امام ابوالحسن الرضا کے کلام سے پیش کیا جاتا ہے تاکہ اس استدلال کا ضعف دوسرے امام کے قول سے واضح ہوجائے اور شیعی علماء کا دعوی بھی باطل ہوجائے کہ ائمہ میں سے ایک کا جو قول ہوگا دوسروں کا بھی وہی ہوگا۔

﴿عن معمر بن خلاد قال ابو الحسن ای شئی یقولون فی اتیان النساء فی اعجازه فقلت له بلغنی ان اهل المدینة لا یرون به باسافقال ان الیهود کانت تقول اذا اتی الرجل المرأة من خلفها خرج ولده احول فانزل الله تعالی نسائکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم من خلف وقدام مخالفالقول الیهود ولم یعن فی ادبار هن﴾ (استبصار ص ۳۱۔ تفسیر صافی ص ۷۳)

معمر بن خلاد سے مروی ہے کہ امام ابوالحسن الرضا نے مجھ سے دریافت کیا لوگ عورتوں کے ساتھ لواطت کے متعلق کیا کہتے ہیں تو میں نے ان سے کہا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اہل مدینہ اس میں حرج نہیں سمجھتے۔ تو آپ نے فرمایا۔۔۔ یہود کیا کرتے تھے کہ جب خاوند بیوی کے ساتھ پچھلی طرف سے جماع کرے اور سامنے سے نہ کرے تو اس کا بچہ بھینگا ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما کر حکم دیا کہ عورتیں تمہارے لئے کھیتی کی جگہ ہیں (جہاں سے تمہاری اولاد پیدا ہوتی ہے) لہٰذا ان کے ساتھ جماع جس کیفیت کے ساتھ چاہو

کرو آگے سے یا پیچھے سے۔ جس سے مقصود یہود کے دعویٰ کا رد اور مخالفت ہے اور یہ مقصد باری تعالیٰ کا نہیں کہ ان کے ساتھ لواطت تمہارے لئے حلال ہے (کیونکہ اس فعل کا محل مقام حرث نہیں بلکہ غلاظت کی جگہ ہے) (تہذیب الاحکام ج ۷ س ۴۱۵)

امام جعفر صادق سے متضاد روایات

۱۔﴿عن سدیر قال سمعت اب عبدالله علیه السلام یقول قال رسول الله ﷺ محاش النساء علی امتی حرام﴾ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۶)

سدیر سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت پر عورتوں کی پاخانہ والی جگہیں حرام ہیں یعنی لواطت حرام ہے۔

(ف) یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ صرف امام جعفر صادق کا قول نہیں بلکہ رسول خدا ﷺ کا فرمان ہے اور اس میں حرمت کی تصریح موجود ہے۔

۲۔﴿عن هاشم عن ابی عبدالله لاتفری ولاتفرث وعن ابی بکیر لاتفرث ای الاناث من غیرهذا الموضع﴾

یعنی ہاشم اور ابن بکیر دونوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ عورتوں کے ساتھ لواطت نہ کرو صرف ان کا فرج ہی استعمال کرو۔ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۶)

۳۔﴿والعیاشی عن الصادق ای متی شئتم فی الفرج وفی روایة اخری عنه ای ساعة شئتم وفی اخری من قدامها ومن خلفها فی القبل﴾

یعنی عیاشی نے کہا امام صادق سے اس آیت کی تفسیر میں تین منقول ہیں۔

اول: جس وقت چاہو ان سے جماع کرو لیکن فرج میں۔

دوم: یا جس گھڑی چاہو۔

سوم: سامنے سے جماع کرو یا پیچھے سے لیکن ہو فرج میں۔ یعنی انی زمانہ کی تعمیم بیان کرنے کے لئے ہے رات میں جماع کرو یا دن میں۔ یا ساعات کی تعمیم بیان کرنے لئے ہے یا کیفیت جماع میں تعمیم بیان کرنے کے لئے ہے اور اس سے مکان کی تعمیم مقصود نہیں تا کہ لواطت کا جواز لازم آئے۔

(ف) ان روایات کی رو سے امام جعفر صادق اور امام ابوالحسن الرضا دونوں کا اس آیت کی تفسیر میں اتفاق واتحاد ثابت ہو گیا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے ﴿ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ ﴾ فرمایا ان کو حق مہر کے عوض تمہارے لئے حلال قرار دیا گیا ہے لیکن تمہارا ارادہ محض مادہ منویہ کا اخراج اور ظروف منویہ کا استفراغ نہیں ہونا چاہیے بلکہ احصان اور عزت نفس کا تحفظ ملحوظ ہونا چاہیے اور لواطت سے مقصود صرف استفراغ اور شہوت رانی۔ اس لئے اس کے ساتھ احصان ثابت نہیں ہو سکتا لہذا واضح ہو گیا کہ اس آیت میں لواطت کا جواز نہیں بیان کیا گیا بلکہ یہود کا یہاں محل خاص میں جماع کا بیان ہے اور کیفیت جماع میں تعمیم مقصود ہے یا اس کے اوقات میں اور رسول کریم علیہ السلام کے فرمان سے اور امام جعفر صادق کی روایت سے صراح حرمت کا حکم واضح ہو گیا اور کلام مجید کا سیاق وسباق بھی لواطت کی حرمت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ عورت اولاد متولد ہونے کے لحاظ سے مرد کیلئے کھیتی کی جگہ ہے اس جہت کو ﴿ نِسَآءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ﴾ میں بیان کرنے کے بعد بطور تفریع ﴿ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ ﴾ فرمایا اور اسی مقام حرث کا تعین ہی ﴿ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ﴾ میں واضح فرمایا ہے اور حالت حیض میں مجامعت کے ممنوع ہونے کی علت ﴿ قُلْ هُوَ اَذًى ﴾ بیان فرما کر بھی لواطت کی

حرمت واضح فرمادی۔

کیونکہ جس طرح خون حیض غلاظت ہے اور اس دوران فرج کا استعمال ممنوع ہے تو براز اور پاخانہ کی نالی جو ہر وقت اس غلاظت سے آلودہ ہوتی ہے اس کی حرمت میں کیا شک وشبہ ہو سکتا ہے؟ نیز فرج میں مجامعت سے غلیظ مادہ معدہ میں نہیں جا سکتا لیکن لواطت کی صورت میں یہ مادہ معدہ میں پہنچتا ہے اور قیلوس وکیموس کے ساتھ شامل ہو کر جزو بدن بن جاتا ہے جس سے اس کا عدم جواز ثابت ہوتا ہے۔

لواطت کے دلدادگان کا اضطراب اور توجیہات فاسدہ

شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی دو روایات کے متعلق کہتا ہے۔

۱۔ ﴿وفی هذين الخبرين من ضرب من الكراهية لان الافضل التجنب عن ذلك وان لم يكن محظورا﴾

ان دونوں روایتوں کی توجیہ یہ ہے کہ ان میں ایک قسم کی ناپسندیدگی کا بیان ہے کیوں کہ لواطت اگرچہ ممنوع نہیں ہے مگر افضل اجتناب ہی ہے (سبحان اللہ سرور دو عالم علیہ السلام فرما دیں لواطت حرام ہے اور قرآن، غلاظت سے دور رہنے کا حکم دے مگر لواطت کے شائق اس کا ترجمہ یہ کریں کہ بس خلاف اولی ہے اور غیر انسب فعل ہے)

۲۔ ﴿ويحتمل ايضا ان يكون الخبران وردامورد التقية لان احدامن العامة يجيز ذلك الامايحكى عن مالك ويختلف اصحابه عنه فيه﴾

(وکذا فی تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۶)

یہ بھی احتمال ہے کہ یہ دونوں روایتیں بطور تقیہ آپ سے صادر ہوئی ہوں یعنی عام اہل

اسلام کے ڈر سے کیونکہ ان میں سے کوئی بھی اسے جائز نہیں رکھتا ماسوائے اس حکایت کے جو امام مالک کی طرف سے منسوب ہے لیکن ان کے متبعین ان کی طرف منسوب اس حکایت کی صحت میں اختلاف رکھتے ہیں۔

ف: اس توجیہ میں بھی سقم اور فساد واضح ہے کہ حلال کو حرام کر دینا خدا تعالیٰ کی بغاوت ہے اور دین میں فساد اور پھر نبی اکرم ﷺ پر بھی بہتان باندھنا لازم آئے گا۔ کیا ائمہ کرام دین کا اسی طرح تحفظ کرتے رہے اور لوگوں کی رہنمائی کا حق اسی طرح ادا کرتے رہے کہ حلال کو بوجہ خوف خلق حرام قرار دیتے رہے۔ ﴿العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ﴾

۳۔ امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت کے متعلق شیخ الطائفہ نے کہا۔

﴿الذی تضمنه هذا الخبر تفسیر الایة وسبب نزولها وماالمراد بها ولیس اذالم یکن ماقلناه مرادابالایة یجب ان یکون حراما بل لایمتنع ان یدل دلیل اخر علی جواز ذلک﴾

یعنی اس روایت سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ ہے صرف اس آیت ﴿فاتوا حرثکم انی شئتم﴾ کی تفسیر اور اس کا سبب نزول اور اس سے جو کچھ باری تعالیٰ کی مراد ہے اس کا متعین کرنا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمارا نظریہ یعنی جواز لواطت اس آیت میں مراد نہ ہو تو خواہ مخواہ وہ حرام ٹھہرے بلکہ ہو سکتا ہے کوئی دوسری دلیل اس کے جواز پر دلالت کرے اور وہ روایات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اقول: اتنا قدر تسلیم ہو گیا اس آیت میں لواطت کا جواز بیان نہیں کیا گیا اور ہم تنبیہ کر چکے ہیں کہ حیض کے ایام میں عورتوں کے ساتھ جماع کو حرام ٹھہرا کر اور غلاظت کو اس کی علت بنا کر قرآن مجید نے اس کی حرمت واضح کر دی بلکہ حرثکم نے محل جماع متعین کر دیا اور صاحب

قرآن علیہ السلام نے ﴿محاش النساء علی امتی حرام﴾ فرما کر لواطت کی وجہ حرمت واضح فرما دی۔ یعنی گوبر اور غلاظت والی جگہ ہونے کی وجہ سے لواطت حرام ہے کیونکہ حکم مشتق پر تو مبداء اشتقاق علت حکم ہوا کرتا ہے لہذا کتاب اللہ میں بیان کردہ علت کو نبی اکرم ﷺ نے لواطت کے حرام ہونے کی علت قرار دیا اللہ تعالیٰ اور نبی مصطفیٰ علیہ السلام کے ارشادات کے بعد امام جعفر صادق کی طرف منسوب متضاد و متعارض روایات کا کیا وزن ہو سکتا ہے؟ اور قرآن سنت کے برعکس ان اقوال سے جواز ثابت کرنے کی کیا وجہ جواز ہو سکتی ہے؟

اصولی بات:

جبکہ قاعدہ اور قانون اور اصل وکلیہ یہ ہے کہ جب ایک چیز حلت وحرمت کے درمیان دائر ہو تو احتیاطا حرمت کو ترجیح ہوتی ہے لہذا اس قاعدہ کی رو سے بھی اس فعل کو حرام ٹھہرانا ضروری تھا نہ کہ ہر ممکن طریقہ سے قوم لوط کی متابعت پر کمر بستہ ہونا۔ العیاذ باللہ۔

شیعہ کی قوم لوط علیہ السلام سے سبقت

بلکہ یہ تو قوم لوط علیہ السلام سے بھی بازی لے گئے کیونکہ ان کو تو عورتوں کے ساتھ لواطت کی نہ سوجھی بلکہ بقول شیعہ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کے ٹھکرا دیا اور کہا مالنا فی بناتک من حق ہمیں آپ کی بیٹیوں کے ساتھ یہ فعل کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ لیکن شیعہ صاحبان کو بہت دور کی سوجھی ہے۔

اہل السنّت کا مذہب

شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی کی تصریح نظر نواز ہو چکی ﴿لان احدا من العامة لایجیز ذالک﴾ کہ عام اہل اسلام سے کوئی اس کا قائل نہیں ہے ﴿الحق ماشهدبه

الاعــــداء﴾ لہذا اسوائے شیعہ کے جملہ اہل اسلام کا لواطت کے حرام ہونے پر اجماع واتفاق ثابت ہوگیا۔ رہا معاملہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا تو ان کی طرف جواز کے فتویٰ کی نسبت کرنا خود طوسی کے بقول مختلف فیہ ہے۔

حقیقت حال:

یہ ہے کہ یہ ان پر افتراء ہے۔ ان کے موطا میں اس مسئلہ کا عنوان ہی یہ ہے۔

(باب یحرم الاتیان فی الدبر ویحل فی قلبھا من جانب دبرھا)

(موطا مع مصفی ج ۲ ص ۲۶)

یعنی مرد کا بیوی کے ساتھ لواطت کرنا حرام ہے البتہ پچھلی طرف سے فرج میں وطی اور جماع حلال ہے اور اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے۔ ﴿نِسَــآءُ کُـمْ حَـرْثٌ لَّکُم فَـأْتُوا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ ﴾ اور کسی کا مذہب صحیح طور پر اس کی کتابوں ہی سے معلوم ہوسکتا ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی شرح میں فرمایا کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ فرج میں ہر کیفیت پر وطی اور جماع حلال ہے اور دبر میں ہر حال میں وطی اور مباشرت حرام ہے۔

تفسیر منہج الصادقین میں ملا فتح اللہ کاشانی نے کہا جزو دوم ص ۷ معظم فقہا عامہ در ایں مخالفت نمودہ اند گفتہ اند کہ حرث نمیباشد مگر بسل پس وطی در موضع جائز باشد کہ نسل متوقع باشد وایں در دبر مستقی است۔ یعنی معظم فقہا اہل السنت لواطت کے معاملہ میں شیعہ کے خلاف ہیں اور وہ قرآن کے کلمہ حرث کو دلیل حرمت بناتے ہیں کیونکہ عورتیں حرث کہلاتی ہیں۔ مبدء نسل ہونے کی وجہ سے اور وہ صرف فرج ہے نہ کہ دبر۔

صاحب منہج کا انوکھا استدلال اور بے خبری کی انتہا

عورتیں اگرچہ حرث فرج کی وجہ سے کہلاتی ہیں لیکن ان کے ساتھ مباشرت مقام حرث کے علاوہ مقامات میں جائز ہے جس طرح تفخیذ وغیرہ یعنی عورت کی رانوں کے درمیان آلہ تناسل کرنا جائز ہے لہذ الواطت بھی جائز ہے۔ نساء اگرچہ حرث اند لیکن وطی ایشاں در غیر موضع حرث بلا خوف جائز است مانند وطی بین الفخذین وغیرہ۔

(ملاحظہ ہو تفسیر منہج الصادقین ج ۲ ص ۷)

جواب: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس چیز سے محبت ہو محبّ اس کے عیوب دیکھنے اور سننے سے اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے در حقیقت تفخیذ وغیرہ ﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ کے ضمن میں آتی ہے۔ مرد عورت کیلئے لباس ہے اور عورت مرد کے لئے۔ پھر اس فعل کو وطی یا جماع سے تعبیر ہی نہیں کیا جاتا اور ﴿فَـأْتُوا حَرْثَكُمْ﴾ میں وطی اور جماع کا حکم دیا گیا ہے اور حرث کے لفظ سے دو محتمل مقاموں میں سے ایک کا تعین کر دیا گیا ہے کہ جو جگہ مبدء نسل ہے وہاں سے جماع کرو۔

بہرحال یہ سب کرشمہ ہے حب لواطت کا ورنہ صریح حرمت ثابت ہونے کے بعد اس قسم کے بودے اور بے ہودہ استدلال کا کیا مقصد ہوسکتا ہے۔ کیونکہ کتاب وسنت میں لواطت حرام کی گئی ہے اور تفخیذ حرام نہیں ہے تو حرام کا قیاس غیر حرام پر کیسے کیا جاسکتا ہے۔ نیز قیاس اہل تشیع کے نزدیک حجت شرعی ہی نہیں بلکہ وہ اسے سخت ناپسندیدہ فعل ٹھہراتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک حجت ہے مگر جہاں کتاب سنت اور اجماع سے حکم ثابت نہ ہوسکے اور ان میں اس کی تصریح موجود نہ ہو نہ کہ ان کے مقابل قیاس کو حجت قرار دیا جائے گا۔

عبرت انگیز فرمان:

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے۔ ﴿حرمة الدبر اعظم من حرمة الفرج ان الله اهلک امة بحرمة الدبر ولم يهلک احداً بحرمة الفرج﴾ دبر میں جماع اور لواطت کی حرمت زنا سے بھی زیادہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو حرمت دبر سے پامال کرنے پر ہلاک وتباہ وبرباد کیا۔ جس کی تباہی کی نظیر کسی دوسری قوم میں نہیں ملتی۔ اس قدر سنگین عذاب کہ ساتویں طبقہ سے زمین کو اکھیڑ کر اٹھالیا اور ان کو اتنا نیچے دھنسایا کہ ان کی ہوا بھی کسی کو نہ لگے۔ لیکن حرمت فرج پامال کرنے پر کسی قوم کو ایسا سنگین عذاب نہیں دیا گیا اور نہ اس طرح رسوا وذلیل کیا گیا ہے۔

روافضی کے اس فتویٰ کو امام موصوف کے اس فرمان کے بعد کیا شیطان کی دوسری چال نہیں سمجھا جائے گا کہ اس برائی کو رنگ دے کر اس امت کی رسوائی اور تباہی کا سامان کیا جائے۔

﴿نعوذ بالله من ذالک﴾

تنبیہ نبیہ:

اور یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ منکوحہ عورتوں کے ساتھ لواطت کے جواز کی تخصیص بھی صرف بعض شیعہ کا نظریہ ہے ورنہ بعض نے مطلقاً یہ فعل جائز اور مباح قرار دیا ہے جیسے کہ محمد بن نصیرالنمیر ی اور محمد بن بشیر کا قول قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ مردوں کی مردوں کے ساتھ لواطت جائز ہے کیونکہ مفعول کیلئے اس میں تواضع، کسر نفسی اور عجز وانکسار ہے اور اظہار تذلل ومسکنت جو کہ روح عبودیت ہے اور فاعل کیلئے اس میں عظیم تر لذت کا سامان ہے اور اللہ تعالیٰ کا ایسی چیزوں کا منع کرنا اور انہیں حرام ٹھہرانا درایت اور قیاس عقل کے خلاف ہے اور درایت کا روایت سے اور عقل کا نقل سے مقدم ہونا شیعہ کا مسلم قاعدہ ہے لہذا اس کا جواز ان کے نزدیک

قطعیات کے ضمن میں آگیا اور عدم جواز ظنی اور قابل تاویل ہو گیا اسی لئے محمد بن نصیر نمیری علانیہ لواطت کراتا تھا اور ملامت کرنے والوں کو کہتا تھا۔

﴿ان هذا من اللذات وهو من التواضع لله وترک التجبر﴾

(احتجاج طبرسی ج ۲ ص ۴۷۵)

یہ فعل پسندیدہ لذات میں سے ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تواضع اور انکساری ہے اور سرکشی اور تکبر کا توڑ۔

اور یہ محمد بن نصیر نمیری اپنے آپ کو حضرت امام ابوالحسن علی بن محمد کے مقربان خاص میں داخل کیے ہوئے تھا اور دوسری طرف اس بے دینی کا عملی طور بھی اور زبانی بھی پرچار کیا کرتا تھا جس سے صاف ظاہر کہ اس تقرب سے ان لوگوں کا مقصد وحید یہی تھا کہ لوگوں کو دھوکہ دیا جائے اور اس تقرب کیوجہ سے ان کو باور کرایا جائے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ صرف اور صرف اہل بیت کرام کا مذہب ہے۔ حاشا وکلا وہ حضرات یقیناً ان آلائشوں سے بالکل پاک منزہ تھے اور ایسے لغو اور بیہودہ اقوال سے بری اور بیزار تھے۔

الغرض

ان مسائل میں تعصب وعناد سے بالاتر ہو کر اور اخلاص و انصاف کے ساتھ غور فکر کرنے سے کلمة التقديم میں عرض کردہ حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے کہ اس مذہب کے بانیوں کا بنیادی اور اساسی مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ اہل اسلام وایمان سے ان کی دولت اسلام اور نعمت ایمان سلب کر لی جائے اور انہیں شہوات اور خواہشات نفس اور سفلی جذبات کا مجسمہ بنا دیا جائے اور وہ صرف نام کے مسلمان رہ جائیں۔ حقیقت میں مجوسی، یہودی اور عیسائی ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمان بھائیوں کو ان کے شر سے محفوظ و مصئون فرمائے اور دل و جان سے مذہب اسلام پر کاربند بنائے۔ آمین ثم آمین۔

﴿ان اريد الا الاصلاح وماتوفيقی الا بالله عليه توكلت واليه انيب﴾

خادم اسلام واہل اسلام

ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی

معجزہ

لفظ اللہ میں پنجتن کا ظہور

لفظ اللہ کو غور سے پڑھیں!

یا علیؑ مدد

عید غدیر (۱۸ ذی الحجہ) کے موقع پر
بے نظیر شب بیداری اجتماعی "متعہ دوریہ"

عباسؑ علمبردار کے جھنڈے کے تلے آؤ، آؤ اور فیض پاؤ

تحفۃ العوام و دیگر معتبر اسناد کے ذریعے امام رضاؑ کا قول ہے کہ:۔ مقام غدیر خم (گھاٹی) میں ۱۸ ذی الحجہ کو حضرت علیؑ کی فضیلت بیان کی گئی اور رسولؐ نے ان کو مولا "اولیٰ با لتصرف" قرار دیا، یعنی اس مولا کو ہر قسم کا حق حاصل ہو گیا، فرمایا گیا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ "جس کا میں مولا اس کا علی مولا"، چنانچہ اس فضیلت کی بناء پر ۱۸ ذی الحجہ کو یوم "عید غدیر" ٹھہرایا گیا خدا نے فرشتوں کو حکم دیا کہ عید غدیر کے ان تین دنوں میں شیعان علیؑ کے کوئی گناہ نہ لکھے جائیں، خواہ وہ کچھ بھی کریں۔

اجتماعی متعہ دوریہ

① کتنا اچھا یا عزت کا ہے اے مومنین جب چاہیں متعہ کی مذکورہ شرائط کے تحت صرف ایک مومنہ سے اجتماعی متعہ دوریہ کر سکتے ہیں کہ یہ اجتماعی ثواب بلا اشتباہ ہوگا [illegible] المتعہ جامع الکافی) مصائب النواصب از علامہ نور اللہ شوستری در شہید ثالث" کے حوالے سے تحریر ہے کہ...... ہمارے شیعوں کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے بہت سے مردوں کا ایک عورت سے ایک رات میں متعہ کرنا جائز کہا ہے۔ خواہ اس عورت کو حیض آتا ہو، یا نہ آتا ہو تو اس سلسلے میں معترض نے بعض قیود میں خیانت کی ہے (جو شیعہ متعہ دوریہ میں لگاتے ہیں) ہمارے اصحاب شیعہ نے متعہ دوریہ اس عورت کے ساتھ مختص کیا ہے جسے حیض نہ آتا ہو، یہ عمل عام نہیں ہے کہ ہر عورت کے ساتھ کیا جائے خواہ وہ آئسہ ہو یا غیر آئسہ (بانجھ)

تجدید و تعارف متعہ

② کسی شیعہ مومن اور مومنہ کا کچھ رقم یا کسی اور شئے کے معاوضہ پر معاملہ طے کر لینے پر کچھ وقت یا زیادہ وقت پر جب چاہے، خفیہ خاص جنسی تعلق قائم کرنا "انفرادی متعہ" کہلائے گا، یہ عین ثواب ہے کیونکہ اس میں، نہ گواہوں کی ضرورت ہے، نہ اس میں طلاق ہوتی ہے نہ نان نفقہ ہوتا ہے، نہ حقوق منکوحہ کی طرح باہم وراثت ہوتی ہے، یہ تو صرف آئمہ کے طریقہ کی ترویج کے طور پر ثواب کی نیت سے کیا جاتا ہے۔

اے مومنین و مومنات! متعہ مولیٰ علیؑ اور آئمہ معصومین کا بے حد پسندیدہ اور مرغوب ترین طریقہ ہے اور اسکی پیروی کرنے والا ہر مرد و عورت مولیٰ علیؑ اور آئمہ معصومین [illegible] و امام مہدی الغائبؑ کی شفاعت کا بھرپور حقدار بن جائے گا، اور ان کی خوشنودی کی خاطر کوئی فرد ملت جعفریہ کا محروم نہ رہ جائے، چنانچہ تمام مجتہدین امامیہ نے متفقہ طور پر مثل سالہائے گذشتہ امسال بھی رات بھر اجتماعی متعہ دوریہ کا شغل برپا کرنے کا فیصلہ کیا ہے کہ عید غدیر (۱۸ ذی الحجہ) کو تمام مومنین و مومنات اپنے اپنے علاقے کے امام بارگاہ میں تشریف لائیں اور برائے مہربانی اس کار خیر کے وسیع پیمانے پر انعقاد کے لئے اس دعوت کو زیادہ سے زیادہ مشتہر کریں تاکہ تمام مومنین و مومنات اپنے حلقہ احباب، اور عزیز و اقارب کو بھی اس کار خیر سے فیض یاب کر کے شرف امامؑ اور زیادہ ثواب حاصل کر سکیں۔

(سلسلہ جاری ہے)

فضائلِ متعہ ○ حضرت جعفر صادقؑ اور حضرت محمد باقرؑ ابن زین العابدینؑ کے واضح احکامات اور فرمودات ہیں کہ "جس عورت نے ایک بار متعہ کیا وہ فضیلت میں اس متعہ کے عوض مقام امام حسینؑ تک پہنچ جائے گی اور دوبارہ متعہ کرنے سے اس کا مرتبہ امام حسنؑ تک، تین دفعہ متعہ کرنے سے وہ امام علیؑ تک اور چار دفعہ متعہ کرنے سے رسولؐ کے مرتبہ تک وہ متعہ یافتہ عورت پہنچ جائے گی......." فرمایا صادقؑ نے کہ مستحب ہے مرد کے لئے کہ وہ ضرور متعہ کرے، اور نہیں درست مرد کے لئے تم میں سے وہ دنیا سے بغیر متعہ کئے گزرے ہر چند کہ ایک بار ہی کیوں نہ ہو" (اصلاح رسوم ص ۱۶۳) ○ تحفۃ العوام میں حدیث ہے کہ عذاب نہ کیا جائے گا اس مرد و عورت پر جو متعہ کرے اور افضل بات ہے کہ عفیفہ عورت سے متعہ کرے ○ تاریخ حقائق کی رو سے حضرت عبداللہ بن حسن اور اس کے بعد مصعب ابن زبیر سے طلاق ملنے کے بعد سکینہ بنت الحسین نے کئی نکاح دائمی و منقطع (متعہ) کئے (تاریخ تواریخ و الاغانی جلد ۱۴) ○ ...... مولا علی مشکل کشا نے فرمایا کہ تحقیق تجھے کیا معلوم کہ میں نے رات تیری فلاں بہن کے ساتھ متعہ کیا، پس عمر کو اس واقعہ سے جو قلق اور خفگی حاصل ہوئی، عمر نے اسے مخفی رکھا اور جب سے اقتدار حاصل ہوا تو اس نے متعہ کو حرام قرار دے کر اپنی بہن کا بدلہ لے لیا (شواہد الصادقین، مصنف حکیم سید [illegible] ص ۹۲ بحوالہ نور نعمانیہ [illegible] طہارت و صلوٰۃ ص ۲۳) ○ اور فرمایا صادقؑ نے کہ نہیں ہے کوئی مرد جو متعہ کرے، پھر غسل کرے مگر یہ کہ خدا خلق کرے گا ہر قطرہ غسل سے ستر لاکھ ملائکہ کو جو متعہ کرنے والے کے لئے تا قیامت استغفار کریں گے اور لعنت بھیجا کریں گے تا قیامت ان لوگوں پر جو اس متعہ سے اجتناب کرتے ہیں اور اس سے [illegible] (اصلاح رسوم ص ۱۶۴) ○ تحفۃ العوام مقبول ص ۲۳۶ پر حدیث ہے [illegible] سے خصوصاً سادات عورتوں

خاص سہولتیں [illegible] سے متعہ کر کے توبہ کریں تو متعہ جائز ہو جائے گا [illegible] کی بھتیجی اور بھانجی سے متعہ بیوی کی اجازت سے کرے تو ثواب ہے [illegible] متعہ کی مدت ایک گھنٹہ سے لے کر ایک دن، ایک ہفتہ، ایک ماہ یا (ایک سال یا [illegible])

[illegible] شب بیداری میں شمولیت کے لئے لازمی ہے کہ غسل پاکیزہ اور معطر ہو کر آئیں، ساتھ اپنے سرخ یا سیاہ رنگ کا ریشمی کپڑے کا ٹکڑا لائیں، تاکہ "لف [illegible]" کی صورت میں استعمال میں آئے۔ وہ مومنات جو باکرہ و عفیفہ ہیں ضرور شرکت کریں، اس سال فارسی النسل سیدزادوں کی شرکت متوقع ہے۔ ان کے اکرام کی ذمہ داری ان مومنات کو ادا کرنے کا شرف بخشے جانے کا قوی امکان ہے، دیگر تمام مومنات کو بھی شمولیت کی اجازت ہے۔ متعہ دوریہ میں شرکت "اول آئیے اول پائیے" کے رائج قدیم طریقہ کے تحت ہوگی۔ سمجھ لیں کہ بہت ثواب ہوگا، بعون مولیٰ علیؑ۔ متعہ کی دعا، صیغہ (شیعہ مومنہ کہے): متعت نفسی [illegible] المدۃ المعلومۃ [illegible] مومن (یعنی شیعہ مومن کہے) قبلت نفسک الی المتعۃ فی المدۃ المعلومۃ یا مومنۃ (باب المتعہ فروع الکافی) بعد ازاں [illegible] زیر زبر پیش ہو جائیں تاکہ خوب ثواب پائیں۔

منجانب: (انتظامیہ) خصوصی کمیٹی برائے اجتماعی متعہ دوریہ بروز عید غدیر

تحریک احیاء فقہ جعفریہ [illegible] کراچی

عطیہ اشتہار

مومنین و مومنات اختتام شب بیداری پر حسب [illegible] انجمن [illegible] کو پیش کریں گی۔

[illegible]

برائے معلومات [illegible] حسین مدظلہ

[illegible] فون: ۶۷۶۲۲۳۶

گلشنِ توحید و رسالت

بجواب

جلد اوّل

گلدستۂ توحید

از

امام المناظرین شرف العلماء علامہ ابوالحسنات
محمد اشرف سیالوی زید مجدہم

ناشر
اہل السنۃ پبلی کیشنز دینہ پاکستان
فون: 0541-634759

مناظرِ اسلام شیخ الحدیث

محمد اشرف سیالوی مدظلہ

کی قابل قدر تصانیف

- تحفہ حسینیہ
- کوثر الخیرات
- جلاء الصدور
- مناظرہ جھنگ
- گلشن توحید ورسالت
- ہدایۃ المتذبذب الحیران فی الاستعانۃ باولیاء الرحمان
- انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین
- تنویر الابصار بنور النبی امختار
- دی ہولی بائبل اور شان انبیاء میں گستاخیاں

Printed by: Jamal-e-Karam
Phone: 042-7324948

Design by: AFS Advertiser 0345-4653373

مدرسہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام
کالج روڈ سرگودھا:048-5724695